سیدنا خالد بن ولید رضؓ

ایک ایسا جرنیل جس نے تمام زندگی کبھی شکست کا منہ نہیں دیکھا

حکیم محمود احمد ظفر

DATA ENTERED

سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ

ایک ایسا جرنیل جس نے تمام زندگی کبھی شکست کا منہ نہیں دیکھا

حکیم محمود احمد ظفر

تخلیقات

علی پلازہ، 3۔ مزنگ روڈ، بالمقابل فیملی ہسپتال، لاہور، فون: 7238014
Web Site: http://www.takhleeqat.com
E-mail: takhleeqat@yahoo.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۲۹۷٬۹۹۲۴
خ ۱۹ ط
۷۰۱۶۹

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب : سیدنا خالد بن ولیدؓ
ناشر: تخلیقات' لاہور
اہتمام : لیاقت علی
تاریخ اشاعت : 2005ء
ٹائٹل : ریاظ
پرنٹر: اُجالا پرنٹر' لاہور
کمپوزنگ : عُزیر کمپوزنگ سنٹر' لاہور
صفحات : 240 صفحات
قیمت : 140 روپے

بسم الله الرحمن الرحیم

Marfat.com

Marfat.com

عائشہ

انتساب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس نظر مسیحا

کے نام

جس سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر
جرنیل بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے' ابدی مذہب اسلام میں
داخل ہوئے اور تاریخ اسلام میں لازوال نقوش چھوڑے

وصلی اللہ علیہ وعلی الہ واصحابہ اجمعین

Marfat.com

Marfat.com

فہرست مضامین

پیش لفظ	11
نام ونسب سیدنا خالد بن ولیدؓ	15
غزوہ احد اور سیدنا خالد بن ولیدؓ	16
ایک خوفناک غلطی	18
معاہدہ حدیبیہ اور سیدنا خالد بن ولیدؓ	20
سیدنا خالد بن ولیدؓ کا قبول اسلام	22
غزوۂ موتہ میں شرکت	28
فتح مکہ میں شرکت	35
عزیٰ بت کا انہدام	38
بنو خزیمہ کو دعوت اسلام اور ان کا قتل	39
غزوہ حنین میں شرکت	40
غزوہ طائف میں شرکت	42
غزوۂ تبوک میں شرکت	43
سریہ نجران میں شرکت	45
سریہ یمن میں شرکت	46
خلافت صدیقیؓ اور سیدنا خالد بن ولیدؓ	47
جنگ بزاخہ اور طلیحہ اسدی کی سرکوبی	48
بنو جدیلہ کا مسلمان ہونا	52
طلیحہ سے جنگ	53
بارگاہ خلافت میں سیدنا خالدؓ کا خط	58
بارگاہ خلافت سے خط کا جواب	59
ام زمل کی بغاوت اور اس کی سرکوبی	60
سیدنا خالد بن ولیدؓ کا بطاح میں نزول	62
مالک بن نویرہ کی گرفتاری اور قتل	65
مالک بن نویرہ کے قتل کے بارہ میں روایات کا اختلاف	66
مالک بن نویرہ کی بیوی ام تمیم لیلیٰ سے نکاح	83

مسیلمہ کذاب کی سرکوبی	86
مسیلمہ کے قلعوں کا محاصرہ	99
جنگ یمامہ میں فریقین کا جانی نقصان	105
سیدنا خالدؓ کو سیدنا ابوبکرؓ کی سرزنش	107
سیدنا خالد بن ولیدؓ اور فتح عراق	110
عراق پر لشکر کشی کی ابتداء	112
عراق کی فتح	118
جنگ ذات السلاسل اور سیدنا خالدؓ	119
ابلہ کب فتح ہوا؟	123
جنگ مذار اور سیدنا خالد بن ولیدؓ	124
جنگ وجلہ اور سیدنا خالد بن ولیدؓ	127
جنگ اُلیس میں سیدنا خالدؓ کا کردار	130
امغیشیا کی فتح اور سیدنا خالد بن ولیدؓ	133
شاہ ایران اردشیر کی موت	134
حیرہ کی فتح اور سیدنا خالد بن ولیدؓ	135
حیرہ ----- فوجی ہیڈ کوارٹر	139
سیدنا خالدؓ سے بانقیا اور بسماء کا معاہدہ	140
سیدنا خالدؓ کے عمال و امراء	142
دو مکتوب	142
انبار کی فتح اور سیدنا خالدؓ	144
معرکہ عین التمر اور سیدنا خالدؓ	146
ولید بن عقبہؓ دومتہ الجندل میں	149
عراق بغاوت کی زد میں	153
بنو تغلب پر حملہ	156
جنگ فراض اور سیدنا خالد بن ولیدؓ	157
سیدنا خالدؓ کی حج بیت اللہ کو روانگی	159

Marfat.com

فتوحات شام اور سیدنا خالدؓ	164
مسلمان فوجیں بغیر مزاحمت کے	168
لشکروں کی ترتیب اور روانگی	169
قیصر روم کی ان لشکروں سے مقابلہ کی تیاری	170
سیدنا ابوبکرؓ کا سیدنا خالدؓ کے نام خط	175
سیدنا خالدؓ کی عراق سے شام روانگی	177
معرکہ اخبادین اور سیدنا خالدؓ	181
شامی فوجوں میں سیدنا خالدؓ کی حیثیت	182
اخبادین کی فتح	184
سیدنا خالدؓ دمشق میں	187
حمص کی فتح	.190
قنسرین کی فتح	193
جنگ یرموک	196
فحل کی فتح	209
بیت المقدس کا معاہدہ	210
حمص پر دوبارہ قبضہ	211
سیدنا خالد بن ولیدؓ کی معزولی	214
سیدنا خالدؓ کی وفات	228
فضائل و کمالات	232
رضائے نبوت	233
محبت نبویؐ	234
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آپ سے محبت اور آپ کی تعریف کرنا	235
حق و صداقت	237
اشاعت اسلام	237
جہاد فی سبیل اللہ	238
ازواج و اولاد	239

Marfat.com

پیش لفظ

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک جامع کمالات ہستی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کا کمال آپ کی ذات میں مرتکز کر دیا تھا۔ آپ کے یہ کمالات آپ کے صحابہ کرامؓ میں منقسم ہوئے۔ آپ نے جہاں صحابہ کرامؓ میں محدث' فقہاء' مجاہد پیدا کئے' وہاں بڑے بڑے جرنیل بھی پیدا کئے جن میں سیدنا خالد بن ولیدؓ، سیدنا عمرو بن العاصؓ، سیدنا یزید بن ابی سفیانؓ، سیدنا شرحبیل بن حسنہؓ اور سیدنا بن ابی وقاصؓ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان میں سے ہر ایک نے اپنی اپنی طاقت اور صلاحیت کے مطابق اور اپنے اپنے محاذ پر وہ کام کئے اور بہادری کے وہ جوہر دکھائے کہ ان کے کارناموں کو پڑھ کر دنیا انگشت بدندان اور بحر حیرت میں غرقاب ہے۔ لیکن ان سب جرنیلوں میں جو مقام سیدنا خالد بن ولیدؓ کو حاصل ہے وہ شاید کسی اور کو حاصل نہ ہو۔

آپ نے بارگاہ رسالت سے ''سیف اللہ'' کا لقب حاصل کیا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

انما خالد سیف من سیوف اللہ حبه علی الکفار

''بے شک خالدؓ اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے کافروں پر سونتا ہے۔''

(سیر اعلام النبلاء جلد 1 ص 373 ' طبقات ابن سعد جلد 7 ص 120 ' مجمع الزوائد جلد 9 صفحہ 349' وقال رواہ ابو یعلی)

Marfat.com

(سیدنا ابوبکر صدیقؓ کو آپ پر بہت اعتماد تھا۔ اسی وجہ سے آپ نے ان کو ہر بڑی مہم کا کمانڈر بنا کر بھیجا۔ چنانچہ ایک موقع وہ بھی آیا کہ آپ نے انہیں کمانڈر انچیف بنا دیا، جیسا کہ ذہبیؒ نے لکھا ہے:

"و مناقبه عزيزة ' امّره الصديق علىٰ سائر الامراء الاجناد

"آپ کے مناقب بہت زیادہ ہیں۔ (ان میں سے ایک یہ ہے کہ) سیدنا ابوبکرؓ نے آپ کو کمانڈر انچیف بنایا۔" (سیر اعلام النبلاء جلد 1 ص 367)

(سیدنا عمر فاروقؓ کو بھی آپ پر بڑا اعتماد تھا اور وہ آپ کے خلوص و تدین کے بڑے مداح تھے۔ چنانچہ شہادت کے وقت آپ سے کہا گیا کہ آپ کسی کو اپنا جانشین مقرر فرما دیں۔ تو آپ نے فرمایا:

"اگر آج ابوعبیدہ بن الجراحؓ زندہ ہوتے تو میں انہیں اپنا جانشین بناتا اور پھر جب اللہ تعالیٰ پوچھتا کہ انہیں کیوں اپنا جانشین بنایا تو میں کہتا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ کو یہ فرماتے سنا کہ ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے اور اس امت کا امین ابوعبیدہ ہے۔ اور اگر آج خالد بن ولیدؓ زندہ ہوتے تو میں انہیں اپنا جانشین بناتا ' اور اپنے اللہ کے حضور یہ کہتا 'میں نے خالدؓ کو اس لیے اپنا جانشین بنایا ہے کہ میں نے تیرے بندے اور خلیل جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ خالد اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے مشرکین پر سونتا ہے۔" (سیر اعلام النبلاء جلد 1 ص 372)

(سیدنا خالد بن ولیدؓ پیدائشی طور پر ایک جرنیل تھے۔ اللہ تعالیٰ نے جرنیلی کی تمام خوبیاں آپ کو ودیعت فرمائی تھیں۔ اسی وجہ سے زمانۂ جاہلیت میں بھی آپ نے کبھی کسی محاذ پر شکست کا منہ نہیں دیکھا، حریف کی ہر کمزوری سے فائدہ اٹھا کر آپ نے فتح کا علم بلند رکھا (صرف جنگ احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عبقریت کے مقابلہ میں آپ کی عبقریت شل اور ناکام ہوگئی' وگرنہ اور کسی جنگ میں آپ کو دشمن کے مقابلہ میں ناکام نہ ہونا پڑا' خواہ دشمن کی تعداد کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہوتی۔ آپ جب بھی دشمن کا مقابلہ کرتے تو راتوں کو اٹھ اٹھ کر اس کی شکست اور ہزیمت کی تدابیر سوچتے رہتے اور آخر کار حریف کو شکست سے دوچار ہونا ہی پڑتا۔)

Marfat.com

مدت سے یہ خواہش تھی کہ ایسے عبقری اور نابغہ روزگار شخصیت کے بارہ میں کچھ تفصیل سے لکھا جائے' لیکن ہر کام اپنے وقت پر ہوتا ہے۔ چنانچہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور آپ خلفائے راشدین کی سیرت پر مستقل کتابیں لکھنے سے جب فراغت ہوئی تو تاریخ کے منتشر اوراق میں سے آپ کی سیرت کا مواد اس کتاب میں اکٹھا کر دیا گیا ہے اور آپ کی زندگی سے متعلق واقعات تلاش کر کے ان اوراق میں جمع کر دیے گئے ہیں۔ امید ہے کہ آپ کی سیرت پر یہ کتاب قارئین کو پسند آئے گی اور ان واقعات کو پڑھ کر جو اس کتاب میں جمع کر دیے گئے ہیں' قارئین کرام آپ کی شخصیت و عبقریت سے بخوبی آشنا ہوں گے۔ وما توفیقی الا باللہ

طالب دعا:

(حکیم) محمود احمد ظفر۔ سیالکوٹ

11 اکتوبر 2003ء

Marfat.com

Marfat.com

سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ

نام ونسب

سیدنا خالد بن ولیدؓ کا تعلق بنو مخزوم سے تھا۔ ان کا نام ونسب حسب ذیل ہے:
خالد نام' ابو سلیمان کنیت' سیف اللہ لقب۔ سلسلہ نسب یہ ہے:
خالد بن ولید بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم۔ ماں کا نام لبابہ تھا۔ یہ ام المومنین سیدہ میمونہؓ کی قریبی عزیزہ تھیں۔ حافظ ذہبیؒ نے لکھا ہے کہ ان کی والدہ سیدہ میمونہ ام المومنینؓ کی ہمشیرہ تھیں اور اس کا نام لبابتہ الصغریٰ حاکم نے لبابتہ الکبریٰ نقل کیا ہے۔ اصل نام عصماء تھا بنت الحارث کی سگی بہن تھیں۔
(تہذیب الکمال فی اسماء الرجال جلد 8 ص 186 ' سیر اعلام النبلاء جلد 1 ص 366)
امام ذہبیؒ نے ان کا ذکر نہایت اعلیٰ القاب سے کیا ہے:
"سیف اللہ تعالیٰ. فارس الاسلام' لیث المشاھد' السید الامام' الامیر الکبیر' قائد المجاھین ابو سلیمان القرشی المخزومی المکی" (سیر اعلام النبلاء جلد 1 ص 366)
سیدنا خالدؓ کا خاندان زمانہ جاہلیت سے معزز چلا آ رہا تھا۔ قریش نے مختلف خاندانوں میں عہدے تقسیم کیے ہوئے تھے۔ خالد بن ولیدؓ کے خاندان میں قبہ اور اعنہ یعنی فوج کی سپہ سالاری اور فوجی کیمپ کے انتظام کا عہدہ تھا اور بعثت نبوی کے وقت سیدنا خالدؓ اس معزز عہدہ پر فائز تھے۔ چنانچہ صلح حدیبیہ کے موقع پر قریش کا جو دستہ مسلمانوں کی

Marfat.com

نقل و حرکت کا پتہ لگانے آیا تھا" اس دستہ کی کمان سیدنا خالد بن ولیدؓ کے ہاتھ میں تھی۔

(نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مکہ کی تیرہ سالہ زندگی میں کوئی ایسا واقعہ نظر نہیں آتا جس میں سیدنا خالدؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس طرح مخالفت کی ہو جس طرح اور سرداران مکہ نے کی تھی) لہٰذا تاریخ کے صفحات میں یہ گوشہ خمولت میں ہیں۔ جنگ بدر میں بھی ان کی کوئی خاص فعالیت نظر نہیں آتی ' لیکن جنگ احد میں سیدنا خالدؓ ہی تھے جنہوں نے قریش کی شکست کو ظاہری طور پر فتح میں بدل دیا تھا۔ اگرچہ یہ قریش کی فتح اور مسلمانوں کی شکست نہیں تھی لیکن قریش یہی گمان کرتے تھے کہ ہم نے فتح حاصل کر لی ہے اور جنگ بدر کے اپنے مقتولین کا بدلہ لے لیا ہے۔

غزوہ احد اور سیدنا خالدؓ

غزوہ بدر میں قریش مکہ کو مسلمانوں کے ہاتھوں شکست کی صورت میں جو صدمہ اٹھانا پڑا' غزوہ احد اس کی ایک صدائے بازگشت تھی۔ بدر کے چرکے کا زخم کسی طور ان کے دلوں سے مندمل نہیں ہو رہا تھا۔ ان کے سینے غیظ و غضب سے کھول رہے تھے اور ان کی شدت غم میں کوئی افاقہ نہیں ہوا تھا اور بدر کا یہ غم وہ فراموش بھی کیسے کر سکتے تھے کیونکہ ان کے سرکردہ اشخاص اور بڑے بڑے سردار مسلمانوں کی تلواروں کا لقمہ اجل بنے تھے' جن کی یاد میں قریش کی عورتیں نوحہ و ماتم کی ممانعت کے باوجود ہر لحہ مصروف گریہ تھیں۔ مکہ کا کوئی گھر ایسا نہ تھا جس کا کوئی نہ کوئی فرد بدر میں مسلمانوں کی تلواریں چاٹ نہ گئی ہوں۔

ہر گھر سے انتقام انتقام کی صدائیں بلند ہو رہی تھی اور ان آوازوں نے مکہ کی قیادت کو انتقام لینے پر مجبور کر دیا۔ چنانچہ بڑے زور و شور سے اس انتقامی جنگ کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔ مردوں کے اس جوش و خروش کو دیکھ کر جوش انتقام میں قریشی عورتیں بھی ساتھ جانے کے لیے مصر ہوئیں۔ چنانچہ تین ہزار افراد پر مشتمل ایک لشکر تیار ہو گیا۔ اس لشکر میں پندرہ عورتیں بھی تھیں۔ تین ہزار اونٹ' سات سو زرہ پوش' دو سو گھوڑے اور ہر قسم کا اسلحہ ان کے پاس تھا اور پورے لشکر کی کمان ابو سفیان کو سونپی گئی اور رسالہ کی کمان خالد بن ولیدؓ کو دی گئی اور عکرمہ بن ابی جہل کو ان کا معاون بنایا گیا۔

اگرچہ اس لشکر کی تیاری اور روانگی بڑی راز داری کے ساتھ ہوئی یہاں تک کہ

Marfat.com

مدینہ کی ریاست کے خفیہ اطلاعاتی نظام کو بھی اس بارہ میں بالکل خبر نہ ہوئی۔ مکہ میں عباس بن عبدالمطلب قریش کی اس ساری نقل و حرکت پر پوری چابک دستی اور گہرائی سے نظر رکھے ہوئے تھے لہٰذا انہوں نے ایک قاصد کے ذریعہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان تمام حالات سے مطلع کر دیا۔ قاصد نے پانچ سو کلومیٹر کا فاصلہ صرف تین دن میں طے کر کے سیدنا عباسؓ کا خط حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش کے لشکر کی روانگی کا پتہ چلا تو انہوں نے فوراً حفاظتی انتظامات کرنے شروع کر دیے۔ کچھ صحابہ کرامؓ تمام رات باب رسالت پر پہرہ دیتے رہے۔ شہر کے اطراف و جوانب میں بھی پہرے بٹھا دیے گئے۔ (طبقات ابن سعد جلد 2 ص 25-26) کچھ دستے دشمن کی نقل و حرکت کا پتہ لگانے کے لیے ان راستوں پر گشت کرنے لگے جن سے مدینہ میں داخل ہوا جا سکتا تھا۔ قریش کے اس لشکر نے کوہ احد کے قریب مدینہ کے شمال میں وادی قنات کے کنارے پڑاؤ ڈال دیا۔ یہ 6 شوال سنہ 3 ہجری کا واقعہ ہے۔

اب مدینہ کے ذرائع اطلاعات ایک ایک منٹ کی خبر مدینہ پہنچا رہے تھے یہاں تک کہ مکی لشکر کے پڑاؤ کی آخری خبر بھی سرکار دو عالم ﷺ کو پہنچا دی گئی۔ نماز جمعہ میں آپؐ نے جہاد کے موضوع پر تقریر فرمائی جس سے مسلمانوں کے جہاد کے جذبات کو ولولہ تازہ ملا۔ نماز جمعہ کے بعد سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اپنے راحت کدہ پر تشریف لے گئے۔ سیدنا ابوبکرؓ اور سیدنا عمرؓ دونوں آپ کے ساتھ تھے۔ ان دونوں نے وہاں آپ کو عمامہ بندھوایا اور پوشاک زیب تن کروائی۔ پھر دو زرہیں پہنیں۔ پشت مبارک کو چمڑے کے پٹکے سے کسا اور لوگوں کے سامنے اس حالت میں تشریف لائے کہ گردن کے ایک طرف تلوار کا پرتلہ تھا اور دوسری طرف کمان' پشت پر ترکش اور دست مبارک میں نیزہ۔ (سیرۃ حلبیہ جلد 2 ص 14 ' طبقات ابن سعد جلد 2 ص 26-27) سر پر اس وقت عمامہ تھا لیکن میدان جنگ میں جب آپ صفیں درست فرما رہے تھے تو خود بھی سر مبارک پر تھا اور اس کے ساتھ مغفر بھی تھا۔ (طبقات ابن سعد جلد 2 ص 27)۔

مختصر یہ کہ اسلامی لشکر بھی نماز عصر کے بعد کوچ کر کے میدان احد میں پہنچ گیا۔ آپؐ نے اپنے لشکر کی صف بندی فرمائی۔ پچاس ماہر تیر اندازوں کا ایک دستہ وادی قنات کے جنوبی کنارے پر واقع ایک چھوٹی سی پہاڑی پر متعین فرمایا اور اسے ہدایت فرمائی

کہ عقب سے قریش کے حملہ کو روکنا ہے اور اگر ہم کو مشرکین پر غالب ہوتے دیکھو تب بھی یہاں سے نہ ہٹنا اور اگر مشرکین کو ہم پر غالب دیکھو تب بھی اس جگہ سے سرک کر ہماری مدد کے لیے نہ آنا۔ (بخاری جلد 1 ص 426)

غزوہ بدر میں تین سو تیرہ کا مقابلہ 950 سے تھا یعنی وہاں ایک اور تین کی نسبت تھی لیکن اس غزوہ میں سات سو کا مقابلہ بتیس سو سے تھا یعنی ایک اور پانچ کا مقابلہ تھا۔ دشمن کی فوج میں تین ہزار اونٹ اور دو سو گھوڑے تھے جب کہ مسلمانوں کا یہ سفر پا پیادہ ہوا تھا' لہٰذا اونٹ تو ایک بھی نہیں تھا۔ گھوڑے ابن سعد کی روایت کے مطابق صرف دو تھے۔ (طبقات ابن سعد جلد 2 ص 32) اور حافظ ابن قیمؒ کی روایت کے مطابق پچاس تھے۔ (زادالمعاد جلد 2 ص 118 ' فتح الباری جلد 7 ص 370) دشمن کی فوج میں سات سو زرہ پوش تھے جب کہ اسلامی لشکر میں صرف ایک سو زرہ پوش تھے اور پچاس تیر انداز تھے' اس وجہ سے دفاعی منصوبہ بندی بڑی باریک بینی سے کی گئی' جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عسکری عبقریت کا پتا چلتا ہے۔

غرض کہ دونوں طرف سے جنگ کا آغاز ہوا۔ مسلمانوں کی بے پناہ یلغار سے دشمن کی صفوں میں بھگدڑ مچ گئی۔ کچھ مسلمان بھاگتے ہوئے دشمن کے تعاقب میں تھے اور کچھ اس کا مال اکٹھا کر رہے تھے۔ دشمن کو کافی دور تک چھوڑ کر تعاقب کرنے والے بھی واپس آ کر مال غنیمت اکٹھا کرنے میں مصروف ہو گئے۔

ایک خوفناک غلطی

اس مرحلے پر مسلمانوں سے ایک خوفناک غلطی سرزد ہو گئی یعنی وہ پچاس تیر انداز جنہیں پہاڑ پر متعین کیا گیا تھا' اپنے اس درہ کو چھوڑ کر مال غنیمت اکٹھا کرنے میں مصروف ہو گئے اور خالد بن ولیدؓ نے درہ کو خالی دیکھ کر عقب سے مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اب مسلمانوں میں بھگدڑ مچ گئی۔ اسی بھگدڑ میں سیدنا حذیفہؓ کے والد یمانؓ خود مسلمانوں کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ دشمن کا سارا زور ذات نبوت کی طرف تھا کیونکہ دشمن کو معلوم ہو گیا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو آواز دی: ''اے اللہ کے بندو! ادھر آؤ۔'' مسلمانوں کے آپ کے پاس آنے سے پہلے

Marfat.com

قریش مکہ نے آپ کو اپنے نرغہ میں لے لیا اور اس نور الٰہی کو بجھانے کی کوشش کرنے لگے۔ مسلمانوں نے آپ کی جب یہ آواز سنی تو سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لیے آپ کے گرد اکٹھے ہو گئے۔ ہر مسلمان اس وقت اپنی بہادری کے جوہر دکھا رہا تھا' لیکن سیدنا طلحہؓ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آنے والے تیروں کو اپنے سینہ پر لے رہے تھے' چنانچہ سیدنا ابو بکرؓ جب جنگ احد کا تذکرہ فرماتے تو کہتے یہ جنگ ساری کی ساری طلحہؓ کی تھی۔ (کان ذالک الیوم کله لطلحة)
(فتح الباری جلد 7 ص 278)

سیدنا ابو بکرؓ یہ بھی فرماتے کہ ہم نے احد کے دن طلحہؓ کے جسم پر ستر (70) سے زیادہ زخم دیکھے۔ (فتح الباری جلد-7 ص 367) صحابہ کرامؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت میں اپنی جانوں کی مطلقاً پروا نہ کی' لیکن اس کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ زخمی ہو گیا اور خود کی دو کڑیاں آنکھ کے نیچے رخسار مبارک میں دھنس گئیں جن کو سیدنا ابو عبیدہ بن الجراحؓ نے اپنے دانتوں سے نکالا جس سے ان کے دو دانت ٹوٹ گئے۔ (زاد المعاد جلد 2 ص 95)

مسلمانوں نے قریش مکہ کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور دشمن پھر بھاگنے پر مجبور ہو گیا۔ قریش کے لشکر نے جب واپسی کی تیاری کر لی تو ابو سفیانؓ نے پہاڑ پر چڑھ کر آواز دی: "کیا تم لوگوں میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) زندہ ہیں؟" آپ نے فرمایا: "کوئی اس آواز کا جواب نہ دے۔" جب کوئی جواب نہ آیا تو اس نے پھر یہ آواز دی: "کیا تم میں ابن ابی قحافہ (سیدنا ابو بکرؓ) زندہ ہیں؟" آپ نے پھر فرمایا: "کوئی جواب نہ دے۔" جب کوئی جواب نہ آیا تو اس نے پھر یہ آواز دی: "کیا تم میں عمر بن خطابؓ زندہ ہیں؟" آپ نے اس کا جواب دینے سے بھی روک دیا۔ جب کوئی جواب نہ آیا تو ابو سفیان نے اپنے ساتھیوں سے خوش ہو کر کہا: "یہ سب قتل ہو گئے ہیں۔ اگر زندہ ہوتے تو ضرور جواب دیتے۔ اب اس نے خوشی سے نعرہ لگایا:

اعل هبل "ہبل کی جے ہووے"

رسول اللہ ﷺ سے سیدنا عمرؓ نے عرض کی: "یا رسول اللہ! اب خاموش نہیں رہا جاتا۔" آپ نے فرمایا: "اچھا' تم اس کا جواب دو۔ سیدنا عمرؓ نے ابو سفیان کے نعرہ کے

Marfat.com

جواب میں کہا:

اللّٰہ اَعلیٰ و اجل "اللہ سب سے اعلیٰ اور برتر ہے۔"

پھر ابوسفیان نے اس کے جواب میں کہا:

لنا عزیٰ ولا عزیٰ لکم

"ہمارے لیے عزیٰ ہے اور تمہارے پاس کوئی عزیٰ نہیں۔"

سیدنا عمرؓ نے اس کے جواب میں کہا:

اللّٰہ مولانا ولا مولیٰ لکم

"اللہ ہمارا مولیٰ ہے اور تمہارا کوئی مولیٰ نہیں۔"

(تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو بخاری جلد 2 ص 579 ' فتح الباری جلد 7 ص 272 ' زرقانی جلد 2 ص 37 ' زاد المعاد جلد 2 ص 94 ' سیرۃ ابن ہشام جلد 2 ص 93-94 ' عیون الاثر جلد 2 ص 29)

مسلمانوں کو جب یہ معلوم ہوگیا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں تو ان کی ہمتیں جوان اور ارادے مصمم ہوگئے۔ مسلمانوں کے لشکر نے ایک مرتبہ پھر منظم ہونا شروع کیا گویا خالد بن ولیدؓ کی عسکری عبقریت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عسکری عبقریت کے سامنے ناکام ہوگئی۔ (فشلت عبقریۃ خالد امام عبقریۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) اب انہوں نے اپنی منتشر قوتوں کو سمیٹ کر اس جوش و خروش کے ساتھ قریش کے لشکر پر حملہ کیا کہ وہ سر پر پاؤں رکھ کر بھاگنے کے لیے مجبور ہوگیا۔ قریش کو جب بھاگتے دیکھا تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ان کا تعاقب کون کرے گا؟" ستر صحابہ کرامؓ نے اپنے نام پیش کیے۔ امام بخاریؒ نے ان میں سیدنا ابوبکرؓ اور سیدنا زبیر بن عوامؓ کے ناموں کی تصریح کی ہے۔ (بخاری جلد 2 ص 584)

معاہدہ حدیبیہ اور سیدنا خالدؓ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ آئے چھ سال ہوگئے تھے کہ اپنے ایک خواب کے تحت آپ یکم ذی قعدہ سنہ 6 ہجری کو 15 سو صحابہ کرامؓ کی معیت میں عمرہ کی نیت سے مکہ روانہ ہوگئے۔ آپ کا چونکہ جنگ کا کوئی ارادہ نہیں تھا اس لیے

Marfat.com

جب آپ عذیر اشطاط پہنچے تو بنوخزاعہ کا ایک جاسوس آگے بھیج دیا تاکہ وہ قریش کے عزائم کی خبر لائے۔ لیکن جب آپ عسفان کے قریب پہنچے تو اس جاسوس نے آ کر بتایا کہ میں کعب بن بصری (قبیلہ) کو اس حالت میں چھوڑ کر آ رہا ہوں کہ انہوں نے آپؐ سے مقابلہ کرنے کے لیے حلیف قبائل کو جمع کر رکھا ہے۔ ان کے علاوہ کچھ اور لوگ بھی اکٹھے کر رکھے ہیں اور وہ آپ کو داخل نہ ہونے دیں گے۔ یہ بھی اس نے بتایا کہ خالد بن ولید بطور مقدمۃ الجیش (ہراول دستہ) کے دوسو سواروں کو لے کر غمیم کے مقام پر پہنچ گئے ہیں۔ یہ مقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑاؤ سے 8 میل کی مسافت پر تھا۔ یہ اطلاع ملنے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"قریش پر افسوس' وہ جنگوں میں تباہ ہوگئے مگر پھر بھی عقل ٹھکانے نہیں آئی۔ اگر وہ مسلمانوں اور تمام عرب زائرین کو طواف اور زیارت کعبہ سے نہ روکتے تو ان کا کیا بگڑتا۔"

قریش کے اس رویہ سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑا دکھ ہوا' چنانچہ آپ نے صحابہ کرامؓ سے مشورہ کیا۔ سیدنا صدیق اکبرؓ نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا: "یا رسول اللہ! ہم تو صرف عمرہ کے لیے آئے ہیں' کسی سے جنگ کرنے اور لڑنے نہیں آئے' البتہ جو ہمیں بیت اللہ جانے سے روکے گا اس سے ضرور جنگ کریں گے۔" آپ نے یہ سن کر فرمایا: "تب چلو اور آپ نے سفر جاری رکھا' لیکن اپنا راستہ بدل دیا اور کراع الغمیم کی شاہراہ چھوڑ کر ایک پرپیچ راستہ اختیار کیا جو پہاڑی راستوں سے ہو کر گزرتا تھا۔ اس راستہ کو اختیار کرنے کا یہ فائدہ ہوا کہ وادی غمیم کا وہ مرکزی راستہ جو تنعیم سے گزر کر حرم تک جاتا تھا اور جس پر خالد بن ولیدؓ اپنا دستہ لیے بیٹھے تھے' بائیں جانب رہ گیا۔ خالدؓ کو جب مسلمانوں کے اس راستہ کی تبدیلی کا علم ہوا تو انہوں نے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور فوری طور پر مکہ جا کر قریش مکہ کو اس نئی صورت حال سے آگاہ کیا اور ان سے نئی ہدایات لینی چاہیں۔

مختصر یہ کہ سہیل بن عمرو کی کوششوں سے قریش اور مسلمانوں کے درمیان ایک معاہدہ طے پا گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بغیر عمرہ ادا کیے واپس مدینہ طیبہ چلے گئے اور آئندہ سال انہی صحابہ کرامؓ کو ساتھ لے کر عمرہ ادا فرمایا۔ معاہدہ حدیبیہ میں سیدنا خالد بن ولیدؓ کا صرف اتنا ہی کردار نظر آتا ہے کہ وہ قریش کے اس دستہ کا کمانڈر تھا جو مسلمانوں

Marfat.com

کی نقل و حرکت کا پتہ لگانے کے لیے آیا تھا۔ (بخاری جلد 1 ص)

سیدنا خالد بن ولیدؓ کا قبول اسلام

7 ہجری میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم عمرة القضاء کی ادائیگی کے بعد مدینہ طیبہ واپس لوٹ آئے لیکن مکہ کے تین روز قیام میں جو اثرات آپؐ اور آپؐ کے صحابہ کرامؓ نے اہل مکہ کے دلوں پر چھوڑے ان کے نتائج جلد برآمد ہونے لگے۔ چنانچہ قریش کے جانباز خالد بن ولیدؓ نے جو فن سپاہ گری میں بے مثل و بے نظیر تھے اور جنہوں نے غزوہ احد کی لڑائی کا نقشہ بدل کر رکھ دیا تھا' قریش کے عام اجتماع میں یہ اعلان کر دیا۔

"سنو! ہر ذی عقل شخص پر یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو جادوگر ہیں اور نہ ہی شاعر۔ ان کا کلام رب العالمین کا کلام ہے' لہٰذا ہر ذی شعور کا یہ فرض ہے کہ وہ آپؐ کی اتباع کرے۔"

جس اجتماع میں سیدنا خالد بن ولیدؓ نے یہ بات کہی تھی اس میں ابو جہل کا بیٹا عکرمہ بھی موجود تھا۔ وہ خالدؓ کا جانی دوست تھا' لیکن معاملہ عقیدہ کا تھا۔ اس نے فوراً اٹھ کر خالدؓ کی مخالفت کی اور کہا: "ہم کبھی یہ تصور نہیں کر سکتے تھے کہ تم اسلام کے گرویدہ ہو جاؤ گے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے والد' تمہارے چچا اور تمہارے دوسرے اعزاء و اقرباء کو قتل کروایا تھا۔ اگر میں تمہاری جگہ ہوتا تو ایسے خیالات کا کبھی بھی اظہار نہ کرتا' لیکن خالدؓ کا ایک ہی جواب تھا کہ "عکرمہ! تمہاری بات جاہلیت کی پرستاری ہے۔ مجھ پر حقیقت منکشف ہو چکی ہے' لہٰذا میں مسلمان ہو گیا ہوں اور اسلام کو دل سے قبول کر لیا ہے۔"

خالد کے اس بیان نے مکہ میں ہلچل مچا دی۔ خالد کوئی معمولی شخص نہیں تھے۔ ایک رئیس کے بیٹے اور خود ایک بہترین سپہ سالار تھے جس نے پوری زندگی کبھی شکست کا منہ نہیں دیکھا تھا۔ ان کی یہ ساری خوبیاں قریش کے دل و دماغ میں تھیں۔ چنانچہ ابو سفیان کو جب خالد کے خیالات کا پتہ چلا تو انہوں نے اسے اپنے ہاں بلا کر پوچھا: "کیا تم واقعی مسلمان ہو گئے ہو؟" خالدؓ نے کہا: "میں واقعی اسلام کا گرویدہ ہو گیا ہوں۔" یہ سننا تھا کہ ابو سفیان اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ ان پر پل پڑا' لیکن اتفاق سے عکرمہ بن ابی جہل بھی وہاں موجود تھا۔ اس نے ابو سفیان کا دامن کھینچتے ہوئے کہا:

Marfat.com

''ابو سفیان! خدا کی قسم' جس خطرہ کا تمہیں ڈر ہے اس سے میں بھی خائف ہوں۔ ورنہ خالد کی طرح میں بھی وہی کہتا اور ان کے دین کو دل و جان سے قبول کر لیتا۔ مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں ایک سال کے اندر اندر مکہ کے سب لوگ دین محمد کو قبول نہ کر لیں۔''

ابو سفیان یہ بات سن کر خاموش ہوگیا اور اس نے خالد بن ولیدؓ سے کوئی تعرض نہ کیا۔''

ملاحظہ فرمائیں کہ سیدنا خالد بن ولیدؓ فن سپہ گری میں نہایت ماہر' جاہلیت میں بھی کبھی جنگ میں شکست سے دو چار نہیں ہوئے۔ کئی لڑائیاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف لڑ چکے تھے' لہٰذا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگی مہارت سے متاثر ہو کر حلقۂ اسلام میں داخل نہیں ہوئے۔ یہ صرف اور صرف اسلام کی دعوتی قوت اور نبوی اخلاق کا اثر تھا کہ خالد بن ولیدؓ جیسا شخص اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ چنانچہ خود بیان کرتے ہیں کہ میں اسلام کا گرویدہ کیسے ہوا حالانکہ میرے دل میں اسلام کے خلاف سخت نفرت اور دشمنی کے جذبات موج زن تھے۔

فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے میری بھلائی کا ارادہ فرمایا تو اس نے میرے دل میں اسلام کی محبت اور شیفتگی ڈال دی۔ ایک روز اچانک میرے دل میں یہ خیال آیا کہ جس جنگ میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف قریش مکہ کے ساتھ جاتا ہوں اور پھر واپس آتا ہوں تو واپسی پر میرے دل کی ایک عجیب کیفیت ہوتی ہے۔ میرا دل مجھے ملامت کرتے ہوئے کہتا ہے: ''خالد! تیری یہ تمام کوششیں اور یہ تمام تگ و دو بالکل بے سود اور لاحاصل ہے۔ بلا شک و شبہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ضرور غالب ہوں گے۔ چنانچہ حدیبیہ کے موقع پر میں قریش کے سواروں میں سے تھا۔ میں نے مقام عسفان میں آپ کو دیکھا کہ آپؐ اپنے ساتھیوں کے ساتھ صلوٰۃ الخوف پڑھ رہے تھے۔ میں نے ارادہ کر لیا کہ نماز کی حالت میں آپ پر حملہ کروں لیکن آپ میرے اس ارادہ سے آشنا ہوگئے اور میں آپ پر حملہ نہ کرسکا۔ اس وقت میرے قلب و ذہن نے مجھے بتایا کہ یہ شخص من جانب اللہ ہے۔ چنانچہ میں نامراد واپس لوٹا۔''

جب آپ حدیبیہ میں قریش سے صلح کا معاہدہ کر کے واپس ہوئے تو میں نے کہا کہ قریش کی تمام سطوت و شوکت خاک میں مل گئی اور شاہ حبشہ تک آپ کا مطیع و منقاد ہو چکا ہے اور آپ کے ساتھی نجاشی کے پاس نہایت امن و امان کی زندگی بسر کر رہے

Marfat.com

ہیں۔ میں بہت پریشان تھا کہ کیا کیا جائے۔ ایک خیال آیا کہ ہرقل شاہ روم کے پاس جا کر نصرانی ہو جاؤں اور شاہان عجم کے تابع ہو کر اپنی زندگی کے دن گزاروں۔ پھر خیال آیا کہ چند روز اپنے وطن ہی میں رہ کر دیکھوں کہ پردۂ غیب سے کیا ظاہر ہوتا ہے۔ اسی خیال میں تھا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم عمرۃ القضاء کے لیے مکہ تشریف لائے۔ میں اس وقت مکہ سے باہر نکل گیا اور ادھر ادھر چھپ گیا۔ آپ جب عمرۃ القضاء سے فارغ ہوئے تو میرا بھائی ولید بن ولید جو آپ کے ہمراہ تھا' مجھے تلاش کرنے لگا' لیکن میں تلاش کے باوجود اسے نہ ملا کیونکہ میں روپوش تھا۔ بعدازاں میرے بھائی نے مجھے اس مضمون کا ایک خط لکھا کہ:

''میں نے اس سے زیادہ حیرت زدہ اور تعجب خیز بات نہیں دیکھی کہ تیری رائے اسلام جیسے پاکیزہ اور عمدہ دین کے قبول کرنے سے ابھی تک ابا کر رہی ہے حالانکہ تیری عقل تیری عقل ہے (یعنی تو نہایت عقل مند آدمی سمجھا جاتا ہے) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرا حال دریافت فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ خالد کہاں ہے؟ میں نے بارگاہ نبوت میں عرض کیا: ''یا رسول اللہ! عنقریب اللہ تعالیٰ اسے آپ کے پاس لے کر آئے گا۔'' آپؐ نے بھی مجھے فرمایا کہ تعجب ہے کہ اس جیسا عقل مند اور زیرک انسان ابھی تک اسلام سے ناآشنا ہے۔ آپؐ نے یہ بھی فرمایا: ''اگر خالد اہل اسلام کے ساتھ مل کر دین حق کی مدد کرتا اور اہل شرک و باطل کا خاتمہ کرتا تو یہ اس کے لیے کہیں بہتر ہوتا اور ہم اس کو دوسروں پر مقدم رکھتے۔'' پس اے میرے بھائی! تجھ سے یہ بہترین مواقع ضائع ہو گئے' تو ان کی تلافی کر۔ ابھی تلافی اور تدارک کا وقت ہے۔''

خالد بن ولیدؓ فرماتے ہیں کہ جب میرے بھائی کا یہ خط میرے پاس پہنچا تو میں نے اسلام کے بارے میں اب اور انداز سے سوچنا شروع کیا' اور اسلام سے میری رغبت اور محبت میں اضافہ ہوا اور سفر ہجرت کا ایک خاص سرور اور نشاط دل میں پیدا ہو گیا۔ اور خط میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے بارے میں جو ریمارکس دیے تھے انہوں نے مجھے ایک خاص خوشی اور مسرت عطا کی۔ چنانچہ میں نے اسباب سفر مہیا کر کے مدینہ

Marfat.com

منورہ جانے کا ارادہ کیا اور میں نے چاہا کہ کوئی اور بھی میرا رفیق سفر ہو جائے۔ میں نے صفوان بن امیہ سے ملاقات کی اور اسے کہا کہ تم دیکھتے ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب وعجم پر غلبہ حاصل کرلیا ہے۔ اگر ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر ان کا اتباع کرلیں تو یہ ہمارے لیے بہت بہتر ہوگا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف ہمارا شرف ہوگا۔ صفوان نے میری بات سن کر نہایت سختی سے انکار کر دیا' اور یہ کہا کہ اگر تمام روئے زمین پر میرے سوا کوئی بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع سے باقی رہے تو میں پھر بھی آپ کے دین کو قبول نہیں کروں گا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ اس کے یہ جذبات صرف اس وجہ سے ہیں کہ اس کا باپ اور بھائی جنگ میں مارے گئے ہیں۔ بعدازاں میں عکرمہ بن ابی جہل سے ملا اور اس سے بھی وہی کہا جو میں نے صفوان بن امیہ سے کہا تھا۔ لیکن اس نے بھی اتنی ہی درشتی سے جواب دیا جو صفوان نے دیا تھا۔ میں ان دونوں سے ناامید ہو کر سیدھا اپنے گھر گیا۔ اونٹنی کو تیار کیا اور زاد راہ ساتھ لیا اور خیال کیا کہ چلو عثمان بن طلحہ سے ملاقات کرلوں۔ وہ میرا بڑا اچھا دوست ہے' لیکن مجھے یاد آیا کہ اس کا باپ دادا بھی قتل ہوئے ہیں' لہٰذا متردد ہوگیا کہ عثمان سے اپنے خیالات کا ذکر کروں یا نہ کروں۔ چنانچہ میں عثمان بن طلحہؓ کے پاس گیا اور اس سے بھی وہی کچھ کہا جو میں صفوان اور عکرمہ سے کہہ چکا تھا۔ عثمان بن طلحہ نے میری بات کو قبول کرلیا اور کہا کہ میں بھی آپ کے ساتھ مدینہ چلتا ہوں۔ تم چلو میں اور مقام یاجج میں تم سے آملوں گا۔ اگر تم وہاں پہلے پہنچ جاؤ تو وہاں میرا انتظار کرنا۔

خالد بن ولیدؓ کہتے ہیں کہ مقام یاجج پر مجھے عثمان بن طلحہ مل گئے۔ صبح سویرے ہم وہاں سے مدینہ منورہ کے لیے روانہ ہوئے۔ جب مقام ہدہ پر پہنچے تو عمرو بن العاص سے ملاقات ہوگئی۔ وہ بھی اسلام لانے کے ارادہ سے مدینہ جا رہے تھے۔ عمرو بن العاص نے ہمیں دیکھ کر نہایت خوشی کا اظہار کیا اور ہم نے عمرو بن العاص سے پوچھا کہ کہاں کا ارادہ ہے؟ وہ بولے: ''اسلام میں داخل ہونے کے لیے مدینے جا رہا ہوں۔'' ہم نے کہا: ''ہم بھی اسی لیے مدینہ جا رہے ہیں۔'' (البدایہ والنہایہ جلد 4 ص 238-239)

عمرو بن العاص کا بیان ہے کہ میں اسلام میں داخل ہونے کے لیے جب ہدہ کے مقام پر پہنچا تو وہاں دو آدمیوں سے میری ملاقات ہوئی۔ ان میں سے ایک خالد بن

Marfat.com

ولید تھے۔ میں نے پوچھا: ''کہاں کا ارادہ ہے؟'' خالد نے جواب دیا:

دخل الناس فی الاسلام فلم یبق احد به طعم

''لوگ اسلام میں داخل ہوگئے اور کوئی صاحب ذوق شخص باقی نہیں رہا جو اسلام میں داخل نہ ہوا ہو۔'' (بیہقی عن طریق الواقدی)

چنانچہ یہ تینوں جو قریش میں نہایت اہم شخصیتیں سمجھی جاتی تھیں' سفر کی منزلیں طے کرتے کرتے مدینہ منورہ داخل ہوئے اور اپنی سواری کے اونٹ مقام حرہ پر بٹھلائے۔ خالد کہتے ہیں کہ کسی شخص نے ہماری خبر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچائی۔ آپ ہماری آمد سے نہایت خوش ہوئے۔ میں نے عمدہ کپڑے زیب تن کیے اور آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہونے کے لیے چلا۔ مجھے میرا بھائی ولید مل گیا۔ اس نے کہا جلدی چلو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمہارے آنے کی خبر مل گئی ہے اور وہ تمہارے منتظر ہیں۔ ہم تیزی کے ساتھ چلے اور آپؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جونہی مجھے دیکھا تو تبسم فرمایا۔ میں نے کہا: ''السلام علیک یا رسول اللہ!'' آپ نے نہایت خندہ پیشانی سے میرے اس سلام کا جواب دیا۔ میں نے کلمہء شہادت پڑا۔ آپ نے فرمایا: ''قریب ہو جاؤ۔'' پھر فرمایا:

''حمد ہے اس ذات کی جس نے تجھے اسلام کی توفیق ارزانی فرمائی۔ میں دیکھتا تھا کہ تو صاحب فہم و دانش ہے اور مجھے پوری امید تھی کہ وہ عقل و دانش تجھ کو بھلائی کی طرف ضرور لائے گی۔''

خالد بن ولید کہتے ہیں کہ میں نے بارگاہ نبوت میں عرض کی کہ آپ دیکھتے تھے کہ میں جنگوں میں آپ کے اور حق کے مقابلہ میں آپ کے سامنے آتا تھا جس سے بہت شرمندہ اور نادم ہوں' اس لیے آپ سے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ میری تمام خطاؤں کو معاف فرما دے۔ آپ نے مجھے تسلی دیتے ہوئے فرمایا:

''اسلام ان تمام خطاؤں اور گناہوں کو ختم کر دیتا ہے جو اس سے پہلے ہو چکے ہیں۔''

پھر آپؐ نے میرے لیے دعا فرمائی:

''اے اللہ! خالد بن ولیدؓ کی ان تمام خطاؤں کو معاف فرما دے جو اس نے اللہ

Marfat.com

کے راستہ سے روکنے کے لیے کی ہیں۔"

پھر میرے بعد عثمان بن طلحہؓ اور ان کے بعد عمرو بن العاصؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھ پر بیعت کی۔ (البدایہ والنہایہ جلد 4 ص 240)

سیدنا عمرو بن العاصؓ کا بیان ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہونے کے بعد سب سے پہلے خالد بن ولیدؓ نے بیعت کی پھر عثمان بن طلحہؓ نے اور پھر میں بیعت کے لیے آگے بڑھا تو اس وقت میری حالت یہ تھی کہ:

"خدا کی قسم! میں آپ کے سامنے بیٹھ تو گیا لیکن شرم و ندامت سے پانی پانی تھا۔ پیشانی پر ندامت کا پسینہ تھا۔ آنکھیں ندامت کے بوجھ سے جھکی ہوئی تھیں۔ بالآخر میں نے آپ کے دست مبارک پر بیعت کی اور آپ کی خدمت میں عرض کیا: "بیعت اس شرط پر کرتا ہوں کہ میری تمام گزشتہ خطائیں اور قصور معاف کر دیے جائیں۔" آپ کی شانِ کریمی نے میرے عرق انفعال کو موتی سمجھ کر چن لیا اور فرمایا: "عمرو! اسلام ان تمام گناہوں کو ختم کر دیتا ہے جو اسلام سے قبل کفر کی حالت میں کیے گئے ہوں۔ اسی طرح ہجرت بھی گناہوں کو ختم کر دیتی ہے (اور تم تینوں نے تو دونوں کام ہی کیے ہیں یعنی اسلام بھی لائے اور ہجرت بھی کی۔"

سیدنا عمرو بن العاصؓ فرماتے ہیں کہ "اللہ لم یزل ولا یزال کی قسم! جس روز ہم دائرہ اسلام میں داخل ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس روز سے ہر مہم میں میرے اور خالدؓ کے برابر اپنے اصحاب میں سے کسی کو نہیں سمجھا۔"

(البدایہ والنہایہ جلد 4 ص 238)

سیدنا عمرو بن العاصؓ فرماتے ہیں کہ میں اور خالدؓ اور عثمان بن طلحہؓ صفر 8 ہجری میں مشرف با سلام ہوئے۔ جب یہ تینوں حضرات حلقہ اسلام میں داخل ہو گئے تو آپؐ نے صحابہ کرامؓ کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا:

"مکہ نے اپنے جگر گوشوں کو ہمارے حوالے کر دیا۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر ایمان لانے کے بعد سیدنا خالدؓ مستقل طور پر مدینہ طیبہ میں قیام پذیر ہو گئے گویا ایمان لانے کے ساتھ مہاجر بھی ہو گئے۔

Marfat.com

غزوۂ موتہ میں شرکت

جیسا کہ بتایا گیا کہ بعثت نبویؐ کے وقت خالدؓ اپنے خاندانی عہدہ پر فائز تھے۔ اسلام لانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس اعزاز کو برقرار اور قائم رکھا۔ سیدنا خالد بن ولیدؓ زمانہ جاہلیت میں بھی ایک زبردست جرنیل اور کماندار تھے۔ پوری زندگی انہوں نے کبھی شکست اور ناکامی کا منہ نہیں دیکھا۔ ہر معاملہ میں پرعزم اور باہمت تھے۔ جب تک اسلام نہیں لائے تھے مسلمانوں کے لیے ایک مستقل خطرہ تھے۔ جنگ احد میں انہوں نے ہی اپنی جنگی ترکیب سے قریش کی شکست فاش کو فتح میں تبدیل کر دیا تھا' لیکن مقابل میں چونکہ نبوت تھی لہٰذا خالدؓ کی عبقریت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبقریت کے سامنے ناکام اور شل ہوگئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی ان خوبیوں سے آشنا تھے' لہٰذا اسلام لانے کے بعد مشرکین کے لیے باعث خطرہ بن گئے اور اسلامی فتوحات میں ان کی وجہ سے کافی مدد ملی اور مشرکین کے ساتھ ہر معرکہ میں ان کی بے پناہ تلوار اہل کفر و شرک کا شیرزاہ بکھیرتی رہی جس کی تفصیل آئندہ صفحات میں بیان ہوگی۔

موتہ (میم پر پیش اور واؤ ساکن) شام میں بلقاء کے قریب ایک آبادی کا نام ہے۔ اس جگہ سے بیت المقدس دو مرحلے پر واقع ہے۔ یہ جنگ سب سے زیادہ خون ریز ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں پیش آئی اور یہی معرکہ بازنطینی سلطنت کی فتوحات کا پیش خیمہ ثابت ہوا (روض الانف وغیرہ) یہ معرکہ جمادی الاولیٰ 8 ہجری میں وقوع پذیر ہوا یعنی سیدنا خالد بن ولیدؓ کو دائرہ اسلام میں داخل ہوئے ابھی قریباً ایک ماہ ہوا تھا کہ یہ معرکہ پیش آیا۔

اس جنگ کا سبب یہ ہوا کہ 6 ہجری میں صلح حدیبیہ کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کی اطراف میں واقع سلطنتوں کو دعوتی خطوط بھیجنے شروع کیے۔ اس سلسلہ میں ایک مراسلہ حارث بن ابی شمر غسانی کے نام تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سفیر شجاع بن وہبؓ آپ کا مراسلہ لے کر اس کے پاس گئے۔ اس مراسلہ میں یہ بھی تھا کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ' تمہاری سلطنت باقی رہے گی' اس لیے جب اس نے نبی اکرم ﷺ کے مکتوب میں یہ جملہ پڑھا تو غصہ سے رنگ سرخ ہوگیا۔ اس نے خط کو زمین

Marfat.com

پر پٹک دیا اور کہا: "میری حکومت مجھ سے کون چھین سکتا ہے؟" (من ینزع ملکی منی)

حاکم بصریٰ شرجیل بن عمرو غسانی نے اس سے بھی بیہودہ سلوک کیا۔ اس رومی گورنر کے پاس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سفیر سیدنا حارث بن عمیر ازدیؓ آپ کا خط لے کر گئے۔ وہ سرحد شام پر موتہ کے مقام پر پہنچے تھے کہ حاکم بصریٰ کے اشارہ پر ایک اعرابی نے آپؐ کے سفیر کو قتل کر دیا۔ بین الاقوامی روایات کے مطابق یہ واقعہ ایک ملک پر دوسرے ملک کی جارحیت کے مترادف تھا' اس وجہ سے آپ کو جب اس واقعہ کی اطلاع دی گئی تو آپ پر یہ بات سخت گراں گزری۔ علاوہ ازیں مختلف قرائن بھی یہ ظاہر کر رہے تھے کہ شام کی فوجیں پیش قدمی کر کے مدینہ میں داخل ہونا چاہتی ہیں۔ رومی شہنشاہیت اس کو برداشت نہیں کر سکتی تھی کہ عرب میں کوئی آزاد حکومت قائم ہو اور وہ ترقی کرے۔

سیدنا حارث بن عمیر ازدیؓ کے قتل کی خبر مدینہ پہنچی تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا فوجی جواب دینا ضروری سمجھا۔ آپ نے حکم فرمایا کہ مسلمان اپنے اپنے ہتھیار لے کر موضع حرق میں اکٹھے ہو جائیں۔ چنانچہ تین ہزار کی تعداد میں اسلامی لشکر اکٹھا ہو گیا۔ (زرقانی جلد 2 ص 318 ' زاد المعاد جلد 2 ص 155)

یہ سب سے بڑا اسلامی لشکر تھا جو اس سے قبل جنگ خندق کے علاوہ کسی اور جنگ میں فراہم نہ ہو سکا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لشکر پر سیدنا زید بن حارثہؓ کو امیر مقرر فرمایا اور فرمایا: "اگر زیدؓ شہید ہو جائیں تو جعفر بن ابی طالبؓ امیر لشکر ہوں اور اگر جعفرؓ بھی شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہؓ لشکر کے سپہ سالار ہوں گے۔ اور اگر عبداللہ بن رواحہؓ بھی کام آ جائیں تو پھر مسلمان جس کو چاہیں اپنا امیر مقرر کر لیں۔ اسی وجہ سے اس معرکہ کو معرکہ جیش الامراء بھی کہتے ہیں۔ (فتح الباری جلد 7 ص 511 ' زرقانی جلد 2 ص 268 ' طبقات ابن سعد جلد 2 ص 92 ' بخاری جلد 2 ص 611)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر لشکر سیدنا زید بن حارثہؓ کو ایک سفید جھنڈا عطا فرمایا۔ پھر آپ امراء جیش اور لشکر دونوں کو ہدایات فرماتے ہوئے شہر سے باہر ثنیۃ الوداع تک تشریف لے آئے۔ یہاں ٹھہر کر لشکر کو کچھ ہدایات دیں کہ ہر حال میں تقویٰ اور پرہیز گاری ملحوظ رکھنا۔ روانگی کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں نے مل کر دعا کی۔ آخر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ان الفاظ میں الوداع کہا:

Marfat.com

''اللہ تمہاری مدد فرمائے اور تم سے ہر قسم کے ضرر کو دور فرمائے اور صحیح و سالم واپس لائے۔''

یہ لشکر شمال کی طرف معان پہنچا۔ یہ مقام شمالی حجاز سے متصل شامی علاقے میں واقع ہے یہاں پڑاؤ ڈالا تو جاسوسوں نے خبر دی کہ ہرقل بلقاء کے علاقہ میں مآب کے مقام پر ایک لاکھ رومیوں کے لشکر جرار کے ساتھ خیمہ زن ہے' اور اس کے جھنڈے تلے کئی قبائل کے مزید ایک لاکھ افراد بھی جمع ہو گئے ہیں۔ مسلمان اس بات کا تصور ہی نہیں کر سکتے تھے کہ انہیں اتنے بڑے لشکر سے سابقہ پیش آئے گا۔ معان میں اسلامی لشکر دو رات ٹھہرا اور ان دو راتوں میں یہی مشورہ ہوتا رہا کہ کیا کرنا چاہیے؟ کون سی حکمت عملی اختیار کی جائے؟ کچھ حضرات نے یہ رائے دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صورت حال سے مطلع کیا جائے اور ان کے حکم کا انتظار کیا جائے' کیونکہ دو لاکھ فوج سے تین ہزار مجاہدین کا ٹکرانا کچھ انوکھا سا اور عجیب سا معلوم ہوتا تھا۔ سیدنا عبداللہ بن رواحہؓ نے جو بہادری میں یکتا اور فصاحت میں یگانہ روزگار تھے' لوگوں سے کہا:

''صاحبو! جس شے سے تم کترا رہے ہو یہ تو وہی شہادت ہے جس کی تمنا دل میں لے کر ہم گھروں سے نکلے ہیں۔ ہم کافروں سے قوت اور کثرت کے بل پر نہیں بلکہ ہم صرف ان سے دین کے بل پر لڑتے ہیں جس سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں مشرف و معزز فرمایا۔ اس لیے اٹھو اور آگے بڑھو۔ ہمیں دو بھلائیوں میں سے ایک بھلائی ضرور حاصل ہو کر رہے گی' یا تو ہم دشمن پر غالب آجائیں گے یا پھر ان کے ہاتھوں شہادت سے سرفراز ہوں گے۔'' (عیون الاثر لابن سید الناس جلد 2 ص 209 ' ابن ہشام جلد 2 ص 373)

لوگ سیدنا عبداللہ بن رواحہؓ کی بات سے متفق ہو گئے اور جانبازوں کی یہ تین ہزار کی جماعت دشمن کے دو لاکھ کے لشکر جرار کے ساتھ ٹکرانے کے لیے موتہ کی طرف روانہ ہو گئی۔ مسلمان موتہ میں خیمہ زن ہو گئے۔ سیدنا زید بن حارثہؓ نے لشکر کی صف بندی کی اور پھر دنیا کی نگاہوں نے دیکھا کہ ایمان اور قوت کا مقابلہ ہوا اور تین ہزار کے معمولی لشکر نے دو لاکھ ٹڈی دل کا اس دلیری اور بہادری سے مقابلہ کیا کہ لوگوں کی آنکھیں پھٹی رہ گئیں۔

Marfat.com

سب سے پہلے سیدنا زید بن حارثہؓ امیر لشکر کا عطا کردہ جھنڈا لیے ہوئے دشمن کی صفوں میں پیرنے لگے۔ انہیں پورا یقین تھا کہ موت سے مفر نہیں اور مومن کی نگاہ میں موت کا درجہ فتح و کامرانی سے کم نہیں۔

شہادت ہے مقصود و مطلوب مومن
نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی

وہ ایسی بے جگری سے لڑے کہ موت سے کھیلتے ہوئے دشمن کے تیروں کی آماجگاہ بن گئے اور جام شہادت نوش فرما کر زمین پر آ رہے۔ ان کے شہید ہوتے ہی علم اسلام سیدنا جعفر بن ابی طالبؓ کے ہاتھ میں آیا۔ اس وقت ان کی عمر 37 سال تھی۔ وہ دشمن کی فوج میں دراتے ہوئے گھس گئے۔ دشمن کی تعداد بہت زیادہ تھی' اس لیے کچھ دیر کے بعد انہوں نے بھی جانبازانہ لڑتے ہوئے جام شہادت نوش فرمایا۔ سیدنا عبداللہ بن عمرؓ کا بیان ہے کہ میں بھی اس غزوہ میں شریک تھا۔ ہم نے سیدنا جعفرؓ کو تلاش کیا تو دیکھا کہ ان کے جسم پر تلوار اور نیزے کے نوے زخم تھے اور وہ سب سامنے تھے۔ پشت کی طرف کوئی زخم نہ تھا۔ (بخاری جلد 2 ص 611)

سیدنا جعفرؓ کے شہید ہونے کے بعد عبداللہ بن رواحہؓ نے پرچم اسلام ہاتھ میں لیا اور اپنی بہادری کے جوہر دکھانے کے بعد وہ بھی شہید ہوگئے۔ جونہی سیدنا عبداللہ بن رواحہؓ شہید ہوئے۔ بنو عجلان کے ایک شخص ثابت بن ارقمؓ نے لپک کر جھنڈا اٹھا لیا اور بولا: ''مسلمانو! اپنے میں سے کسی کو امیر بنانے پر متفق ہو جاؤ۔'' لوگوں نے کہا: ''آپ ہی ہمارے امیر ہیں۔'' ثابتؓ نے کہا: ''میں یہ بار گراں نہیں اٹھا سکتا۔'' یہ کہہ کر انہوں نے جھنڈا سیدنا خالد بن ولیدؓ کو پکڑا دیا اور کہا: ''آپ جنگ کے نشیب و فراز سے خوب واقف ہیں۔ انہیں اپنا امیر مقرر کرلو۔'' مسلمانوں نے ان کی اس تجویز سے اتفاق کیا۔ سیدنا خالدؓ سے مسلمانوں کی قلت تعداد اور ضعف قوت پوشیدہ نہ تھی' لیکن وہ فوج کو لڑانے کے ماہر اور رزم گاہ کے نشیب و فراز سمجھنے میں اپنی نظیر نہ رکھتے تھے۔ اگرچہ ابھی نئے نئے دائرہ اسلام میں داخل ہوئے تھے' لیکن جھنڈا لیتے ہی از سر نو فوج کو مرتب کیا اور غروب آفتاب تک اسے دشمن سے پرزور طریقے سے لڑاتے رہے۔

رات کے وقت سیدنا خالدؓ نے ایک جنگی چال چلی کہ فوج کی بھاری تعداد کو

Marfat.com

رزم گاہ سے دور چھپا دیا۔ صبح جب جنگ جاری تھی تو یہ دستہ نعرے لگاتا ہوا میدان جنگ میں آ کر مسلمانوں سے مل گیا۔ دشمن یہ سمجھا کہ یہ مسلمانوں کی نئی کمک آئی ہے' لہٰذا ان کے دل دہل گئے/ دل جب دہل جائیں تو پھر پاؤں ہلنے میں دیر نہیں لگتی۔ یہ سوچنے لگے کہ کل اس تھوڑی سی فوج نے ہمارے ٹڈی دل کا کس ثابت قدمی سے مقابلہ کیا ہے اور کتنے آدمیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔ اب تو انہیں اور کمک پہنچ گئی ہے۔ کہیں انہیں شکست سے دو چار نہ ہونا پڑے۔ بہر حال خالدؓ نے نہایت جواں مردی سے دشمن کا مقابلہ کیا۔ بخاری میں خود ان کا اپنا بیان نقل کیا گیا ہے کہ جنگ موتہ کے دن میرے ہاتھ سے نو تلواریں ٹوٹیں۔ صرف ایک یمنی تلوار ہاتھ میں چپک کر رہ گئی۔

(بخاری جلد 2 ص 611)

موتہ میں جنگ زوروں پر تھی۔ ادھر مدینہ میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زیدؓ نے جھنڈا اپنے ہاتھ میں لیا اور کافروں سے خوب قتال کیا یہاں تک کہ شہید ہوا اور جنت میں داخل ہوا۔ زیدؓ کے بعد جعفرؓ نے اسلامی علم سنبھالا اور اللہ کے دشمنوں سے خوب جنگ لڑی' یہاں تک کہ وہ بھی شہید کر دیے گئے اور جنت میں داخل ہوئے اور فرشتوں کے ساتھ جنت میں دو بازوؤں کے ساتھ اڑتے پھرتے ہیں۔ پھر عبداللہ بن رواحہؓ نے علم سنبھالا اور کافروں سے خوب قتال کیا اور شہید کر دیے گئے۔ اس دوران آپ کی آنکھیں اشکبار تھیں۔ پھر فرمایا کہ ان کے بعد "سیوف اللہ" یعنی اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار نے یعنی خالد بن ولیدؓ نے اسلام کا علم سنبھالا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا کی۔ (بخاری جلد 2 ص 611' وغیرمسح مستدرک حاکم جلد 3 ص 298)

رومی فوجیں سیدنا خالدؓ کے جنگی داؤ پیچ سے گھبرا گئیں۔ انہیں حملہ کرنے کی جرات نہ رہی۔ وہ جہاں کھڑے تھے وہیں کھڑے رہے۔ مسلمانوں نے دیکھا کہ دشمن آگے نہیں بڑھتا تو سیدنا خالدؓ نے اپنے لشکر کا نظام محفوظ رکھتے ہوئے مسلمانوں کو تھوڑا تھوڑا پیچھے ہٹانا شروع کیا' لیکن رومیوں نے اس خوف سے ان کا تعاقب نہ کیا کہ مسلمان دھوکہ دے رہے ہیں' کوئی چال چل کر انہیں صحرا کی پہنائیوں میں پھینک دینا چاہتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دشمن اپنے علاقے میں واپس چلا گیا اور مسلمان کامیابی اور سلامتی کے ساتھ پیچھے ہٹے اور پھر مدینہ آ گئے۔

Marfat.com

بعض حضرات کا خیال ہے کہ جنگ میں کسی فریق کو فتح نہیں ہوئی' نہ رومیوں کو اور نہ مسلمانوں کو' لیکن ہمارے نزدیک یہ بات صحیح نہیں۔ فتح مسلمانوں کو ہوئی۔ اگر فتح نہ ہوتی تو رومی مسلمانوں کو زندہ واپس نہ آنے دیتے۔ دوسرے بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ مسلمانوں کو فتح اور رومیوں کو شکست ہوئی۔ چنانچہ ابن سعد ابو عامر سے روایت کرتے ہیں کہ جب سیدنا خالد بن ولیدؓ نے رومیوں پر حملہ کیا تو انہیں ایسی شکست فاش دی کہ میں نے ایسی شکست کبھی نہیں دیکھی۔ مسلمان جہاں چاہتے تھے وہیں اپنی تلوار رکھتے تھے۔

اور بخاری میں بھی ہے کہ:

حتی فتح اللہ علیھم

''حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی۔'' (بخاری جلد 2 ص 611)

حاکم کی روایت میں ہے کہ غنیمت میں کچھ سامان بھی مسلمانوں کے ہاتھ لگا۔

رومیوں کی شکست کے بعد سیدنا خالد بن ولیدؓ نے ان کا تعاقب جنگی مصلحت کے پیش نظر مناسب نہ سمجھا اور وہ مسلمانوں کے لشکر کو لے کر واپس مدینہ طیبہ آ گئے۔

اس جنگ میں صرف بارہ مسلمان شہید ہوئے۔ ان میں تین تو سپہ سالار لشکر تھے اور باقی حضرات کے نام حسب ذیل ہیں:

1- سیدنا زید بن حارثہؓ
2- سیدنا جعفر بن ابی طالبؓ
3- سیدنا عبداللہ بن رواحہؓ
4- سیدنا مسعود بن اوسؓ
5- سیدنا وہب بن سعدؓ
6- سیدنا عباد بن قیسؓ
7- سیدنا حارثہ بن نعمانؓ
8- سیدنا مراقہ بن عمرؓ
9- سیدنا بوکلیب بن عمرو بن زیدؓ
10- سیدنا جابر بن عمرو بن زیدؓ
11- سیدنا عمرو بن سعد بن حارثؓ
12- سیدنا عامر بن سعد بن حارثؓ

(عیون الاثر جلد 2 ص 211' سیرۃ ابن ہشام جلد 2 ص 388-389' البدایہ والنہایہ جلد 4 ص 245' زرقانی جلد 2 ص 268' فتح الباری جلد 7 ص 513-514' زاد المعاد جلد 2 ص 156)

اس معرکہ کے نہایت اچھے اثرات مرتب ہوئے اور مسلمانوں نے دشمن کی دو لاکھ کی فوج سے ٹکر لے کر دشمن کے دل میں اپنی بہادری کی دھاک بٹھا دی اور یہ معرکہ آئندہ چل کر بازنطینی سلطنت کی فتوحات اور مسلمانوں کے اقتدار کا پیش خیمہ ثابت ہوا اور

Marfat.com

آخر وہ وقت بھی مسلمانوں کی آنکھوں نے دیکھا کہ یہ اتنی بڑی حکومت سیدنا ابوبکرؓ اور سیدنا عمرؓ کے رحم و کرم پر ہوگئی۔

مجاہدین جب اس معرکہ سے واپس ہوئے تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں نے مدینہ سے باہر جاکر ان کا استقبال کیا۔ یہ ان مجاہدین کا ایک بہت بڑا اعزاز تھا۔

اسلام کے جھنڈے تلے سیدنا خالد بن ولیدؓ کی یہ سب سے پہلی جنگ تھی جس میں انہوں نے اپنی بہادری کے ناقابل فراموش جوہر دکھائے اور اسی جنگ میں سیدنا خالد بن ولیدؓ کو ''سیف اللہ'' (اللہ کی تلوار) کا خطاب ملا۔ چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ جب معرکہ کے شباب میں سیدنا عبداللہ بن رواحہؓ کی شہادت کے بعد سیدنا خالد بن ولیدؓ نے لشکر اسلام کی کمان سنبھالی تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں بیٹھے ہوئے یہ دعا فرمائی:

اللّٰھم انّہ سیف من سیوفک ' فانت تنصرہ ' فمن یومئذ سمی سیف اللہ

''خداوندا! خالد تیری تلواروں میں سے ایک تلوار ہے۔ پس تو اس کی مدد فرما' پس اسی روز سے خالد بن ولیدؓ کا لقب 'سیف اللہ' ہوگیا۔''

حافظ ذہبیؒ نے لکھا ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

انّ خالداً سیف سلّہ اللّٰہ علیٰ المشرکین

''بے شک خالد ایک ایسی تلوار ہے جس کو اللہ نے مشرکین کے لیے سونتا ہوا ہے۔'' (سیر اعلام النبلاء جلد 1 ص 366)

یہ سب سے پہلی جنگ تھی جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں شرکت کے لیے بھیجا۔ آپ کو ان پر بڑا اعتماد تھا۔ چنانچہ سیدنا عمرو بن العاصؓ فرماتے ہیں:

ماعدل بی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ وسلم و بخالد احداً فی حربہ منذا سلمنا

''جب سے میں اور خالدؓ اسلام لائے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے اور ان کے برابر امور جنگ میں اور کسی کو نہیں سمجھا۔''

Marfat.com

(سیر اعلام النبلاء جلد 1 ص 369' مجمع الزوائد جلد 9 ص 350' وقال: رواہ الطبرانی فی الاوسط والکبیر ورجالہ ثقات)

فتح مکہ میں شرکت

موتہ کی فتح نے جہاں ہرقل قیصر روم مسلمانوں کی بہادری اور جرأت سے متاثر ہوا وہاں قریش مکہ نے اس کو مسلمانوں کی شکست اور ذلت سے تعبیر کیا۔ اب ان کو اس معاہدہ کا کوئی پاس نہ رہا جو چند ماہ قبل انہوں نے حدیبیہ کے مقام پر مسلمانوں سے کیا تھا۔ چنانچہ ان کا قریباً ہر شخص عمرۃ القضاء سے پہلے والی فضا قائم کرنے پر آمادہ ہوگیا اور معاہدہ حدیبیہ کو پس پشت ڈال کر قصاص کی آواز لگانے لگا۔ معاہدہ حدیبیہ سے یہ سرکشی فتح مکہ کا سبب بنی جس کی تفصیل ہم نے اپنی کتاب "سیرہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم" میں دی ہے۔

قریش مکہ نے اس معاہدہ کو توڑ دیا۔ چنانچہ 10 رمضان المبارک 8 ہجری مطابق 22 دسمبر 629ء کو دس ہزار خدا پرست اور خداشناس مجاہدین کا باوقار لشکر سیدالمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی زیر قیادت اور زیر کمان مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوا۔ اسلامی لشکر کی یہ روانگی بعد نماز عصر ہوئی۔ (فتح الباری جلد 8 ص 4) ازواج مطہرات میں سے سیدہ ام سلمہؓ اور سیدہ میمونہؓ آپ کے ہمراہ تھیں۔ یہ لشکر اپنے قائد صلی اللہ علیہ وسلم کی زیر قیادت راستہ کی مختلف منزلیں طے کرتے ہوئے مرالظہرون (وادی فاطمہ) پہنچا اور وہاں نزول فرمایا۔ سیدنا عمرؓ کو پہرے پر مقرر کیا گیا۔ (ابن سعد جلد 2 ص 135) یہاں رات کی تاریکی میں سیدنا عباسؓ کی ابوسفیان اور بدیل بن ورقاء سے ملاقات ہوگئی جو یہاں یہ معلوم کرنے کے لیے آئے تھے کہ یہ لشکر کس کا ہے کیونکہ قریش مکہ کے وہم وگمان میں بھی یہ نہیں تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ پر اس طرح اچانک حملہ کر دیں گے۔ سیدنا عباسؓ نے ابوسفیان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر کرنے سے پہلے پورے لشکر کا چکر لگوایا تاکہ یہ اپنی آنکھوں سے لشکر اسلامی کی عظمت اور شوکت کو دیکھ لیں۔ ابوسفیان جب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو بہت نادم تھے۔ آپؐ نے سیدنا عباسؓ سے فرمایا کہ اس وقت ابوسفیان کو اپنے خیمہ میں لے جائیں اور صبح کو

Marfat.com

اپنے ساتھ لائیں۔ ایک روایت میں ہے کہ ابوسفیان کے دونوں ساتھی (بدیل بن ورقاء اور حکیم بن حزام) مکہ واپس جانے کے بجائے پہلے ہی رحمت عالم ﷺ کے حضور پہنچ کر اسلام سے مشرف ہو چکے تھے۔ صبح جب ابوسفیان رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے بھی کلمہ توحید پڑھ کر اسلام قبول کرلیا۔

17 رمضان المبارک 8 ہجری کو صبح سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر کو روانگی کا حکم فرمایا تو سیدنا عباسؓ سے فرمایا کہ ابوسفیان کو پہاڑ کی چوٹی پر لے جا کر کھڑا کر دو تا کہ وہ لشکر اسلام کی شان وشوکت کو بخوبی اپنی آنکھوں سے دیکھ سکیں۔ اسلامی لشکر میں الگ الگ قبیلوں کے دستے تھے۔ ان کے اپنے علم تھے، اپنے علم بردار تھے۔ ہر بٹالین یکے بعد دیگرے ابوسفیان کے سامنے سے گزر رہی تھی اور وہ ان کی شان وشوکت کو دیکھ کر نہایت متاثر ہو رہے تھے۔ چنانچہ انہوں نے سیدنا عباسؓ سے کہا:

"ابوالفضل! تمہارے بھائی کے بیٹے کی سلطنت بہت عظیم ہوگئی ہے۔"

سیدنا عباسؓ نے فوراً ٹوکا۔ یہ سلطنت نہیں نبوت ہے یعنی سیاسی اقتدار اور جبر و قہر نے یہ نظام قائم نہیں کیا جو سلطنت کی خصوصیت ہے بلکہ پیغمبرانہ صداقت، دیانت و امانت اور اعلیٰ اخلاق نے دلوں کو رام کیا ہے۔ ابوسفیان پہاڑ کی چوٹی پر کھڑے اسلامی لشکر کے دستوں کو دیکھ رہے تھے اور یہ خدائی فوج ایک نرالی شان کے ساتھ ان کے سامنے سے گزر رہی تھی۔ سب سے پہلے سیدنا خالد بن ولیدؓ ایک ہزار یا نو سو سپاہیوں پر مشتمل دستہ کو لے کر گزرے۔ پھر بعد میں مختلف قبائل کے دستے گزرتے رہے اور ابوسفیان ان کو دیکھ دیکھ کر حیران ہو رہے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرالظہر ان سے روانہ ہو کر ذی طویٰ پہنچے۔ اس اعزاز فتح پر فرط تواضع سے آپ نے اپنا سر جھکا رکھا تھا یہاں تک کہ داڑھی کے بال کجاوے کی لکڑی سے لگ رہے تھے۔ ذی طویٰ میں آپ نے لشکر کی ترتیب وتقسیم یوں فرمائی: خالد بن ولیدؓ کو دائیں پہلو پر رکھا اور ان کے دستہ میں اسلم، سلیم، غفار، مزینہ، جہینہ اور کچھ دیگر عرب قبائل تھے۔ اور خالدؓ کو حکم فرمایا کہ وہ مکہ میں زیریں حصہ سے داخل ہوں۔ اور اگر قریش میں سے کوئی آڑے آئے تو اسے کاٹ کر رکھ دیں اور صفا پر آپ سے ملیں۔ سیدنا زبیر بن عوامؓ بائیں پہلو پر تھے۔ ان کے ہاتھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پرچم تھا۔

Marfat.com

انہیں حکم ہوا کہ مکہ میں بالائی حصہ یعنی کداء سے داخل ہوں اور مقام حجون پر جھنڈا نصب کر کے آپ کی آمد تک وہیں ٹھہرے رہیں۔ (فتح الباری جلد 8 ص 8)

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کی بالائی جانب سے مکہ میں داخل ہوئے۔ بخاری کی روایت کے مطابق آپ ناقہ پر سوار نہایت خوش الحانی سے سورۃ الفتح پڑھ رہے تھے۔ ایک وقت تھا کہ آپ سیدنا صدیق اکبرؓ کی معیت میں نہایت بے بسی اور بے کسی کی حالت میں یہاں سے نکلے تھے اور آج وہ وقت تھا کہ آپ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی نصرت سے فاتحانہ طور پر اس شہر میں داخل ہو رہے ہیں۔ سیدنا خالد بن ولیدؓ کو اسفل مکہ سے داخل ہونے کا حکم تھا اور یہ تاکید کی تھی کہ خود قتال کی ابتداء نہ کرنا' لیکن خالدؓ جب اسفل سے مکہ میں داخل ہوئے تو بنو بکر اور بنو حارث بن عبد منات اور کچھ قبیلہ ہذیل اور کچھ اوباش قریش مقابلہ کے لیے جمع تھے۔ سیدنا خالدؓ جب خندمہ پہنچے تو ان لوگوں نے ہلہ بول دیا' لیکن خالدؓ تو خالدؓ تھے' اللہ کی تلوار کا مقابلہ کون کر سکتا تھا؟ جب انہوں نے ان کے ہلہ کا جواب دیا تو سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے۔ بنو بکر کے قریباً بیس آدمی اور بنو ہذیل کے تین یا چار آدمی قتل ہوئے۔ باقی ماندہ مشرکین میں بھگدڑ مچ گئی۔ کوئی مکان میں جا کر چھپ گیا اور کوئی پہاڑ پر چڑھ گیا۔ حماس بن قیس جو مسلمانوں سے جنگ کے لیے ہتھیار ٹھیک کرتا رہتا تھا' بھاگ کر اپنے گھر میں جا گھسا اور اپنی بیوی سے کہنے لگا:

"دروازہ بند کر لو" اس نے کہا: "وہ کہاں گیا جو تم کہا کرتے تھے۔" کہنے لگا:

"اگر تم نے خندمہ کے معرکہ کا حال اپنی آنکھوں سے دیکھا ہوتا جب صفوان اور عکرمہ بھاگ کھڑے ہوئے اور سونتی ہوئی تلواروں نے ہمارا استقبال کیا جو کلائیوں اور کھوپڑیوں کو اس طرح کاٹتی جا رہی تھیں کہ سوائے شور و غوغا اور ہم ہمہ کے اور کچھ سنائی نہ دیتا تھا' تو تو ملامت کا ایک ادنیٰ کلمہ بھی زبان سے نہ نکالتی۔"

(عیون الاثر جلد 2 ص 234)

ان حملہ آوروں میں صفوان بن امیہ' سہیل بن عمرو اور عکرمہ بن ابی جہل بھی تھے۔ جونہی سیدنا خالد بن ولیدؓ کا دستہ قریب پہنچا انہوں نے تیروں کی باڑھ چھوڑ دی' لیکن خالد بن ولیدؓ کے جوابی حملہ سے لحہ بھر میں اپنے مقتول چھوڑ کر بھاگ گئے۔ صفوان' سہیل اور عکرمہ خالدؓ کی تلوار کی کاٹ اور اس کی جنگی مہارت سے بخوبی آشنا تھے' لہٰذا خود کو خالدؓ

Marfat.com

کے نرغے میں دیکھا تو جان بچانے کے لیے اِدھر اُدھر بھاگ گئے۔

اس کے بعد سیدنا خالدؓ مکہ کے گلی کوچوں میں سے گزرتے ہوئے آپ کی حسب ہدایت کوہ صفا پر آپ سے جا ملے۔ اس مڈبھیڑ میں ان کے دو ساتھی سیدنا کرز بن جابر فہریؓ اور سیدنا خنیس بن خالد بن ربیعہؓ شہید ہوگئے۔ وجہ یہ ہوئی کہ دونوں حضرات خالدؓ کے دستہ سے بچھڑ کر ایک دوسرے راستہ پر چل پڑے اور ان اوباشوں نے انہیں اکیلا سمجھ کر شہید کر دیا۔ (زرقانی جلد 2 ص 310' فتح الباری جلد 8 ص 9) طبقات ابن سعد میں ہے کہ سیدنا خالدؓ کے اس قتال پر جس میں چند مشرک مارے گئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کا پتہ چلا تو خالدؓ سے باز پرس کی۔ انہوں نے عرض کی کہ ابتداء مشرکین کی جانب سے ہوئی تھی' میں نے تو صرف جواب دیا تھا جو کہ ضروری تھا۔ آپؐ نے فرمایا: ''خیر مرضی الٰہی بہتر ہے۔'' (طبقات ابن سعد حصہ مغازی ص 98' فتح الباری جلد 8 ص 9)

عزیٰ بت کا انہدام

فتح مکہ سے فراغت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کے قرب و جوار میں مختلف وفود بصورت دعوت اسلام کے لیے روانہ کیے' اور انہیں یہ بھی حکم دیا کہ جہاں کہیں کوئی بت دیکھیں' اسے منہدم کر دیں۔ چنانچہ 25 رمضان المبارک 8 ہجری کو سیدنا خالد بن ولیدؓ کو تیس سواروں کی جمعیت کے ساتھ عربوں کے مشہور بت عزیٰ کو گرانے کے لیے بھیجا۔ عزیٰ نخلہ میں تھا اور قریش اور بنو کنانہ اس کی پوجا کرتے تھے۔ بنو شیبان اس بت کے مجاور تھے۔ سیدنا خالدؓ نے نخلہ جا کر اس بت کو منہدم کر دیا۔ واپسی پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ''خالد! اس بت کو منہدم کرتے ہوئے۔ تم نے کچھ دیکھا؟'' عرض کیا: ''نہیں۔'' ارشاد فرمایا: ''پھر تم نے صحیح معنوں میں اسے منہدم نہیں کیا۔ پھر جاؤ اور اسے مکمل طور پر ڈھا دو۔'' سیدنا خالد بن ولیدؓ پھر واپس گئے اور اب کی بار انہوں نے اس بت کو نیچے تک منہدم کر دیا۔ اب کی بار ایک سیاہ رو' برہنہ' پرگندہ بال عورت نکلی۔ مجاور اسے چیخ چیخ کر پکارنے لگے۔ سیدنا خالدؓ نے اسے اس زور سے تلوار ماری کہ اس کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ اس کے بعد بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر اس کی تفصیل بیان کی۔ آپؐ

نے فرمایا: "ہاں، وہی عزیٰ تھی۔ اب وہ مکمل طور پر مایوس ہو چکی ہے کہ تمہارے اس ملک میں کبھی بھی اس کی پوجا کی جائے گی۔ (عیون الاثر جلد 2 ص 249، طبقات ابن سعد جلد 2 ص 145، سیر اعلام النبلاء جلد 1 ص 370، ابن ہشام جلد 2 ص 436، شرح المواہب اللدنیہ جلد 2 ص 438)

بنو خزیمہ کو دعوت اسلام اور ان کا قتل

سیدنا خالد بن ولیدؓ جب عزیٰ کو ڈھانے کے بعد بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے تو شوال کے شروع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بنو جزیمہ کے پاس ساڑھے تین سو مجاہدین کے ساتھ تبلیغ اسلام کے لیے روانہ فرمایا۔ یہ لوگ یلملم کے قریب غمیصا نامی ایک تالاب کے کنارہ پر رہتے تھے۔ آپ نے انہیں جا کر اسلام کی دعوت دی اور وہ لوگ مسلمان ہو گئے۔ لیکن گھبراہٹ میں یا کسی اور وجہ سے یا ناواقفیت کی وجہ سے انہوں نے "اسلمنا" کے بجائے "صبانا، صبانا" یعنی ہم نے اپنا دین چھوڑ دیا، ہم نے اپنا دین چھوڑ دیا، کہا۔ اس پر سیدنا خالدؓ نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ انہیں گرفتار کر کے قتل کر دیا جائے۔ سیدنا عبداللہ بن عمرؓ اور ان کے ساتھیوں نے خالدؓ کا حکم ماننے سے انکار کر دیا۔ ایک روایت میں ہے کہ 95 آدمی قتل ہو گئے۔ واپس آ کر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کا تذکرہ کیا تو آپ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر دو مرتبہ یہ فرمایا: "اے اللہ! خالدؓ نے جو کچھ کیا میں اس سے بالکل بری ہوں۔ (ایک روایت یہ ہے کہ صرف بنو سلیم نے ان لوگوں کو قتل کیا تھا۔ مہاجرین اور انصار نے قتل نہیں کیا تھا۔)

پھر سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علیؓ کو بہت سا مال دے کر ان مقتولین کی دیت ادا کرنے کے لیے بھیجا، اور سیدنا علیؓ کو یہ بھی تاکید فرمائی کہ ضیاع نفوس اور اموال کے معاملہ میں جاہلیت کے ناپ تول کو اپنے قدموں تلے روند دیجئے۔ سیدنا علیؓ نے نہایت فراخدلی سے دیت اور ان کے نقصانات کا تاوان ادا کیا اور اس کے بعد جو رقم بچ گئی اس کو بھی احتیاطاً ان پر تقسیم کر دیا تاکہ اگر کوئی اور بھی ان کا نقصان ہوا جس کا ابھی پتہ نہیں چلا تو اس کی بھی تلافی ہو جائے۔ اس معاملہ میں سیدنا خالدؓ اور سیدنا عبدالرحمٰن بن عوفؓ میں کچھ تلخ کلامی بھی ہو گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس بات کا پتہ چلا

توآپؐ نے سیدنا خالدؓ سے فرمایا: ''خالدؓ! میرے رفقاء کو کچھ کہنے سے باز رہو' اللہ کی قسم! اگر احد پہاڑ سونا ہو جائے اور وہ سارے کا سارا تم اللہ کی راہ میں خرچ کر دو تب بھی تم میرے ان ساتھیوں میں سے کسی ایک کی صبح کی عبادت یا ایک شام کی عبادت کو نہیں پہنچ سکتے۔

سیدنا علیؓ نے جب واپس آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی کارکردگی سے آ گاہ کیا تو آپ بہت خوش ہوئے اور فرمایا: ''احسبت و احسنت'' (زرقانی جلد 3 ص 3 ' البدایہ والنہایہ جلد 4 ص 314 ' عیون الاثر جلد 2 ص 250 ' اسد الغابہ جلد 2 ص 102 ' طبقات ابن سعد جلد 2 ص 147 ' سیر اعلام النبلاء جلد 1 ص 370 ' مسند احمد جلد 2 ص 151 ' نسائی جلد 8 ص 236 ' بخاری روایت نمبر 4339)

غزوہ حنین میں شرکت

اسلام لانے کے بعد سیدنا خالد بن ولیدؓ نے قریباً ہر جنگ اور غزوہ میں شرکت فرمائی۔ چنانچہ آپؐ فتح مکہ کے بعد ابھی مکہ ہی مین قیام پذیر تھے تو آپ کو اطلاع ملی کہ قبیلہ ہوازن مکہ مکرمہ پر حملہ کرنے کی تیاریاں کر رہا ہے۔ ہوازن اور ثقیف نہایت جنگ جو اور ماہر تیر انداز قبائل میں سے تھے۔ فتح مکہ سے انہیں یہ خدشہ لاحق ہوگیا کہ کہیں پیغمبر اسلام ان پر حملہ نہ کر دیں' لہٰذا سرداران قبائل نے سر جوڑ کر یہ مشورہ کیا کہ قبل اس کے کہ مسلمان ہم پر حملہ آور ہوں' ہمیں مسلمانوں پر حملہ کر دینا چاہیے۔ چنانچہ بیس ہزار کا لشکر مالک بن عوف نصری کی زیر قیادت مسلمان پر حملہ کرنے کے لیے جمع ہوگیا۔

طائف مکہ سے قریباً ساٹھ میل کے فاصلہ پر ایک پہاڑی علاقہ ہے' نہایت صحت افزا اور سرسبز و شاداب۔ قبیلہ ثقیف یہاں آباد تھا۔ طائف اور مکہ کے درمیان ایک علاقہ کا نام حنین ہے۔ قبیلہ ہوازن یہاں آباد تھا۔ قریش مکہ کی طرح ان دونوں قبائل کو بھی اپنی عظمت و شجاعت پر بڑا ناز تھا۔ تیر اندازی میں ان کا پورے عرب میں ایک منفرد مقام تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب ان دونوں قبائل کی جنگی تیاریوں کا پتہ چلا تو آپ نے بھی جنگ کی تیاری شروع کر دی۔ مکمل تیاری ہونے کے بعد 6 شوال 8 ہجری کو

Marfat.com

مسلمانوں کی فوج حنین کی طرف بڑھی۔ دس ہزار تو وہ مجاہدین تھے جو مدینہ سے آئے ہوئے تھے۔ ان کے علاوہ دو ہزار سے زائد مکہ کے نوجوان تھے۔ ان میں وہ بھی تھے جو اب تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ ان میں کچھ جوشیلے اور جذباتی بھی تھے۔ اس لشکر میں سیدنا ابوسفیانؓ اور ان کے دونوں لڑکے یزیدؓ اور معاویہؓ بھی تھے۔ مسلمان سپاہیوں کی زرہوں کی چمک دیکھنے والوں کی آنکھوں کو خیرہ کر رہی تھی۔ مقدمہ میں گھوڑ سواروں کا دستہ تھا جس کی نگرانی میں رسد کے باربردار اونٹ بھی تھے۔ عرب نے اتنا بڑا لشکر آج تک نہ دیکھا تھا۔ قبیلوں کے اعتبار سے لشکر کے مختلف حصے تھے۔ بنوسلیم کا قبیلہ مقدمۃ الجیش تھا۔ اس کی کمان سیدنا خالد بن ولیدؓ کے ہاتھ میں تھی۔ (طبقات ابن سعد جلد 2 ص 108)

ادھر مسلمان مکہ سے نکلے۔ دوسری طرف دشمن بھی جنگ کے لیے روانہ ہوا۔ غنیم کی فوج کا سپریم کمانڈر مالک بن عوف تھا۔ لشکر کی تعداد بیس ہزار تھی۔ مالک بن عوف' اوطاس میں خیمہ زن ہوا۔ یہ وادی حنین سے علیحدہ ہے۔ یہ ذوالمجاز کے بازو میں واقع ہے۔ وہاں سے عرفات ہوتے ہوئے مکہ کا فاصلہ دس میل سے زیادہ ہے۔ (فتح الباری جلد 8 ص 27)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سفید رنگ کی ناقہ قصواء پر سوار سپریم کمانڈر کی حیثیت سے تمام لشکر کے آگے تشریف لے جا رہے تھے' اور ان کے عقب میں سیدنا خالد بن ولیدؓ کی قیادت میں بنوسلیم کا دستہ مقدمۃ الجیش میں تھا اور اس کے ہاتھ میں علم بھی تھا۔ جونہی یہ دستہ تہامہ کا میدان طے کر کے حنین کی تنگ گھاٹی سے گزرا' غنیم کی فوجوں نے جو درہ کی چوٹی پر گھات لگائے بیٹھی تھیں' اپنے کمانڈر مالک بن عوف کی ہدایت کے مطابق پے در پے تیروں کی باڑھ چھوڑ دی۔ مسلمان صبح کے جھٹپٹے میں وادی حنین کی طرف آ رہے تھے۔ وہ دشمن کی یہاں موجودگی سے بے خبر تھے۔ انہیں بالکل علم نہیں تھا کہ وادی کے تنگ دروں کے اندر ہوازن اور ثقیف کے جیالے ان کی گھات میں بیٹھے ہیں۔ اس سے وہ پورے اطمینان کے ساتھ بے خبری کے عالم میں اتر رہے تھے کہ اچانک ان پر تیروں کی بارش ہو گئی۔ اس اچانک حملہ سے مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے۔ وہ بدحواس ہو گئے اور ان میں ایسی بھگدڑ مچی کہ کوئی کسی کا پرسان حال نہ تھا۔ براء بن عازبؓ کا بیان ہے کہ بنوہوازن تیرانداز تھے۔ ہم نے حملہ کیا تو بھاگ کھڑے ہوئے۔ اس کے بعد ہم

Marfat.com

جو دشمن کے مال پر ٹوٹ پڑے تو تیروں سے ہمارا استقبال کیا گیا۔ (بخاری جلد 2 ص)

سیدنا انسؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے مکہ فتح کیا' پھر حنین پر چڑھائی کی۔ مشرکین نے اتنی اچھی صف بندی کی جو میں نے اس سے قبل کبھی نہیں دیکھی۔ سواروں کی صف' پھر پیادوں کی صف' پھر ان کے پیچھے عورتیں' پھر ان سب کے پیچھے مال و مویشی۔ ہم لوگ بڑی تعداد میں تھے۔ ہمارے ہمنہ پر خالد بن ولیدؓ تھے۔ (فتح الباری جلد 8 ص 29) اس جنگ میں سیدنا خالد بن ولیدؓ نہایت شجاعت اور شہامت سے لڑے اور بہت سے وار جسم پر کھائے۔ رسول اللہؐ صلی اللہ علیہ وسلم عیادت کے لیے تشریف لائے۔ زخموں کو دم کیا اور خالدؓ جلد شفایاب ہو گئے۔ (اسد الغابہ جلد 2 ص 103 ' سیر اعلام النبلاء جلد 1 ص 370 ' مسند احمد جلد 4 ص 88 ' ص 351)

غزوہ طائف میں شرکت

ثقیف اور ہوازن کے کئی ہزار شکست خوردہ افراد اپنے سپریم کمانڈر مالک بن عوف نصری کے ساتھ بھاگ کر طائف آ گئے اور یہیں قلعہ بند ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کا تعاقب فرماتے ہوئے طائف آئے۔ طائف روانہ ہونے سے قبل آپ نے ایک تو سیدنا طفیل بن عمرو دوسیؓ کو چند مہاجرین کے ساتھ ایک چوبی بت ذوالکفین کو جلانے کے لیے روانہ فرمایا۔ (زرقانی جلد 3 ص 28) اور دوسرے سیدنا خالد بن ولیدؓ کی کمان میں ایک ہزار افراد پر مشتمل ہرول دستہ طائف کی طرف روانہ فرمایا۔ پھر آپ نے خود طائف کا رخ فرمایا۔ راستہ میں نخلہ یمانیہ' قرن منازل اور لیہ سے گزرتے ہوئے آپ طائف پہنچے۔ طائف پہنچ کر آپ قلعہ کے قریب خیمہ زن ہو گئے اور قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ (عیون الاثر جلد 2 ص 270 ' طبقات ابن سعد جلد 2 ص 158)

صحیح مسلم کی روایت کے مطابق محاصرہ چالیس روز تک جاری رہا۔ بعض روایات میں بیس روز' پندرہ روز اور دس روز کی مدت بھی مذکور ہے۔ (فتح الباری جلد 8 ص 45) محاصرہ سے اہل طائف کے حوصلے پست اور ہمتیں ٹوٹ چکی تھیں لہٰذا آپ نے محاصرہ اٹھا لینے کا حکم صادر فرمایا۔ (زرقانی جلد 3 ص 33 ' عیون الاثر جلد 2 ص 271)

Marfat.com

غزوہ تبوک میں شرکت

فتح مکہ کے بعد لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہونا شروع ہو گئے۔ اب مسلمانوں کی اس بڑھتی ہوئی طاقت سے عیسائی دنیا خائف ہونے لگے۔ ان کے ساتھ اس سے قبل جنگ موتہ میں مسلمانوں کی مڈبھیڑ ہو چکی تھی اور اس میں قیصر روم کو یہ پتہ چل گیا تھا کہ مسلمانوں میں کتنا دم خم ہے۔ مسلمانوں کی تین ہزار فوج سیدنا خالد بن ولیدؓ کی قیادت میں دو لاکھ رومیوں کے مقابلہ میں اپنا لوہا منوا چکی تھی۔ مسلمانوں کی اس جوان مردی اور جرات و بہادری نے عرب قبائل کو بہت متاثر کیا تھا۔ چنانچہ وہ مسلمانوں کی ہم نوائی اور قیصر روم سے آزادی کے ترانے گانے لگے۔ قیصر روم نے سوچا کہ مسلمانوں کی قوت کو عظیم اور ناقابل شکست خطرے کی صورت اختیار کرنے سے پہلے ہی کچھ اس طرح سے کچل دیا جائے کہ پھر اس کو کبھی سر اٹھانے کا موقع نہ ملے۔ چنانچہ اس نے عیسائیوں اور رومی باشندوں پر مشتمل فوج کی فراہمی شروع کر دی اور ایک فیصلہ کن جنگ کی تیاری میں مصروف ہو گیا۔

اس زمانہ میں اچانک شام کے نبطی سوداگر مدینہ میں روغن زیتون فروخت کرنے آئے۔ انہوں نے آ کر بتایا کہ رومیوں نے شام میں ایک لشکر جرار جمع کیا ہے اور فوج کو سال بھر کی تنخواہیں تقسیم کر دی ہیں۔ اس فوج میں لخم' جذام اور غسان کے تمام عرب قبائل بھی شامل ہیں اور ان کا ہراول دستہ بلقاء تک آ گیا ہے۔ (زرقانی جلد 3 ص 72 ' ابن سعد جلد 2 ص 119)

ان حالات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو تیاری کا حکم دیا۔ اس دفعہ آپ نے مختلف انداز میں اعلان فرمایا کہ یہ سفر کس مقام کا ہے تاکہ مسلمان منزل کی طوالت کو ذہن میں رکھ کر تیاری کریں۔ اگرچہ موسم شدید گرمی کا تھا' معاشی حالات نہایت تنگ دستی کے تھے۔ بے آب و گیاہ صحرا کی طویل مسافتیں طے کرنا تھیں' مسافت دشوار گزار تھی' دشمن ہر لحاظ سے نہایت قوی تھا' اس کی عددی قوت دوسرے تمام دشمنوں سے زیادہ تھی' لیکن مسلمانوں کا اللہ پر ایمان اور اس کے رسولؐ کے ساتھ والہانہ محبت اور دین اسلام سے قلبی لگاؤ نے ان کے جذبہ شوق و محبت میں ایسا تلاطم پیدا کر دیا کہ صحرا اپنی

Marfat.com

وسعت کے باوجود ان کی کثرت کے سامنے تنگ ہوگیا اور دنیا کی کسی شے کی کشش ان کے دامن دل کو نہ کھینچ سکی اور مسلمان مسلح ہو کر چمکتی ہوئی زرہیں پہنے اس انداز سے نکلے کہ چشم آفتاب نے اتنے اللہ والے اس طرح اللہ کی راہ میں اس سے قبل نکلتے نہیں دیکھے تھے۔ اور ان کے اس طمطراق سے نکلنے کی خبر سن کر غنیم میں مقابلہ کی ہمت نہ رہی اور دنیا نے دیکھا کہ ایسے بہادروں اور جانبازوں کے سامنے منزل کی صعوبت' گرمی کی شدت' بھوک اور پیاس کی وقت' حالات کی عسرت گرد راہ ہو کر رہ گئی۔ مسلمان پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کی تیاری کا اعلان سن کر اس کی تعمیل کے لیے پروانہ وار مصروف ہو گئے اور پوری دوڑ دھوپ اور تیز رفتاری سے جنگ کی تیاری شروع کر دی۔

تیاری مکمل ہوگئی تو کوچ کا نقارا بجنے کے ساتھ ہی لشکر میں حرکت پیدا ہوئی۔ ذرا دیر میں ہر طرف غبار اڑ رہا تھا۔ گھوڑوں کی ہنہناہٹ نے فضا میں ارتعاش پیدا کر دیا۔ یہ لشکر صحرا کو پامال کرتا شمال کی جانب بڑھا۔ اس کی منزل تبوک تھی اور اس میں تیس ہزار مردان جنگی تھے۔ ان لشکر کے پاس مال و اسباب اور زاد راہ کی تنگی تھی اس وجہ سے اس لشکر کا نام ''جیش العسرۃ'' یعنی تنگی کا لشکر پڑ گیا۔

تبوک پہنچ کر آپ نے بیس روز قیام فرمایا۔ آپ نے ان بیس دنوں میں دشمن کا انتظار کیا کیونکہ آپ اس سے فیصلہ کن جنگ کرنا چاہتے تھے' لیکن آپ کے آنے سے دشمن کچھ اس طرح مرعوب ہوگیا کہ اس کو مقابلہ میں آنے کی بالکل سکت نہ رہی۔

آپ کی اس پیش قدمی کے اثرات بہت اچھے پڑے' اس سے ایک تو مسلمانوں کی فوجی ساکھ قائم ہوگئی' دوسرے اس سے بڑے اہم سیاسی فوائد حاصل ہوئے جو شاید جنگ کی صورت میں حاصل نہ ہو سکتے۔ آپ کو اطلاع موصول ہوئی تھی کہ عیسائیوں کا جو لشکر سرحد پر پڑا ہوا تھا اسے شام واپس لے جایا گیا ہے۔ دشمن کی اس گریز پائی سے آپ نے اس کے خوف و ہراس کا اندازہ فرمالیا' لیکن اس کا تعاقب غیر ضروری سمجھنے کے باوجود عرب اور شام کی سرحد پر پڑاؤ ڈال دیا۔ یہ گویا ایک قسم کی مبارزت تھی کہ دشمن کو اگر مقابلہ کرنا ہو تو ہم حاضر ہیں' لیکن بیس روز کے قیام میں دشمن کو مقابلہ کی جرات نہ ہوئی۔

تبوک کے اسی قیام کے دوران آپ نے سیدنا خالد بن ولیدؓ کو پانچ سو سواروں کا دستہ دے کر دومتہ الجندل کے حاکم اکیدر بن عبدالملک کے پاس بھیجا کیونکہ اس عیسائی

Marfat.com

حاکم سے اندیشہ تھا کہ اگر ہرقل شاہ روم پھر کسی وقت سر اٹھائے تو اکیدر بھی اس کی مدد کے لیے نہ نکل آئے۔ اس لیے اکیدر کی سرکوبی ضروری سمجھی گئی۔ آپ نے سیدنا خالدؓ سے روانگی کے وقت فرمایا تھا کہ تم اسے نیل گائے کا شکار کھیلتا ہوا پاؤ گے۔ اس کو قتل نہ کرنا بلکہ گرفتار کر کے میرے پاس لے آنا۔ خالدؓ اپنے دستہ کے ساتھ کچھ اس انداز سے گئے کہ اکیدر کو اس کے آنے کی کوئی خبر نہ ہوئی۔ گرمی کا موسم تھا' اکیدر نے اس رات کی چاندنی کو غنیمت سمجھ کر اپنے بھائی حسان کو ساتھ لیا اور دونوں نیل گائے کے شکار کے لیے قلعہ سے باہر نکل کھڑے ہوئے/ ایک روایت میں ہے کہ اکیدر اور اس کی بیوی قلعہ کی فصیل پر بیٹھے گانا سن رہے تھے' اچانک ایک نیل گائے نے نکل کر قلعہ کے پھاٹک کو ٹکر ماری۔ اکیدر اپنے بھائی کے ساتھ شکار کے لیے اترا اور وہ دونوں گھوڑوں پر سوار ہو کر اس کے پیچھے دوڑ پڑے۔ تھوڑی ہی دور گئے تھے کہ سیدنا خالدؓ اور ان کے دستہ نے ان کو جا لیا۔ اکیدر کے بھائی حسان نے مقابلہ کیا اور وہ مارا گیا اور اکیدر کی جان بخشی اس شرط پر کی گئی کہ وہ ہمارے ساتھ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو اور وہ مسلمانوں کے لیے شہر کے دروازے کھول دے۔ سیدنا خالدؓ نے مندرجہ ذیل مال غنیمت حاصل کیا:

اونٹ 2 ہزار' بکریاں 8400' گھوڑے 800' زرہیں 400' گندم 400 وسق۔ سیدنا خالدؓ اکیدر کو اپنے ساتھ لے کر بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے۔ اکیدر حاضر خدمت ہوتے ہی مسلمان ہو گیا اور بدستور اپنے علاقہ کا حکمران رہا اور بعد میں وہ مرتد ہو گیا۔
(عیون الاثر جلد 2 ص 298' طبقات ابن سعد جلد 2 ص 120)

سریہ نجران میں شرکت

10 ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا خالدؓ کی سرکردگی میں بنو عبدالمدان نجرانی کی طرف ایک دستہ بھیجا۔ چونکہ ایک مرتبہ آپ کو یہ تلخ تجربہ ہو چکا تھا' اس لیے اس مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا خالدؓ کو خاص ہدایت فرمائی کہ تلوار نہ اٹھانا صرف اسلام کی دعوت دینا۔ چنانچہ سیدنا خالدؓ نے اس فرمان نبویؐ کی پوری پوری پابندی کی اور میدان کے جانباز اور جانثار دفعتاً مبلغ اسلام کے قالب میں ڈھل گئے۔ بنو عبدالمدن نے ان کی دعوت پر اسلام قبول کر لیا اور سیدنا خالدؓ نے اسلام کا ایک معلم و

مربی ہونے کی حیثیت سے انؓ کی تعلیم و تربیت شروع کر دی اور ان لوگوں کو اسلام کے عقائد اور مسائل سے آشنا کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب سیدنا خالدؓ کی اس کارکردگی کا پتہ چلا تو چہرہ انور خوشی اور مسرت چمکنے لگا۔ آپ نے ان سب لوگوں کو اپنے ہاں طلب فرمایا۔ چنانچہ یہ لوگ حاضر ہوئے اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال جہاں آرا سے فیض یاب ہو کر واپس گئے۔ (زرقانی جلد 3 ص 116)

سریہ یمن میں شرکت

اسی سنہ 10 ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیرِ امارت ایک سریہ یمن بھیجا۔ اسی سریہ میں دوسری جانب سے سیدنا خالدؓ بن ولیدؓ کو روانہ فرمایا اور حکم فرمایا کہ جب یہ دونوں دستے آپس میں ملیں تو امارت سیدنا علیؓ کے پاس رہے گی۔ آپ نے چلتے چلتے سیدنا خالدؓ کو یہ ہدایت بھی فرمائی کہ جنگ کا آغاز تمہاری طرف سے نہ ہو۔ البتہ اگر اہل یمن پہل کریں تو تمہیں مدافعت کی اجازت ہے۔ سیدنا خالدؓ یہ ہدایات لے کر یمن پہنچے اور اہل یمن کو اسلام کی دعوت دی۔ اہل یمن نے بجائے اس بات کے کہ سیدنا خالدؓ کی اس دعوت کا کوئی مثبت جواب دیتے' انہوں نے تیروں اور پتھروں سے جواب دیا۔ تب مسلمانوں نے جوابی حملہ کیا اور اہل یمن پسپا ہوئے' لیکن ان کے ساتھ کسی قسم کی کوئی زیادتی نہیں کی گئی۔ چنانچہ چند روز کے بعد ان پر دوبارہ اسلام پیش کیا گیا اور انہوں نے بلا جبر و اکراہ اسلام کی دعوت کو قبول کر لیا۔

============

Marfat.com

خلافت صدیقیؓ اور سیدنا خالد بن ولیدؓ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد سیدنا ابوبکرؓ خلافت کی گراں بار ذمہ داری کے مسئلہ سے فارغ ہوئے تھے کہ مملکت اسلامیہ میں مختلف فتنوں نے سر اٹھا لیا۔ مدینہ طیبہ کے اندر اور باہر فتنوں کا ایک سیلاب اُڈ آیا۔ چنانچہ سیدہ عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں کہ جونہی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو میرے ابا پر ایسے حوادث و مصائب ٹوٹ پڑے کہ اگر بڑے بڑے مضبوط پہاڑوں پر بھی وہ مصائب نازل ہوتے تو وہ بھی ریزہ ریزہ ہو جاتے۔ ایک طرف مدینہ طیبہ میں نفاق گھسا ہوا تھا تو دوسری طرف عرب مرتد ہونے لگے تھے۔ (فتوح البلدان ص 102)

اول تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا حادثہ فاجعہ ہی ایک بہت بڑا زخم تھا جو مسلمانوں کے قلب و جگر کو زخمی کیے ہوئے تھا۔ اس حادثہ نے تمام دنیا ان کی نگاہ میں تیرہ و تار کر دی تھی۔ وہ ذات نبوت جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں ضلالت و گمراہی کی تاریکیوں سے نکال کر ہدایت کی شاہراہ دکھائی تھی' وہ ان کی نگاہوں سے اب اوجھل تھی۔ مدینہ طیبہ میں منافقین کا گروہ اب بھی باقی تھا۔ مسئلہ خلافت پر انہوں نے انصار و مہاجرین کے درمیان جو فتنہ برپا کرنے کی کوشش کی تھی' فراست صدیقی نے اسے بالکل ناکام بنادیا اور بقول امام شافعیؒ:

اجمع الناس علیٰ خلافة ابی بکر لانهم لم یجدوا تحت ادیم السماء خیر من ابی بکر

"یعنی تمام صحابہ کرامؓ نے سیدنا ابو بکرؓ کی خلافت پر اس لیے اتفاق کر لیا تھا کہ اس آسمان کے نیچے ابو بکرؓ سے بہتر کوئی آدمی انہیں دستیاب نہ تھا۔"

سیدنا ابو بکرؓ نے خلیفہ ہوتے ہی مختلف فتنوں کی سرکوبی کے لیے گیارہ لشکر تیار کیے اور ہر ایک کو الگ الگ جھنڈا عطا فرمایا۔ ان گیارہ جھنڈوں میں سے پہلا جھنڈا سیدنا خالد بن ولیدؓ کو دیا گیا جن کو اللہ کے رسولؐ نے "سیف من سیوف اللہ" (اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار) کہا تھا۔ انہیں طلیحہ بن خویلد اسدی کی سرکوبی کے لیے بھیجا گیا اور ان کو یہ حکم بھی دیا گیا کہ طلیحہ سے فارغ ہو کر بطاح کا قصد کریں اور وہاں بنو تمیم کے رئیس مالک بن نویرہ کی قوت کو پامال کریں۔

بنو اسد اور بنو تمیم یہ دو قبائل تھے جو مدینہ طیبہ کے قریب رہتے تھے۔ دونوں قبائل نہایت جنگ جو اور طاقت ور تھے۔ سیدنا ابو بکرؓ نے یہ سمجھا کہ ان دونوں سے جنگ کی ابتداء کی جائے کیونکہ مدینہ سے قریب ہونے کی وجہ سے ان سے جنگ کرنا آسان تھا اور ان دونوں قبائل کی شکست دوسرے قبیلوں کو مرعوب اور متاثر کر سکتی تھی اور انہیں شکست دینا کوئی مشکل بھی نہیں تھا' چنانچہ سیدنا خالد بن ولیدؓ جیسے نڈر اور بہادر جرنیل کو ان قبائل سے مقابلہ کرنے کے لیے کہا گیا۔ یہ سیدنا ابو بکرؓ کی نہایت دور اندیشی اور جنگی امور میں مہارت کی دلیل تھی۔

جنگ بزاخہ اور طلیحہ کی سرکوبی

سیدنا ابو بکرؓ نے جو گیارہ لشکر جن جرنیلوں کی قیادت میں مختلف علاقوں میں بھیجے ان میں آٹھ لشکر شمال مشرقی عرب کی طرف گئے۔ ان میں سب سے بڑا لشکر اسلام کے مشہور جرنیل سیدنا خالد بن ولیدؓ کی قیادت میں تھا۔ عبس اور ذبیان کے قبائل کو طلیحہ اسدی کی پشت پناہی حاصل تھی۔ جب ان قبائل نے مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا تو مدینہ پر حملہ کرنے سے پہلے ہی سیدنا ابو بکرؓ نے ان پر خود حملہ کر دیا اور ان کو شکست فاش ہوئی اور طلیحہ بن خویلد کا بیٹا یا بھائی حبال جو ان فوجوں کی قیادت کر رہا تھا' لڑائی سے بھاگ آیا۔ اس وقت طلیحہ سمیرا میں مقیم تھا۔ اب وہ بزاخہ میں آ گیا تھا اور ادھر ادھر کے قبائل کو ساتھ ملا کر ایک بڑی جنگ کی تیاری کر رہا تھا۔ سیدنا خالدؓ کا ہدف یہی طلیحہ تھا۔ سیدنا خالدؓ

جب اپنی مہم پر روانہ ہوئے تو سیدنا صدیق اکبرؓ نے ان کو خصوصی طور پر کچھ ہدایات دیں جن سے سیدنا ابوبکرؓ کی فوجی بصیرت کا پتہ چلتا ہے۔

طلیحہ اپنے علاقے کے بزاخہ نامی تالاب پر خیمہ زن تھا۔ کئی طاقتور قبیلے عطفان' طے' فزارہ' جدیلہ' عبس اور ذبیان اس کے ساتھ تھے۔ ان قبائل کا نقطہ نظر یہ تھا کہ بنو اسد اور عطفان وغیرہ ہمارے حلیف قبائل ہیں۔ ہم اسی نبی کو اپنا نبی مانیں گے جو ان قبائل میں سے کسی قبیلے سے تعلق رکھتا ہو۔ قریش کا نبی ہمیں منظور نہیں۔ بنو فرازہ کا رئیس عینیہ بن حصن فرازی بھی اسی طرح کہا کرتا تھا کہ ہم اپنے حلیف قبیلہ کے نبی کی نبوت پر ایمان لائیں گے' قریش کے نبی سے ہمارا کوئی تعلق نہیں۔ اس لیے یہ سارے لوگ طلیحہ کے ساتھ تھے اور ان کا یہ ساتھ قبائلی تعصب کی وجہ سے تھا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں جن لوگوں نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا وہ تین لوگ تھے۔ اسود عنسی' مسیلمہ کذاب اور طلیحہ بن خویلد۔ اسود عنسی اور مسیلمہ تو اپنے پیروکاروں کو اسلام ترک کر کے بت پرستی اختیار کرنے کی تلقین بھی کرتے تھے' لیکن طلیحہ کسی کو بت پرستی کی تلقین نہیں کرتا تھا۔ وہ یہ سمجھتا تھا کہ بت پرستی کا دور اب ختم ہو گیا ہے۔ اب توحید کا دور ہے کیونکہ توحید عرب کے قریہ قریہ میں پہنچ چکی ہے' اور اس کے اثرات لوگوں کے ذہنوں میں راسخ ہو چکے ہیں' اور اب حالت یہ ہے کہ کوئی معقول شخص توحید سے دست بردار ہو کر بت پرستی اختیار نہیں کر سکتا۔

سیدنا خالد بن ولیدؓ جب مدینہ سے روانہ ہوئے تو سیدنا ابوبکرؓ نے ان کو جو ہدایات دیں وہ کچھ اس طرح تھیں کہ: ''تم اپنی پیش قدمی کا آغاز قبیلہ بنو طے سے کرنا اور جب ان سے فارغ ہو جاؤ تو پھر بطاح کی طرف پیش قدمی کرنا اور وہاں مالک بن نویرہ کی سرکوبی کرنا۔'' اور آپ نے ساتھ ہی یہ حکم بھی فرمایا کہ ''جب تم ایک مہم سے فارغ ہو جاؤ تو اس جگہ اس وقت تک مقیم رہنا جب تک میرا حکم نہ پہنچ جائے۔'' ساتھ ہی سیدنا ابوبکرؓ نے ایک جنگی حکمت عملی دشمن کو مرعوب کرنے کے لیے یہ اختیار کی کہ خود اپنے متعلق یہ مشہور کر دیا کہ میں ایک فوج لے کر خیبر جا رہا ہوں اور وہاں خالدؓ کی فوج کے ساتھ مل کر اس کی مدد کروں گا۔ جب خالد اپنے ہدف یعنی طلیحہ بن خویلد کے مقابلہ کے لیے جا رہے تھے اسی اثنا میں قبیلہ طے کے سردار عدی بن حاتم زکواۃ کا مال جمع کرانے کے لیے مدینہ

Marfat.com

منورہ آئے۔ سیدنا ابوبکرؓ کو جب ان کی آمد کا پتہ چلا تو انہیں اپنے پاس بلا کر فرمایا کہ وہ فوری طور پر اپنے قبیلہ میں جا کر مرتدین سے صاف لفظوں میں کہیں کہ اگر وہ ارتداد پر قائم رہے تو ان کا انجام اچھا نہیں ہوگا اور انہیں سخت سزا دی جائے گی۔ ادھر سیدنا خالد بن ولیدؓ نے سیدنا ابوبکرؓ کی ہدایت کے مطابق بزاخہ جانے کے بجائے ''اجاء'' جو قبیلہ طے کا مقام تھا اپنی منزل قرار دیا اور ظاہر یہ کیا کہ وہ خیبر جا رہے ہیں' وہاں سے مزید فوج لے کر بزاخہ کا قصد کریں گے۔

ادھر سیدنا ابوبکرؓ کی ہدایت کے مطابق سیدنا عدی بن حاتمؓ قبیلہ بنوطے کے پاس آئے اور ان کو دوبارہ اسلام قبول کرنے کی دعوت دی' لیکن انہوں نے عدی بن حاتمؓ کی بات ماننے سے انکار کر دیا اور کہا کہ وہ کسی صورت اسلام قبول نہیں کریں گے۔ اب عدیؓ نے ان سے کہا: ''تمہاری طرف مدینہ سے ایک لشکر جرار جلد ہی آنے والا ہے جو تم پر قطعی طور پر رحم نہیں کرے گا۔ وہ آتے ہی تمہاری گردنیں اڑانا شروع کر دے گا۔ پھر اس کے قتل سے کوئی بھی نہیں بچ سکے گا۔ میں نے حقیقت حال تم پر واضح کر دی ہے۔ اب تم میری بات مانو یا نہ مانو یہ تمہارا کام ہے' لیکن انجام کے تم ذمہ دار ہو گے۔ سیدنا عدیؓ نے مسلمانوں کی طاقت' ان کی جرأت و ہمت اور ان کے ارادوں اور فیصلوں سے صاف صاف بتا دیا اور یہ بھی بتا دیا کہ ابوبکرؓ نے تمام مرتدین کو پوری طرح ختم کر دینے کا عزم کر رکھا ہے' لہٰذا تمہارے لیے یہی بہتر ہے کہ تم دوبارہ حلقہ بگوش اسلام ہو جاؤ اور اس تباہی سے بچ جاؤ جو مسلمانوں کے ہاتھوں تم پر آنے والی ہے۔

ان لوگوں نے پہلے تو عدی بن حاتمؓ کی باتوں کا مذاق اڑایا اور سیدنا ابوبکرؓ کے لیے تمسخر کے طور پر ''ابوالفصیل'' کا لفظ استعمال کیا' لیکن جب سیدنا عدی بن حاتمؓ نے انہیں دوبارہ سختی اور قوت کے ساتھ کہا کہ تم کسی غلط فہمی کا شکار نہ رہو۔ مدینہ سے جو فوج تم پر حملہ آور ہونے کے لیے آ رہی ہے' اس کا قائد بچھڑے کا باپ (ابوالفصیل) نہیں بلکہ فحل اکبر (ایک بہت بڑا سانڈ) ہے۔ اب تم جانو اور تمہارا کام۔ اب یہ لوگ کچھ نرم پڑے اور انہوں نے اب سیدنا عدیؓ کی باتیں غور سے سنیں اور جو کچھ وہ اپنی آنکھوں سے مدینہ میں دیکھ آئے تھے' ان کے بارے میں ان سے تفصیل پوچھی۔ عدیؓ نے بتایا کہ مسلمانوں کی فوج مدینہ سے کئی سو میل دور اہل روم سے برسرپیکار ہوئی اور انہیں شکست فاش دی۔ پھر

Marfat.com

مدینہ کی چھوٹی سی فوج نے عبس' ذبیان اور ان کے حلیف قبائل کو نہایت ذلت آمیز شکست دی۔ سیدنا خالدؓ کے بارے میں وہ اگرچہ بہت کچھ جانتے تھے لیکن عدیؓ نے بتایا کہ تمہاری طرف جو فوج آ رہی ہے اس کی قیادت اور زمام کار خالد بن ولیدؓ کے ہاتھ میں ہے۔ وہ نہایت سخت مزاج جرنیل ہیں اور تم لوگ اس کے مقابلہ میں ایک دن بھی نہیں ٹھہر سکتے۔ اور جب خالدؓ تم پر فتح پالیں گے تو وہ تمہیں نیست و نابود کر کے رکھ دیں گے۔

عدی بن حاتمؓ کی باتوں نے قبیلہ بنو طے کے لوگوں کو اندر سے ہلا کر رکھ دیا۔ اب انہوں نے آپس میں مشورہ کیا اور طے یہ پایا کہ انہیں دوبارہ اسلام قبول کر لینا چاہیے' لیکن اس میں ایک خطرہ تھا کہ اگر وہ دوبارہ اسلام قبول کرتے ہیں تو ان کے قبیلہ کے جو لوگ بزاخہ میں طلیحہ کے ساتھ ہیں وہ ان کو قتل کر دے گا۔ نہایت غور و فکر کے بعد انہوں نے عدی بن حاتمؓ سے کہا کہ ہم دوبارہ حلقہ بگوش اسلام ہو جاتے ہیں' لیکن شرط یہ ہے کہ آپ خالد بن ولیدؓ سے ملیں اور انہیں کہیں کہ ہمارے کچھ لوگ بزاخہ میں طلیحہ کے لشکر میں موجود ہیں' ہم حسن تدبیر سے انہیں واپس بلالیں' کیونکہ اگر اب ہم نے دوبارہ اسلام قبول کرنے کا اعلان کر دیا تو خطرہ ہے کہ طلیحہ ان لوگوں کو قتل کرا دے گا جو قبیلہ کا ایک بہت بڑا نقصان ہے۔ پہلے ہم ان لوگوں کو یہاں لے آئیں تاکہ ان کی زندگیاں محفوظ ہو جائیں' اس کے بعد ہم اسلام کا اعلان کر دیں گے۔ اس اثناء میں خالدؓ ہمارے قبیلہ پر حملہ نہ کریں۔

عدیؓ اپنی قوم کے اس فیصلہ سے نہایت خوش ہوئے۔ سیدنا خالد بن ولیدؓ اس وقت "مسخ" میں فروکش تھے جو مدینہ کے نواح میں واقع ہے۔ عدیؓ یہاں آئے اور سیدنا خالد بن ولیدؓ سے کہا کہ آپ تین روز توقف کریں۔ اس اثناء میں بزاخہ سے پانچ سو آدمی آپ کے پاس پہنچ جائیں گے جو جنگجو اور بہادر ہیں' جن سے آپ کو بڑی تقویت ملے گی کیونکہ آپ کو لشکر میں افرادی قوت کی بہت ضرورت ہے۔ سیدنا خالدؓ نے عدیؓ کی یہ بات منظور کر لی۔ (طبری نے تین دن کے توقف کا ذکر کیا ہے جب کہ ابن اثیر اور ابن کثیر میں تین دنوں کا کوئی ذکر نہیں ہے) اور بنی طے کی طرف اپنی روانگی چند دنوں کے لیے ملتوی کر دی اور وہیں "مسخ" میں اقامت گزین رہے۔ عدیؓ واپس اپنے قبیلہ میں گئے تو پتہ چلا کہ طلیحہ کے پاس قبیلہ کے کچھ لوگوں کو بھیج دیا گیا ہے تاکہ ان کے آدمی واپس

Marfat.com

آ جائیں۔

تاریخ کے رپورٹر بتاتے ہیں کہ طلیحہ بن خویلد کے پاس قبیلہ بنوطے کے لوگ اپنے آدمی لینے کے لیے گئے تو اس نے بڑی خوشی سے ان لوگوں کو واپس بھیج دیا۔ جب یہ لوگ واپس قبیلہ میں پہنچ گئے تو یہ لوگ سیدنا عدی بن حاتمؓ کے ساتھ سیدنا خالدؓ کے پاس گئے اور ان کے سامنے اپنے اسلام کا اظہار کیا اور اس طرح خالدؓ کی فوج میں ایک روایت کے مطابق پانچ سو اور دوسری روایت کے مطابق ایک ہزار جنگ جو سپاہیوں کا اضافہ ہوگیا جو ایک بہت بڑی خوش آئند بات تھی۔ (طبری جلد 2 ص 483 ' ابن اثیر جلد 2 ص 264-263 ' Muir: The Caliphate, P. 22)

بنو جدیلہ کا مسلمان ہونا

سیدنا خالدؓ نے بنوطے کے مسلمان ہونے کے بعد "انسر" کی طرف روانہ ہونے کا ارادہ کیا۔ وہاں قبیلہ جدیلہ مقیم تھا اور آپ ان سے جنگ کرنا چاہتے تھے۔ سیدنا عدی بن حاتمؓ نے پھر سیدنا خالدؓ کے پروگرام میں مداخلت کی اور کہا:

"بنوطے کی مثال ایک پرندے کی ہے جس کا ایک پر جدیلہ کا قبیلہ ہے۔ آپ چند روز کے لیے ذرا توقف فرمائیں اور مجھے موقع دیں تو ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں بھی بنوطے کی طرح اسلام کی قبولیت کا شرف عطا فرما دے۔"

سیدنا خالد بن ولیدؓ نے ان کی رائے پسند فرمائی اور انہیں قبیلہ جدیلہ سے ملنے کی اجازت دی۔ سیدنا عدیؓ ان کے ہاں گئے۔ ان سے وہی باتیں کیں جو بنوطے سے کی تھیں۔ انہوں نے تمام باتیں نہایت غور سے سنیں۔ کافی دیر تک گفتگو ہوئی۔ اس کے بعد انہیں اسلام کی دعوت دی جو انہوں نے فوراً قبول کر لی۔ بعض روایات میں ہے کہ انہوں نے اسی وقت عدی بن حاتمؓ کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لیا۔ اور دوسری روایات میں ہے کہ قبیلہ جدیلہ کے ایک ہزار آدمی سیدنا خالدؓ کے پاس گئے اور دوبارہ اسلام قبول کر کے اپنی خدمات اسلامی فوج کے حوالے کر دیں۔ (طبری جلد 2 ص 483' ابن اثیر جلد 2 ص 263)

یہ ایک بہت بڑی کامیابی تھی جو اللہ تعالیٰ نے سیدنا عدی بن حاتمؓ کی وجہ سے

Marfat.com

سیدنا خالدؓ کو بغیر کسی لڑائی کے اپنے ہیڈ کوارٹر میں بیٹھے ہوئے عطا کی' لیکن اس کامیابی کا سہرا اور سارا کریڈٹ بنو طے کے رئیس سیدنا عدی بن حاتمؓ کو جاتا ہے۔ اسی وجہ سے مورخین نے لکھا ہے کہ عدی بن حاتمؓ نہایت عاقل وفہیم اور فکر وفراست کی بے پناہ دولت کے حامل شخص تھے اور وہ بنو طے کے تمام لوگوں میں ایک بہترین شخصیت کے مالک تھے۔

طلیحہ سے جنگ

بنو طے اور بنو جدیلہ کا مرحلہ تو بغیر کسی جنگ کے فوجی ہیڈ کوارٹر میں بیٹھے بٹھائے حل ہو گیا۔ اب سیدنا خالدؓ نے اپنی اصل منزل مقصود یعنی بزاخہ کی طرف روانگی کا ارادہ فرمایا۔ طلیحہ نے جب یہ سنا کہ بنو طے اور بنو جدیلہ دونوں نے دوبارہ اسلام قبول کر لیا ہے اور انہوں نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا ہے تو اسے سخت صدمہ ہوا' لیکن اس نے ہمت نہ ہاری اور مسلمانوں سے مقابلہ کے لیے ڈٹا رہا۔ مورخین کے بیان کے مطابق طلیحہ شاید مقابلے کا ارادہ ترک کر دیتا لیکن عینیہ بن حصن نے اسے مقابلہ سے دست بردار نہ ہونے دیا۔ عینیہ کو سیدنا ابو بکرؓ سے عداوت تھی۔ اسی وجہ سے اس کے قبیلے بنو فرازہ کا سات سو افراد پر مشتمل ایک دستہ طلیحہ کی فوج میں موجود تھا' اور یہ خود بھی ہر مشکل مرحلہ پر طلیحہ کی ہمت بندھاتا رہتا تھا۔ یہ دونوں (طلیحہ اور عینیہ) مدینہ پر ایک کاری ضرب لگانے کا فیصلہ کر چکے تھے' لیکن اب صورت حال کچھ مختلف تھی۔ عینیہ کے سات سو آدمی طلیحہ کے لشکر میں شامل تھے اور بنو طے اور بنو جدیلہ کے دو بڑے قبیلوں کے لوگ اس سے الگ ہو کر مسلمانوں کے لشکر میں شامل ہو چکے تھے۔ افرادی قوت کے اس عظیم نقصان کے باوجود طلیحہ اپنے دعویٰ نبوت پر قائم تھا' اس کی اصل وجہ عینیہ بن حصن تھا کیونکہ طلیحہ یہ سمجھتا تھا کہ اگر اس نے اپنے دعویٰ سے دست برداری کر لی اور مسلمانوں کی طرف مائل ہو گیا تو عینیہ اسے سخت نقصان پہنچائے گا اور گرد ونواح کے قبائل کو اس کے مقابل کھڑا کر دے گا جس سے اسے جانی نقصان پہنچنے کا شدید خطرہ ہے۔ لہٰذا اس نے مسلمانوں کے مقابلہ کا عزم کر لیا۔

بنو طے اور بنو جدیلہ کو ساتھ ملانے کے بعد سیدنا خالد بن ولیدؓ بزاخہ کی طرف روانہ ہوئے۔ ہراول دستہ کے طور پر انہوں نے دشمن کے حالات معلوم کرنے کے لیے

Marfat.com

سیدنا عکاشہ بن محصنؓ اور سیدنا ثابت بن اقرم انصاریؓ کو اپنے لشکر کے آگے بھیجا۔ یہ دونوں عرب کے معزز ترین افراد اور بے مثال بہادر اور شہ سوار تھے۔ راستہ میں ان کی ملاقات طلیحہ کے بھائی حبال (ایک روایت کے مطابق سلمہ بن خویلد کا بیٹا یعنی طلیحہ بن خویلد کا بھتیجا تھا) سے ہوئی۔ ان دونوں حضرات نے جونہی حبال کو دیکھا تو اسے قتل کر دیا۔ طلیحہ کو حبال کے قتل کا پتہ چلا تو وہ اپنے بھائی سلمہ کے ساتھ قاتلوں کی تلاش میں نکلا اور انہیں پکڑ لیا۔ سلمہ نے ثابت بن اقرمؓ کو تو اسی وقت شہید کر دیا۔ مقابلے کا موقعہ ہی نہ دیا لیکن عکاشہؓ نے نہایت جرات اور پامردی سے طلیحہ کا مقابلہ کیا اور کافی دیر تک ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہوتے رہے۔ قریب تھا کہ طلیحہ سیدنا عکاشہؓ کے ہاتھوں قتل ہو جاتا لیکن سلمہ نے طلیحہ کے ساتھ مل کر عکاشہؓ کو بھی شہید کر دیا اور اپنے کیمپ میں واپس چلے گئے۔

سیدنا خالد بن ولیدؓ کا لشکر آگے بڑھا تو انہیں دو صحابہ کرامؓ کی لاشیں راستہ میں پڑی ملیں جن کو انہوں نے دشمن کی جنگی تیاریوں کا پتہ لگانے کے لیے آگے بھیجا تھا۔ مسلمانوں کو ان دونوں صحابہ کی لاشیں دیکھ کر سخت اذیت پہنچی اور لشکر میں کچھ گھبراہٹ بھی محسوس کی گئی۔ لشکر کی یہ حالت دیکھ کر سیدنا خالدؓ آگے بڑھنے کے بجائے قبیلہ بنو طے کی طرف لوٹ آئے تاکہ ایک تو لشکر کی گھبراہٹ کو دور کیا جائے اور دوسرے فوج کو مزید منظم اور مستحکم کیا جائے۔ یہاں کچھ روز قیام کر کے سیدنا عدی بن حاتمؓ کے مشورہ سے فوج کو منظم بھی کیا گیا اور اس کی گھبراہٹ اور اضطراب کو بھی دور کیا گیا اور دشمن کی جنگی تیاریوں، اس کی فوج کی تعداد اور مستعد جنگی نوعیت کے مسائل پر غور و فکر کیا گیا اور پھر حالات کا مکمل جائزہ لینے کے بعد بزاخہ کی طرف فوج کو روانگی کا حکم دیا گیا۔

مسلمان فوج جب بزاخہ پہنچی تو ایک اور مسئلہ درپیش آیا، وہ یہ کہ طلیحہ کے کیمپ میں مسلمانوں کے خلاف جو قبائل موجود تھے ان میں بنو قیس اور بنو اسد بھی تھے۔ بنو طے اور بنو اسد آپس میں حلیف تھے۔ بنو اسد طلیحہ کا اپنا قبیلہ تھا۔ بنو طے کے لوگوں نے سیدنا خالدؓ سے کہا کہ انہیں بنو اسد سے نہ لڑایا جائے کیونکہ وہ ہمارے حلیف ہیں۔ ان کے علاوہ اور جس قبیلہ سے بھی آپ کہیں ہم لڑنے کے لیے تیار ہیں۔ بنو قیس کا مقابلہ بھی پوری قوت سے کریں گے۔ سیدنا خالدؓ نے کہا: ”شان و شوکت اور جرات و ہمت میں بنو قیس

بھی بنو اسد سے کم نہیں۔ تمہیں اختیار ہے کہ جس قبیلہ سے بھی تم لڑنا چاہتے ہو لڑو۔ اب پھر بنو طے کے رئیس عدی بن حاتمؓ نے مداخلت کی اور اپنے قبیلہ کے لوگوں سے کہا: ''بنو اسد بیشک ہمارے حلیف ہیں لیکن اب وہ دشمنان اسلام کے ساتھ ملے ہوئے ہیں' اس لیے وہ اب ہمارے حلیف نہیں رہے۔ ہم ان کا مقابلہ کریں گے۔ اگر میرے قبیلے کے لوگ ان سے نہیں لڑنا چاہتے تو نہ لڑیں' میں ان سے ضرور لڑوں گا اور اسلام کے ہر دشمن سے لڑوں گا خواہ وہ ماضی میں میرا حلیف ہی کیوں نہ رہا ہو۔'' سیدنا خالدؓ نے سیدنا عدی بن حاتمؓ کے یہ مومنانہ خیالات اور جذبات سن کر فرمایا: ''دشمنان اسلام کے جس فریق سے بھی لڑو گے وہ جہاد ہی ہوگا اور وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کا باعث ہوگا۔ آپ وہی کام کریں جو آپ کے قبیلہ کے لوگ کہتے ہیں۔ آپ ان کی مخالفت نہ کریں۔ اگر وہ اپنے پرانے حلیف بنو اسد سے نہیں لڑنا چاہتے تو نہ لڑیں۔'' سیدنا عدیؓ خاموش ہوگئے۔ چنانچہ بنو طے نے بنو قیس سے جنگ کی جب کہ باقی مسلمانوں نے بنو اسد سے۔

اب بزاخہ کے مقام پر دونوں فوجوں میں جنگ کا آغاز ہوا۔ مسلمانوں کے لشکر کی کمان سیدنا خالد بن ولیدؓ کے ہاتھ میں تھی' اور طلیحہ کی طرف سے جنگ کا امیر لشکر عینیہ بن حصن تھا۔ مسلمان فوج میدان جنگ میں اس طرح بڑھی کہ بنو طے کے جانباز بنو قیس کے مقابلہ میں صف آرا تھے اور باقی مجاہدین دوسرے قبیلوں کے بالمقابل صفیں آراستہ کیے کھڑے تھے۔ جنگ شروع ہوئی تو نہایت گھمسان کا رن پڑا۔ عینیہ کو اپنے جانبازوں پر بڑا ناز تھا لیکن سیدنا خالدؓ اور ان کی فوج نے اس کو بدحواس کر دیا۔ ادھر طلیحہ خیمے میں کمبل اوڑھے بیٹھا وحی کا انتظار کر رہا تھا۔ اب جب عینیہ اور اس کی فوج کی سیدنا خالدؓ کے حربی کمالات کے سامنے کوئی پیش نہیں جا رہی تھی' اور اسے اپنی فوج کے پاؤں اکھڑتے نظر آئے تو وہ گھبرا کر طلیحہ کے خیمہ میں آیا اور پوچھا: ''کیا کوئی وحی تو نہیں آئی؟'' اس نے جواب دیا: ''ابھی نہیں۔'' یہ سن کر وہ واپس میدان جنگ میں چلا گیا اور پھر مسلمانوں سے لڑنے لگا۔ اب لڑائی میں زیادہ شدت پیدا ہوئی اور مسلمانوں کا دباؤ مرتدین پر بڑھنے لگا تو وہ پھر طلیحہ کے خیمہ میں آیا اور پوچھا: ''جبرئیل کوئی وحی لائے یا نہیں؟'' طلیحہ نے اب بھی وہی جواب دیا کہ ابھی نہیں لائے۔ ادھر عینیہ دیکھ رہا تھا کہ اس کی فوج کے پاؤں اکھڑ رہے ہیں' اس لیے وہ جھنجلا کر بولا: ''آخر کب تک وہ وحی آئے گی؟'' طلیحہ نے کہا: ''بس

Marfat.com

میری رسائی تو ملاءِ اعلیٰ تک ہو گئی ہے' اب دیکھنا یہ ہے کہ اوپر سے کیا جواب آتا ہے۔"
یہ جواب سن کر عینیہ پھر میدان کارزار میں آ گیا اور مسلمانوں کے ساتھ لڑنے میں مشغول ہو گیا۔ اب کیا تھا؟ سیدنا خالدؓ کے لشکر نے اسے چاروں طرف سے گھیرے میں لے لیا اور شکست کا عفریت اسے سامنے نظر آنے لگا تو وہ سخت گھبرایا ہوا طلیحہ کے پاس آیا اور پوچھا: "اب بھی کوئی وحی آئی یا نہیں؟" طلیحہ نے جواب دیا: "ہاں آئی ہے۔" پوچھا: "وہ کیا؟" طلیحہ نے جواب دیا: "وہ یہ ہے:

"ان لک رحاً کر حاہ وحدیثاً لاتنساہ"

"یعنی تیرے پاس بھی ایسی ہی چکی ہے جیسی کہ ان کے یعنی مسلمانوں کے پاس' تیری باتیں وہ ہیں جنہیں تو کبھی نہ بھولے گا۔"

وحی کے الفاظ سن کر طلیحہ خاموش نہ رہ سکا کیونکہ یہ وحی بے معنی اور مبہم تھی۔ چنانچہ اس نے کہا: "قد علم اللہ ان سیکون حدیثاً لاتنساہ" (یعنی یقیناً اللہ جانتا ہے کہ بہت جلد ایسے واقعات رونما ہوں گے جنہیں تو کبھی نہیں بھولے گا۔) عرب لوگ جنگ کو چکی سے تعبیر کرتے تھے۔ طلیحہ کا مطلب یہ تھا کہ تمہیں بھی ایسی ہی سخت جنگ درپیش ہے جیسی مسلمانوں کو اور اس جنگ میں جو کچھ بیت رہی ہے اسے تم کبھی نہیں بھولو گے۔ اس کے بعد عینیہ نے غصہ کے مارے بے قابو ہو کر اپنی قوم سے کہا: "اے بنو فرازہ! طلیحہ کذاب ہے' لہٰذا اب تم جنگ سے الگ ہو جاؤ اور بھاگ کر اپنی جانیں بچانے کی کوشش کرو۔ عینیہ کی آواز سن کر بنو فرازہ تو بھاگ کھڑے ہوئے تاکہ اپنی جانیں بچائیں اور باقی لشکر طلیحہ کے گرد جمع ہو گیا اور پوچھا: "اب ہمارے لیے کیا حکم ہے؟" طلیحہ کی سب سے بڑی طاقت بنو فرازہ تھے۔ بنو فرازہ کا میدان جنگ چھوڑنا تھا کہ طلیحہ کی فوج کے پاؤں اکھڑ گئے۔ طلیحہ نے اپنے لیے ایک تیز رفتار گھوڑے اور اپنی بیوی "نوار" کے لیے ایک سواری کا انتظام پہلے ہی کر رکھا تھا۔ اب اس نے اپنی فوج کے پاؤں اکھڑتے دیکھے تو اچھل کر گھوڑے پر سوار ہو گیا اور بیوی کو بھی سوار کر لیا اور یہ کہتا ہوا بھاگ کھڑا ہوا: "جو شخص میری طرح اہل و عیال کو لے کر بھاگ سکتا ہے بھاگ جائے اور اپنی جان بچا لے۔" نتیجہ یہ ہوا کہ طلیحہ کی تمام طاقت ختم ہو گئی جو اس نے سیدنا ابوبکرؓ کے مقابلہ میں اکٹھی کی تھی اور اس کی جھوٹی نبوت دم توڑ گئی۔ طلیحہ میدان جنگ سے بھاگ کر شام چلا گیا

Marfat.com

اور وہاں بنوکلب میں اس نے اپنی سکونت اختیار کر لی۔ کچھ روز کے بعد اسے معلوم ہوا کہ بنواسد اور بنوعطفان اور ان تمام قبائل نے اسلام قبول کر لیا ہے جو اس کے گرد جمع تھے' تو اس نے بھی اپنے اسلام کا اعلان کر دیا' اور سیدنا ابوبکرؓ کے انتقال تک وہ بنوکلب ہی میں سکونت پذیر رہا۔ اس طرح سے سیدنا خالد بن ولیدؓ نے طلیحہ بن خویلد کی طاقت کا قلع قمع کیا۔

جنگ کے اختتام کے بعد سیدنا خالد بن ولیدؓ بزاخہ کے مقام پر قریباً ایک ماہ تک مقیم رہے۔ اس اثناء میں انہوں نے ان قبائل کا تعاقب کیا جو مرتد ہو کر سرکشی اور بغاوت پر اتر آئے تھے اور اسلامی حکومت کو ختم کرنے کے در پے تھے۔

بنو عامر کا قبیلہ گومگو کی حالت میں تھا۔ وہ نہ اِدھر تھا اور اُدھر بلکہ وہ کسی بات کو دیکھ رہا تھا کہ جنگ میں کس فریق کا پلہ بھاری رہتا ہے۔ جب بزاخہ میں سیدنا خالدؓ کو اللہ تعالیٰ نے فتح سے ہم کنار کیا اور طلیحہ اور عینیہ میدان چھوڑ کر بھاگ گئے' اور بنو طے' بنو جدیلہ' بنو اسد' بنو قیس اور بنوعطفان کے قبائل حلقہ بگوش اسلام ہو گئے تو اب انہوں نے بھی یہ سمجھ لیا کہ اب اسلام کے سوا اور کوئی دوسرا راستہ نہیں۔ چنانچہ بنو عامر کے سربرآوردہ لوگ سیدنا خالد بن ولیدؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کر لیا' اور اس بات کا اقرار کیا کہ ہم نماز بھی پڑھیں گے اور زکواۃ بھی ادا کریں گے۔ سیدنا خالدؓ نے ان سے بیعت لی اور انہیں امان دے دی۔ سیدنا خالدؓ نے بزاخہ کے قیام کے دوران تین بڑے کام کیے جو کرنے نہایت ضروری تھے:

1- اردگرد کے تمام مرتد قبائل کا استیصال کیا جنہوں نے اسلام قبول کر لیا ان کو امن دے دیا اور دوسروں کو موت کے گھاٹ اتار دیا کیونکہ اسلام میں مرتد کی سزا موت کے سوا اور کچھ نہیں۔

2- جن لوگوں نے مسلمانوں کو قتل کیا تھا ان کو ان کے انتقام اور قصاص میں موت کے گھاٹ اتار دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ پھر کسی کو مسلمان کو قتل کرنے کی جرات نہ ہوئی۔

3- مرتدین کے ان تمام سرغنوں کو جنہوں نے اسلامی افواج کا مقابلہ کیا تھا یا جنہوں نے مسلمانوں کو قتل کیا تھا' ان کو قتل کر دیا گیا اور کچھ لوگوں کو گرفتار کر

Marfat.com

کے سیدنا ابوبکرؓ کے پاس مدینہ طیبہ بھیج دیا گیا۔ ان میں بعض لوگ اس زمانے کی قبائلی زندگی میں بڑی شہرت کے حامل تھے جن میں عینیہ' قرہ بن ہبیرہ' فجاۃ السلمی' ابوشجرہ بن عبدالعزیٰ اور علقمہ بن غلاثہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

بزاخہ کے میدان میں جب طلیحہ بن خویلد اور عینیہ بن حصن اپنے ساتھیوں کو میدان میں بے یار و مددگار چھوڑ کر فرار ہو گئے تو انہیں اسلام کا اطاعت گزار ہو جانا چاہیے تھا' لیکن وہ لوگ وہاں سے بھاگ کر دوسرے مقامات پر چلے گئے اور سیدنا خالد بن ولیدؓ کے خلاف جنگ کی تیاریوں میں لگ گئے' اور یہ خواب دیکھنے لگے کہ عنقریب انہیں فتح حاصل ہوگی اور مسلمانوں کو وہ اس بات پر مجبور کر دیں گے کہ وہ اسلامی احکام کی بجا آوری میں ان پر سختی نہ کریں بلکہ انہیں اسلامی فرائض معاف ہی کر دیں۔ یہ سب قبائلی لوگ تھے اور قبائلی لوگ اکثر و بیشتر ضدی مزاج ہوتے ہیں۔ چنانچہ وہ سیدنا خالدؓ کے خلاف دوسرا محاذ کھولنے کے لیے گٹھ جوڑ کرنے لگے۔

بارگاہ خلافت میں سیدنا خالدؓ کا خط

سیدنا خالد بن ولیدؓ نے بزاخہ میں بڑا سخت رویہ اختیار کیا۔ مرتدین واقعی سختی اور درشتی کے مستحق تھے کیونکہ انہوں نے پورے عالم اسلام کو پریشانی میں مبتلا کر دیا تھا اور وہ چاہتے تھے کہ اسلام کی عمارت کو منہدم کر کے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی 23 سالہ محنت کو ضائع کر دیں۔ جن قبیلوں نے اسلام قبول کر لیا آپ نے انہیں بالکل معاف کر دیا کیونکہ خلیفہ رسول کا یہی حکم تھا۔ جن لوگوں نے مسلمانوں کو قتل کیا تھا ان کو ان کے قصاص میں قتل کر دیا گیا۔ چنانچہ جب مسلمانوں کے قاتلوں کو سیدنا خالدؓ کے سپرد کیا گیا تو انہوں نے دوسروں کی عبرت کے لیے ان کے سرداروں کے سوا باقی سب کو قتل کر دیا۔ پھر ان سرداروں کو بیڑیوں میں جکڑ کر سیدنا ابوبکرؓ کے پاس مدینہ طیبہ بھیج دیا اور ساتھ ہی ایک خط لکھا:

"بنو عامر نے ارتداد کے بعد اسلام قبول کر لیا لیکن میں نے انہیں اس وقت تک نہیں چھوڑا جب تک انہوں نے ان لوگوں کو میرے حوالے نہیں کر دیا جنہوں نے مظلوم اور بے بس مسلمانوں کو قتل کیا تھا۔ میں نے ان تمام قاتلوں

Marfat.com

کو قصاص میں قتل کر دیا ہے۔ اس خط کے ساتھ قرہ بن ہبیرہ اور اس کے ساتھیوں کو پیش خدمت کر رہا ہوں۔"

بارگاہ خلافت سے خط کا جواب

سیدنا خالد بن ولیدؓ کا خط جب سیدنا ابوبکرؓ کو ملا اور وہ لوگ بھی پابجولاں مدینہ پہنچے جو ان مرتدین کے سرغنہ تھے' تو انہوں نے سیدنا خالدؓ کے خط کی تائید کی اور ان کے دل میں ان لوگوں کے بارے میں کوئی نرم گوشہ پیدا نہ ہوا جنہوں نے بے بس مسلمانوں کو قتل کیا تھا اور انہوں نے ان کے قتل کو درست جانا۔ پھر سیدنا خالدؓ کو ان کے خط کا جواب ان الفاظ میں دیا:

"تمہاری یہ کامیابیاں خدا کرے مزید کامیابیوں کا پیش خیمہ ہوں۔ اپنے کاموں میں اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ ڈرتے رہو کیونکہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو تقویٰ کی راہ پر گامزن رہتے اور ان کے بندوں پر احسان کرتے ہیں۔ اسلام کی سربلندی اور ارتداد کے قلع قمع میں پوری تندہی سے کام لو۔ اس بارے میں ذرا بھی تساہل نہ ہونے پائے۔ جب کسی مسلمان کا قاتل تمہارے ہاتھ لگ جائے تو اس کو بے دریغ قتل کر دو تاکہ دوسرے اس سے عبرت حاصل کریں۔ اور اگر کسی اسلام دشمن کا قتل اسلام کے مفاد میں ہو تو تمہیں اختیار ہے کہ اسے تلوار کے گھاٹ اتار دو۔" (طبری)

سیدنا ابوبکرؓ کا یہ خط جب سیدنا خالد بن ولیدؓ کو ملا تو انہوں نے مرتدین کے ساتھ اپنی پالیسی کو اور سخت کر دیا اور چشمہ بزاخہ کے قیام کے دوران انہوں نے مرتدین کو خوب سزائیں دیں۔

جنگ میں درشتی اور نرمی دونوں ہونی چاہئیں۔ صرف سختی معاملات کو بعض دفعہ بگاڑ دیتی اور صرف نرمی بھی بعض دفعہ دشمنوں کو دلیر کر دیتی ہے۔ ان جنگوں میں سیدنا خالد بن ولیدؓ کی سختی تھی تو دوسری طرف سیدنا ابوبکرؓ کی نرمی۔ دراصل سیدنا خالدؓ کی سختی بھی سیدنا ابوبکرؓ ہی کی وجہ سے تھی۔ ایک طرف سیدنا خالدؓ سختی سے کام لیتے تھے لیکن دوسری طرف سیدنا ابوبکرؓ کا رویہ نہایت نرمی کا تھا۔ چنانچہ جب بزاخہ سے سیدنا خالدؓ نے مرتدین کے

Marfat.com

سرغنہ لوگ پابجولا مدینہ طیبہ بھیجے تو سیدنا ابوبکرؓ نے ان پر سختی نہیں کی۔ جن لوگوں نے ارتداد سے توبہ کرلی ان کی توبہ کو قبول کرتے ہوئے انہیں معاف کر دیا۔

ام زمل کی بغاوت اور اس کی سرکوبی

ام زمل بنوخرازہ کی ایک نہایت شعلہ بیان عورت تھی۔ یہ ام قرفہ فاطمہ کی بیٹی تھی۔ اس کے باپ کا نام بدر تھا۔ یہ ایک جنگ میں گرفتار ہو کر آئی تھی۔ اس کی ماں مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہوئی تھی۔ وہ اپنی ماں کا انتقام لینے کے لیے موقع کی تلاش میں تھی کیونکہ اس کے دل میں انتقام کی آگ شعلہ زن تھی۔ لیکن اسے موقع نہیں مل رہا تھا کہ وہ اپنی اس آگ کو بجھا سکے۔

سیدنا ابوبکرؓ کی خلافت میں جب ارتداد و بغاوت کا فتنہ اٹھا تو اس نے اس موقع کو غنیمت جانا۔ بزاخہ کے میدان میں جن لوگوں نے سیدنا خالدؓ کے ہاتھوں شکست کھائی تھی ان میں اکثر نے دوبارہ اسلام قبول کرلیا لیکن کچھ ضدی عنصر بھاگ کر ام زمل کے پاس چلے گئے اور اس سے یہ عہد کیا کہ وہ اس کی طرف سے مسلمانوں کے ساتھ جنگ کریں گے اور جنگ میں مرجائیں گے لیکن پیٹھ نہیں دکھائیں گے۔ ام زمل کو ایسے لوگوں کی تلاش تھی جن کے ذریعہ وہ اپنی آتش انتقام کو ٹھنڈا کر سکے۔

جو لوگ بزاخہ کے میدان سے بھاگ کر اس کے پاس آئے تھے وہ مسلمانوں کے انتہائی مخالف تھے اور انتہائی سخت جان بھی۔ ان لوگوں نے لڑنے ہی کو اپنی زندگی کا مقصد وحید بنا لیا تھا۔ وہ بزاخہ کے میدان میں وقتی طور پر سیدنا خالدؓ کی تلوار براں سے ضرور گھبرائے لیکن اب موت کا کوئی خوف ان میں نظر نہیں آتا تھا۔ انہیں اب صرف ایک لیڈر کی ضرورت تھی۔ وہ ام زمل کی شکل میں انہیں مل گئی تھی' لہٰذا وہ ام زمل کے پاس گئے۔ ام زمل کو جب ایسے موت سے نڈر لوگ مل گئے تو وہ مسلمانوں کے مقابلہ کے لیے میدان میں اتر آئی۔

اس زمانے میں عرب لوگ اپنے پاس جنگی اونٹ رکھتے تھے۔ ان اونٹوں کو جنگ وقتال کے لیے خاص ٹریننگ دی جاتی تھی۔ وہ لڑائی کے دوران تیروں اور تلواروں کی جنگ گاہ میں دشمن کی صفوں میں گھس جاتے تھے اور اس کے لیے بڑے نقصان کا باعث بنتے

تھے۔ اس قسم کا ایک اونٹ ام زمل کے پاس بھی تھا جو اس کو اپنی ماں ام قرفہ سے ملا تھا۔ یہ ام قرفہ عینیہ بن حصن کی چچی تھی۔ اس کا شوہر مالک بن حذیفہ قبیلہ فرازہ کے سرکردہ لوگوں میں سے تھا۔ اس وجہ سے یہ خود بھی اپنے قبیلہ میں بڑی محترم تصور کی جاتی تھی اور نہایت آن بان اور شان و شوکت سے زندگی گزارتی تھی۔ یہ ام قرفہ اپنے قبیلے کی جنگوں میں بھی ان کی قیادت کرتی تھی۔ جب بھی کسی قبیلے سے بنوفرازہ کو جنگ کی نوبت آتی تو ام قرفہ اپنے جنگی اونٹ پر سوار ہو کر اپنی قوم سے آگے ہوتی۔ اپنے آدمیوں کو لڑانے اور ان کے جذبات کو مشتعل کرنے میں اسے خاص مہارت حاصل تھی۔

ام زمل میں اپنی ماں کی قریباً تمام خوبیاں پائی جاتی تھیں۔ اس وجہ سے اپنی ماں کی طرح قبیلہ فرازہ اور دیگر قبائل میں اسے نہایت احترام و اکرام کے ساتھ دیکھا جاتا تھا۔ جو لوگ سیدنا خالدؓ سے شکست کھانے کے بعد ام زمل کے پاس آگئے تھے' یہ باہمت اور بہادر عورت ہونے کے ناطے انہیں تسلی دیتی اور ان کے حوصلوں کو اپنی جذباتی باتوں سے بڑھاوا دیتی اور انہیں خالدؓ سے مقابلہ کے لیے تیار کرتی۔ اس نے اپنے لشکر کی تعداد میں اضافہ کرنے کے لیے متعدد قبائل سے بھی رابطہ کیا۔ ان قبائل کے بہت سے لوگ اس کے پاس اکٹھے ہو گئے جس کی وجہ سے اس کے لشکر کی افرادی قوت میں اضافہ ہو گیا۔

سیدنا خالدؓ کو جب اس عورت کی کارروائیوں کا علم ہوا تو وہ اس کی سرکوبی کے لیے بزاخہ سے جہاں وہ پچھلے ایک ماہ سے مقیم تھے' روانہ ہوئے۔ چند روز کے بعد سیدنا خالدؓ اور ام زمل کی فوجیں میدان جنگ میں ایک دوسرے کے سامنے صف آراء تھیں۔ طرفین کی فوجیں ایک دوسرے کو بڑی خشمگیں نگاہوں سے دیکھتی تھیں۔ یہ ایک بڑا ہولناک بلکہ خوفناک منظر تھا۔ پھر ایک روز دیکھتے ہی دیکھتے جنگ شروع ہو گئی۔ ام زمل اپنے جنگی اونٹ پر سوار اپنی جذباتی اور اشتعال انگیز تقریروں سے اپنے فوجیوں کو مشتعل کر رہی تھی اور ان کا لہو گرما رہی تھی تاکہ وہ پیچھے ہٹنے کے بجائے آگے بڑھیں۔ بلاشبہ وہ ایک ماہر جرنیل اور اعلیٰ کمانڈر تھی' اور فن حرب و ضرب میں اسے کمال حاصل تھا۔ اس کی ماہرانہ قیادت کی وجہ سے اس کے فوجی نہایت حوصلے اور جرات کے ساتھ لڑ رہے تھے۔ ام زمل کے اس جنگی اونٹ کے اردگرد سو اونٹ اور تھے جن پر بڑے بڑے سورما اور جنگ کے ماہر جرنیل سوار تھے جو ام زمل کی حفاظت کر رہے تھے۔ مختصر یہ کہ ام زمل کی یہ فوج بڑی منصوبہ

Marfat.com

بندی کے ساتھ مسلمانوں سے جنگ لڑ رہی تھی۔

دوسری طرف مسلمان بھی سیدنا خالد بن ولیدؓ کی زیر قیادت انتہائی زور دار حملے کر رہے تھے۔ سیدنا خالدؓ وہ جرنیل تھے جن کے بارے میں سیدنا ابوبکرؓ فرمایا کرتے تھے:

عجزت النساء أن يلدن مثل خالد

''عورتیں خالدؓ جیسے بہادر کو جننے سے عاجز ہیں۔''

مسلمان جنگ نہایت بہادرانہ اور جرات مندانہ طریقہ سے لڑ رہے تھے۔ سیدنا خالدؓ کی فوج کا اصل ہدف ام زمل تھی' لیکن اس کے قریب پہنچنا صرف مشکل ہی نہ تھا بلکہ محال تھا۔ مسلمانوں نے بار بار اس کے قریب پہنچنے کی کوشش کی لیکن اس کے محافظوں نے ان کی ہر کوشش کو ناکام بنا دیا۔ مسلمان بھی ہار ماننے والے نہیں تھے۔ چنانچہ اس کے سو محافظوں کو قتل کرنے کے بعد بالآخر مسلمان اس کے پاس پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ جونہی مسلمان اس کے قریب پہنچے' انہوں نے نہایت تیزی کے ساتھ سب سے پہلے اس کے اس جنگی اونٹ کی کونچیں کاٹ دیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اونٹ اور ام زمل دونوں نیچے گر گئے۔ اس کے نیچے گرتے ہی مسلمانوں نے اسے قتل کر دیا۔ اس کے فوجیوں نے جب ام زمل کو قتل ہوتے دیکھا تو وہ اپنے حوصلے ہار بیٹھے اور مایوسی نے انہیں گھیر لیا۔ اسی مایوسی کے عالم میں وہ میدان جنگ سے بھاگے۔ جونہی ان کے پاؤں اکھڑے مسلمانوں نے ان کو اپنی تلواروں کی دھار پر رکھ لیا اور اللہ تعالیٰ نے اسلامی لشکر کو فتح و نصرت سے ہم کنار کر دیا۔ اس طرح عرب کے شمال مشرقی حصے سے ارتداد اور بغاوت اور مدعیان نبوت کا فتنہ مکمل طور پر ختم ہو گیا جس کا سہرا سیدنا خالد بن ولیدؓ کے سر ہے۔

سیدنا خالد بن ولیدؓ کا بطاح میں نزول

جیسا کہ گزشتہ صفحات میں بتایا گیا ہے کہ سیدنا خالدؓ کو بارگاہ خلافت سے حکم تھا کہ بزاخہ کی مہم سے فارغ ہو کر بطاح پہنچیں۔ چنانچہ بزاخہ کی مہم سے تو وہ ایک ماہ سے فارغ ہو چکے تھے' اب وہ وہاں قیام کر کے وہاں کا انتظام و انصرام درست فرما رہے تھے۔ اس عرصہ میں مسیلمہ اور سجاح کے گٹھ جوڑ اور پھر ان کی باہم شادی کی اطلاعات ملتی رہیں۔ ام زمل کا واقعہ بھی رونما ہو چکا تھا۔ مالک بن نویرہ اس زمانے میں بطاح میں مقیم تھا۔

Marfat.com

سجاح کے الجزیرہ واپس جانے کے بعد بنو تمیم کے بعض امراء جیسے وکیع اور سماعہ وغیرہ اپنی حرکات پر نادم ہوئے اور جب سیدنا خالدؓ بطاح پہنچے تو وکیع بن مالک' سماعہ اور زبرقان اپنی اپنی زکواۃ لے کر سیدنا خالدؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کیا۔ لیکن مالک بن نویرہ جوان کا ایک ساتھی تھا' وہ اپنی بات پر اڑا رہا۔ یہ چونکہ منکر زکواۃ تھا اور بنو تمیم کے مسلمانوں کو تنگ کر رہا تھا' اس وجہ سے سیدنا خالدؓ کے نزدیک وہ گردن زدنی تھا۔ اس کے تمام ساتھی اس سے الگ ہوگئے تھے اور بارگاہ خلافت کے مطیع و منقاد ہو گئے تھے اور وہ اکیلا رہ گیا تھا۔ یہ حالات مالک کے لیے بالکل حیران کن اور پریشان کن تھے۔ اب وہ رات دن اسی سوچ میں رہتا تھا کہ اسے اب کیا کرنا چاہیے' لیکن کوئی صورت اس کے ذہن میں نہیں آ رہی تھی' حالانکہ اسے بھی وکیع' سماعہ اور زبرقان کی طرح بارگاہ خلافت سے یا سیدنا خالد بن ولیدؓ سے رابطہ قائم کر کے زکواۃ کی ادائیگی کر دینی چاہیے تھی' اور یہ اس کے لیے بہتر بھی تھا' لیکن وہ ابھی واقعات کے نشیب و فراز کو دیکھ رہا تھا کہ وہ کیا کروٹ بدلتے ہیں۔ ادھر سے خبریں آ رہی تھیں کہ خالد بن ولیدؓ آ رہے ہیں۔ قبیلہ کے تمام سرداروں سے الگ ہونے کے بعد اب اس میں سیدنا خالدؓ کے مقابلہ کی نہ تو جرات تھی اور نہ ہی طاقت و ہمت۔ اس وجہ سے اس نے اپنے تمام ساتھیوں اور قبیلہ والوں کو منتشر کر کے اپنے گھروں کو بھیج دیا تھا۔

سیدنا خالد بن ولیدؓ نے بنو اسد' غطفان اور دوسرے قبائل سے فارغ ہو کر بطاح کا قصد فرمایا کیونکہ مالک بن نویرہ ارتداد بغاوت کا علم بلند کیے ہوئے تھا۔ سیدنا خالدؓ کے لشکر میں کچھ حضرات انصار مدینہ سے بھی تھے۔ شاید انہیں سیدنا ابوبکرؓ کے اس حکم کا پتہ نہیں تھا کہ بطاح بھی جانا ہے۔ اس وجہ سے انہیں جب پتہ چلا کہ خالدؓ بطاح جا رہے ہیں تو وہ کچھ متردد ہوئے اور کہا کہ سیدنا ابوبکرؓ نے ہمیں صرف بنو تمیم کی طرف جانے کا حکم فرمایا تھا اور جب کہ آپ نے طلیحہ کو شکست دے کر اس کے علاقہ کے لوگوں پر غلبہ حاصل کر لیا ہے تو اب یہاں خلیفہ کے دوسرے حکم کے انتظار تک مقیم رہیں۔ لیکن سیدنا خالدؓ نے ان کی یہ بات ماننے سے انکار کر دیا اور فرمایا: ''تم سے سیدنا ابوبکرؓ نے کوئی بھی بات کی ہو لیکن مجھے انہوں نے جو حکم دیا ہے وہ پیش قدمی کا ہے۔ ویسے بھی میں تم لوگوں کا امیر ہوں اور حالات کا ژرف نگاہی سے مطالعہ کر رہا ہوں۔ میرے پاس بارگاہ خلافت سے اگر

Marfat.com

کوئی بھی حکم نہ پہنچے لیکن میں حالات کا جائزہ لے کر یہ اندازہ کروں گا کہ ہمیں دشمن کو گرفت میں لانے کے لیے کیا کیا اقدامات کرنے چاہئیں۔ میرے اندازے کے مطابق اس وقت پیش قدمی سے ہمیں فائدہ پہنچنے کی پوری پوری توقع ہے' اس لیے میں اس موقع کو ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ میں دیکھ اور سن رہا ہوں کہ مالک بن نویرہ اپنی سرکشی میں بڑھتا چلا جا رہا ہے' اس لیے میں اس کے مقابلے کا پکا ارادہ کر چکا ہوں۔ میں بالکل اصرار نہیں کرتا کہ تم میرے ساتھ ضرور جاؤ۔ اگر تم نہیں جانا چاہتے تو نہ جاؤ۔ مہاجرین اور تابعین میرے ساتھ جانے کے لیے تیار ہیں۔ میں انہیں ساتھ لے جاتا ہوں۔ چنانچہ سیدنا خالد بن ولیدؓ بزاخہ سے بطاح کی طرف روانہ ہوگئے اور انصار وہیں رہ گئے۔ سیدنا خالدؓ کے بطاح کی سمت کوچ کے بعد انصار مدینہ نے مسئلہ کے تمام پہلوؤں پر غور وخوض کیا اور فیصلہ کیا کہ اس موقع پر ہمارا پیچھے رہنا مناسب نہیں۔ چنانچہ وہ بھی بطاح روانہ ہوگئے اور سیدنا خالدؓ کے لشکر سے جاملے۔ سیدنا خالدؓ ان کی آمد پر خوش ہوگئے۔

سیدنا خالدؓ جب بطاح پہنچے تو وہاں میدان بالکل خالی پڑا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ مالک بن نویرہ نے جب اپنے آپ کو تنہا محسوس کیا تو اس نے اپنے لشکر کو یہ کہہ کر ادھر ادھر بھیج دیا کہ: ''اے بنی یربوع' جن امراء نے ہمیں ابوبکرؓ کی اطاعت کا مشورہ دیا تھا ہم نے ان کی بات نہ مانی' لیکن اب ہماری یہ حالت ہوگئی ہے کہ ہم میں اسلامی ریاست کے مقابلہ کی کوئی طاقت اور سکت نہیں رہی' لہٰذا میرا مشورہ تمہیں یہ ہے کہ تم دوبارہ اسلام قبول کرلو اور ادھر ادھر منتشر ہو جاؤ تاکہ کسی کے دل میں یہ شبہ بھی نہ گزرے کہ تم مسلمانوں سے لڑنا چاہتے ہو۔ چنانچہ اس کے تمام آدمی ادھر ادھر چلے گئے اور مالک خود بھی روپوش ہوگیا۔

مسلمانوں کے ہاں اسلام لانے کی علامت اذان ہوتی تھی۔ وہ جب مرتدین بستیوں میں جاتے تھے تو بستی کے قریب جاکر اذان دیتے تھے۔ اس کے جواب میں اگر بستی کی طرف سے بھی اذان کی آواز آتی تو مسلمان اس بستی سے کوئی تعرض نہ کرتے۔ لیکن اگر بستی کی طرف سے جواب میں اذان کی آواز نہ آتی تو ایک مرتبہ پھر اتمام حجت کے طور پر اذان دی جاتی اور بعد ازاں لڑائی شروع ہو جاتی۔ سیدنا خالدؓ نے یہاں پہنچ کر چند دستوں کو ادھر ادھر روانہ کیا اور تاکید کی کہ تم پہلے اسلام پیش کرو اور اذان دو۔ جو لوگ

اس دعوت کو قبول کر لیں اور اذان دیں' نماز پڑھیں اور زکواۃ ادا کرنے کا عہد کریں ان سے کچھ نہ کہو' لیکن جو ایسا نہ کریں ان کو قرار واقعی سزا دی جائے۔

مالک بن نویرہ کی گرفتاری اور قتل

سیدنا خالد بن ولیدؓ نے جو فوج کے دستے اردگرد کے علاقوں اور بستیوں میں روانہ کیے تھے ان میں سے ایک دستہ مالک بن نویرہ کو بنو یربوع کے چند آدمیوں کے ساتھ گرفتار کر کے لایا اور ان لوگوں کو سیدنا خالدؓ کے سامنے پیش کیا۔ ایک روایت کے مطابق گرفتار کر کے لانے والے دستے میں سید ابوقتادہ انصاریؓ بھی تھے۔ انہوں نے شہادت دی کہ قیدیوں نے ہماری اذان کے جواب میں اذان دی تھی' اور نماز پڑھی تھی' لیکن بعض ارکان دستہ نے ان کے اس بیان کی مخالفت کی۔ اب چونکہ بیان میں اختلاف ہوگیا اس وجہ سے سیدنا خالدؓ نے اس وقت ان گرفتار شدگان کے بارے میں فیصلہ کرنا ملتوی کر دیا۔ اور ان کو کسی جگہ قید کرنے کا حکم دے دیا' لیکن رات کو مالک بن نویرہ اور اس کے ساتھی قتل کر دیے گئے۔ اور کہتے ہیں کہ سیدنا خالدؓ نے مالک بن نویرہ کی بیوی ام تمیم سے نکاح کر لیا۔ سیدنا ابو قتادہ انصاریؓ کو اس بات پر سخت ناراضگی ہوئی۔ چنانچہ پہلے تو انہوں نے سیدنا خالدؓ سے درشت کلامی کی۔ پھر مدینہ پہنچ کر انہوں نے اور مالک بن نویرہ کے بھائی متمم بن نویرہ نے سیدنا ابوبکرؓ اور پھر سیدنا عمرؓ سے سیدنا خالدؓ کی شکایت کی اور پورا واقعہ بارگاہ خلافت میں گوش گزار کیا۔ مالک کے قتل کی خبر مدینہ پہنچی تو تحیر اور ہنگامے کی فضا اس درجہ تیز ہوگئی کہ عرصہ تک اس کی تیزی قائم رہی۔

بعض لوگ برملا کہتے تھے کہ خالدؓ نے مالک کو ناحق قتل کیا ہے۔ سیدنا ابوبکرؓ کو اس خبر کو سن کر صدمہ تو ہوا لیکن مصلحت وقت کے پیش نظر خاموش رہے کیونکہ اس وقت جو ملکی حالات تھے اس میں خاموشی ہی وقت کا تقاضا تھا' لیکن سیدنا فاروق اعظمؓ کو غصہ تھا کہ خالدؓ نے ایسا کیوں کیا؟ چنانچہ ان کی رائے ہوئی کہ خالدؓ کو فوری طور پر معزول کر دیا جائے اور چونکہ انہوں نے عمداً ایک مسلمان کو قتل کر کے اس کی بیوی سے انقضائے عدت سے قبل شادی کر لی ہے لہٰذا انہیں رجم بھی کیا جائے۔ سیدنا عمرؓ کا جب اپنے مطالبات پر اصرار بڑھا تو سیدنا ابوبکرؓ نے سیدنا خالدؓ کو مدینہ طلب کیا اور ان سے اس بارے میں تفصیلی

Marfat.com

گفتگو کی۔ گفتگو کے بعد آپ کو جب یقین ہوگیا کہ اگر مالک بن نویرہ کا قتل بحالت اسلام ہوا بھی ہے تو وہ قتل عمد نہیں بلکہ قتل خطا ہے۔ چنانچہ آپ نے سیدنا خالدؓ کی طرف سے مالک کا خون بہا ادا کر دیا اور چونکہ میدان جنگ (بطاحؔ) میں سیدنا خالدؓ کی غیر حاضری کی وجہ سے حالات زیادہ بگڑ گئے تھے اس وجہ سے انہیں فوراً واپس بطاح روانہ کردیا۔

مالک بن نویرہ کے قتل کے بارے میں روایات کا اختلاف

مالک بن نویرہ کے قتل اور پھر اس کے بعد اس کی بیوہ ام تمیم لیلیٰ سے نکاح ان دونوں چیزوں نے سیدنا خالد بن ولیدؓ کی شخصیتؒ کو بعض لوگوں کی نگاہ میں مخدوش بنادیا۔ سیدنا عمرؓ اس پر بہت برہمی کا اظہار کرتے تھے اور ان کا مطالبہ تھا کہ خالدؓ کو فوری طور پر معزول کر کے اس کو رجم کی سزادی جائے۔ سیدنا ابو قتادہ انصاریؓ بھی اس بات پر خالدؓ سے سخت برہم تھے' لیکن سیدنا ابوبکرؓ نے خالدؓ سے تفتیش حال کر کے انہیں واپس میدان جنگ میں بھیج دیا۔ اس وجہ سے کچھ لوگ سیدنا ابوبکرؓ پر جرم چشم پوشی کا الزام عائد کرتے تھے۔ چنانچہ خالدؓ کے اس واقعہ کے بارے میں ذرا تفصیل سے لکھنے کی ضرورت ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ مالک بن نویرہ کے قتل کے بارے میں روایات بے حد مختلف ہیں۔ خود ان لوگوں کے بیانات میں بھی اختلاف ہے جو مالک بن نویرہ اور اس کے ساتھیوں کو گرفتار کر کے لائے تھے۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلا سوال یہ ہے کہ کیا واقعی مالک بن نویرہ اور اس کے ساتھیوں نے اسلام قبول کر لیا تھا اور مسلمانوں کی اذان کا جواب قاعدہ کے مطابق بصورت اذان دیا تھا؟ اس بارے میں مختلف روایات تاریخ کی مختلف کتابوں میں پائی جاتی ہیں۔ چنانچہ ابن جریر طبری نے جو روایت نقل کی ہے وہ یہ ہے کہ:

''سیدنا ابو قتادہ انصاریؓ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی ہیں۔ وہ اس جماعت میں شامل تھے جو مالک بن نویرہ کو گرفتار کر کے لائی تھی۔ ان کا بیان ہے کہ ہم نے رات کے وقت مالک بن نویرہ اور اس کے ساتھیوں پر چھاپا مارا تو انہوں نے جواب میں ہتھیار اٹھا لیے۔ ہم نے انہیں کہا کہ ہم مسلمان ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم بھی مسلمان ہیں۔ ہم نے ان سے پوچھا کہ اگر تم مسلمان ہو تو ہتھیار کیوں

Marfat.com

اٹھائے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: "یہ ہتھیار تمہارا مقابلہ کرنے کے لیے نہیں ہیں۔" ہم نے پھر کہا کہ اگر تم واقعی مسلمان ہو تو اپنے ہتھیار رکھ دو۔ چنانچہ انہوں نے ہتھیار رکھ دیے۔ اس کے بعد ہم نے نماز پڑھی۔ انہوں نے بھی ہمارے ساتھ نماز پڑھی۔

روایت کے ان الفاظ میں تو سب کا اتفاق ہے۔ اختلاف اس سے آگے شروع ہوتا ہے۔ سیدنا ابو قتادہؓ کا بیان ہے کہ انہوں نے زکوٰۃ ادا کرنے کا بھی اقرار کر لیا تھا' لیکن ان کے دوسرے ساتھیوں کا بیان ہے کہ زکوٰۃ کی ادائیگی کا انہوں نے اقرار نہیں کیا تھا بلکہ وہ زکوٰۃ نہ دینے پر اڑے رہے۔ بیانات کے انہی اختلاف کی وجہ سے انہوں نے فوری طور پر کوئی فیصلہ نہ کیا اور فرمایا: "ان کو قید میں رکھا جائے' کل ان سب کا فیصلہ کیا جائے گا۔" اتفاق سے اس روز سردی بہت زیادہ تھی' اس لیے سیدنا خالدؓ کو قیدیوں کی سردی کا خیال آیا کہ کہیں رات کو سردی سے مر نہ جائیں یا بیمار نہ ہو جائیں۔ اتفاق کی بات ہے کہ ان قیدیوں کے محافظ سارے کے سارے بنو کنانہ سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ نے محافظین کو حکم دیا: "ادفئوا اسراکم " عام لغت کے اعتبار سے اس فقرہ کے معنی تھے کہ اپنے قیدوں کو کچھ اڑھاؤ (تاکہ انہیں سردی نہ لگ جائے۔) اور سیدنا خالدؓ کی یہی مراد تھی' لیکن جو لوگ ان قیدیوں کا پہرہ دے رہے تھے' وہ بنو کنانہ کے تھے اور بنو کنانہ کے لغت کے مطابق "ادفاء " کے معنی قتل کے ہوتے ہیں۔ لہٰذا انہوں نے سب قیدیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ جب یہ محافظ انہیں قتل کر رہے تھے تو چیخ و پکار کا شور بلند ہوا۔ سیدنا خالدؓ نے پوچھا: "یہ شور کیسا ہے؟" محافظین نے کہا کہ ہم نے قیدیوں کو قتل کر دیا ہے۔ پوچھا کیوں؟ کہا: آپ نے خود ہی تو فرمایا تھا۔ سیدنا خالدؓ نے یہ دیکھ کر فرمایا: "جب اللہ تعالیٰ کسی کام کا ارادہ کر لیتا ہے تو وہ ہو کر ہی رہتا ہے۔"

طبری ہی کی ایک روایت میں ہے کہ جب مالک بن نویرہ کے خلاف شہادتوں میں اختلاف ہوا تو سیدنا خالدؓ نے یہ معلوم کرنے کے لیے کہ کون سی شہادت درست اور صحیح ہے' مالک بن نویرہ کے اسلام کی یا اس کے ارتداد پر قائم رہنے کی تو انہوں نے خود مالک بن نویرہ کو بلایا اور اس سے بات چیت شروع کی۔ جب زکوٰۃ ادا کرنے کے بارے میں بات ہوئی تو مالک بن نویرہ نے کہا: "میں تو یہ خیال کرتا تھا کہ تمہارے صاحب (صاحبکم) نے تمہیں ایسا حکم دیا ہوگا۔ ان الفاظ سے سیدنا خالدؓ کو یقین ہو گیا کہ مالک اور

Marfat.com

اس کے ساتھی زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کرتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے قدرے غصہ میں کہا: ''تو انہیں اپنا ''صاحب'' نہیں مانتا؟ یہ کہہ کر سیدنا خالدؓ نے مالک اور ان کے ساتھیوں کی گردنیں اڑانے کا حکم دیا۔

ایک روایت اس بارہ میں اصبہانی نے اپنی کتاب ''الاغانی'' میں نقل کی ہے جس میں انہوں نے مالک بن نویرہ اور سیدنا خالدؓ کی بات چیت کو نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ابن سلام روایت کرتے ہیں کہ مالک کے قتل کے متعلق خالدؓ کے اس فعل کو غلط قرار دینے والے کہتے ہیں کہ گفتگو کے دوران مالک نے خالدؓ سے کہا: ''کیا تمہارے صاحب (یعنی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم) نے تمہیں اس بات کا حکم دیا ہے؟ دراصل مالک بن نویرہ کا مطلب یہ نہ تھا کہ وہ زکوٰۃ ادا کرنے سے انکاری ہے بلکہ اس کا مقصد یہ تھا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں حکم دیا ہے کہ جو لوگ زکوٰۃ ادا کرنے کے منکر ہوں ان پر ہلہ بول دو؟'' لیکن جو لوگ مالک کے قتل میں خالد کو بے قصور سمجھتے ہیں' وہ یہ کہتے ہیں کہ مالک نے واقعتاً اسلام قبول کرنے سے انکار کیا تھا۔ اپنی دلیل میں وہ مالک کے یہ اشعار پیش کرتے ہیں جن کا ترجمہ یہ ہے:

''یعنی میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اپنے اموال بغیر کسی خطرے کے اپنے قبضہ میں رکھو اور یہ نہ دیکھو کہ کل کیا واقعہ پیش آنے والا ہے۔ پھر اگر خوفناک امر (اسلامی حکومت) کوئی کام کرے تو ہم اس کی حفاظت کریں گے اور کہہ دیں گے کہ دین وہی ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم لائے تھے۔''

اس سلسلہ میں ابو زید شلبی نے اپنی کتاب ''خالدؓ ـــــ سیف اللہ'' میں لکھا ہے کہ مالک بن نویرہ کے مسلمان ہونے کے بارے میں بہت اشتباہ پایا جاتا ہے۔ بعض واقعات کو دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اسے اسلام سے سخت دشمنی تھی۔ وہ سیدنا خالدؓ کے بطاح پہنچنے تک ارتداد پر قائم تھا' لیکن ان واقعات سے قطع نظر بعض دیگر واقعات پر غور کیا جائے تو انسان اس سوچ میں پڑ جاتا ہے کہ شاید اس نے اسلام قبول کر لیا تھا۔

جہاں تک اسلام دشمنی والے واقعات کا تعلق ہے ان میں سے نہایت مشہور واقعہ یہ ہے کہ مالک نے ''رحرحان'' کے چشمہ کے قریب مال زکوٰۃ کے اونٹوں پر اپنے چند ہمراہیوں کے ساتھ حملہ کیا اور انہیں لوٹ لیا۔ حملے کے وقت وہ پکار پکار کر وہ اپنے

Marfat.com

ہمراہیوں اور ساتھیوں سے کہہ رہا تھا کہ: "اونٹ تمہارا مال ہیں' تم انہیں لوٹ لو۔ یہ پروا نہ کرو کہ کل کیا ہونے والا ہے۔" اقرع بن حابس اور قعقاع بن معبد دارمی نے مالک بن نویرہ کو اس حرکت سے منع کیا اور کہا کہ تمہیں بالآخر اس لوٹ کھسوٹ کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا' اس لیے تم اس حرکت سے باز رہو' لیکن مالک نے اپنے قول کے مطابق مطلق پروا نہ کی کہ کل کیا پیش آنے والا ہوگا۔ اس موقع پر اسنے یہ اشعار پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے:

"اللہ نے مجھے رحرحان کی سرزمین پر ایسی خاص نعمت سے نوازا ہے۔ اس نعمت کو میں نے برہنہ شمشیر (یعنی ننگی تلوار) سے حاصل کیا ہے اور ایسا کرنے میں نہ میرے ہاتھ کانپے اور نہ ہی میرا دل دھڑکا —— اے ابن عوذہ! تو بنی تمیم میں دیکھ لے' تمام قبیلے میں میرے کارنامے کی دھاک بیٹھی ہوئی ہے' لیکن تو اور تیرا ساتھی اقرع مجھے اس پر لعنت ملامت کرتا ہے۔"

ان واقعات کی روشنی میں بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ مالک بن نویرہ قطعاً اسلام نہیں لایا تھا۔ اس ضمن میں یہ سوال بھی قابل غور ہے کہ اگر وہ واقعی اسلام لے آیا تھا تو جب اسنے سیدنا خالدؓ کے بطاح آنے کی خبر سنی تو آخر اس نے اپنی قوم کے آدمیوں کو منتشر کیوں کر دیا؟ اور کیوں سیدنا خالدؓ کو زکوٰۃ کی رقم پیش نہ کر دی جب کہ بنوتمیم کے دوسرے سردار وکیع بن مالک اور زبرقان وغیرہ ایسا کر چکے تھے اور سیدنا خالدؓ نے انہیں کچھ بھی نہیں کہا۔ مالک بن نویرہ بھی اگر ایسا کرتا تو سیدنا خالدؓ کبھی بھی اس کے خلاف کارروائی نہ کرتے۔

ایک روایت ابن خلکان کی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جب سیدنا خالدؓ نے مالک بن نویرہ کو اس مسئلہ پر بات چیت کرنے کے لیے بلایا تو اس نے کہا: "میں تمہاری نماز پڑھنا ضروری سمجھتا ہوں اور زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کرتا ہوں (یہی بات وہ پہلے بھی کہتا تھا) سیدنا خالدؓ نے کہا: "کیا تمہیں اس بات کا علم نہیں کہ نماز اور زکوٰۃ دونوں ہی فرض ہیں۔ نماز کے بغیر زکوٰۃ اور زکوٰۃ کے بغیر نماز قبول نہیں ہوتی۔ اس پر مالک بن نویرہ نے کہا: "وقد کان صاحبکم یقول ذالک۔" (کیا تمہارے صاحب بھی یہ کہتے تھے) مالک کے اس جواب سے سیدنا خالدؓ کو یہ یقین ہوگیا کہ یہ شخص ابھی مسلمان نہیں ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی تسلیم نہیں کرتا۔ چنانچہ آپ نے اس سے فرمایا: "أ ما تراہ

Marfat.com

لک صاحبا " (کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا صاحب نہیں مانتا؟) میں نے تمہاری گردن اڑانے کا عزم کر لیا ہے۔ اس پر ان دونوں میں بحث نے طوالت اختیار کی اور گفتگو میں لحہ بہ لحہ تیزی اور درشتی آتی گئی' اور مالک بن نویرہ "صاحبک" کے لفظ کو بار بار دہراتا رہا۔ آخر خالدؓ نے کہا: "میں یقیناً تمہیں قتل کر دوں گا۔ (مالک بن نویرہ اگر مسلمان ہوتا تو سیدنا خالدؓ کو ضرور کہتا کہ آپ مجھے کیسے قتل کر دیں گے جب کہ میں مسلمان ہوں' لیکن اس نے یہ بات ایک دفعہ بھی نہیں کہی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مسلمان نہیں تھا) مالک نے کہا: "کیا تمہارے صاحب نے تمہیں یہی حکم دیا ہے؟" آخر خالدؓ نے حکم دیا اور مالک بن نویرہ کو قتل کر دیا گیا۔ (ابن خلکان جلد 5 ص 66)

اس سلسلہ میں ایک روایت یعقوبی نے بھی نقل کی ہے اور اس میں اس نے سیدنا خالد بن ولیدؓ کے خلاف اپنے خبث باطن کا اظہار کیا ہے۔ وہ روایت یہ ہے کہ سیدنا ابو بکرؓ نے سیدنا خالدؓ کو تحریر فرمایا کہ مالک بن نویرہ کا رخ کریں۔ چنانچہ وہ وہاں پہنچے۔ مالک بن نویرہ سیدنا خالدؓ کے طلب کرنے پر ان کی خدمت میں آیا۔ اس وقت اس کی بیوی لیلیٰ بھی اس کے ساتھ تھی۔ خالدؓ پر اس کی بیوی کا کچھ اثر ہوا اور انہوں نے کہا: "بخدا! جو تیرا ٹھکانہ ہے تو اس وقت اس کو نہیں پائے گا جب تک میں تجھ کو قتل نہ کروں۔" اس کے بعد انہوں نے مالک سے مناظرہ کیا اور اس کی گردن اڑا دی اور پھر اس کی بیوی سے نکاح کر لیا۔ (یعقوبی جلد 2 ص 48)

ایک روایت یاقوت حموی سے فتوح البلدان میں نقل کی گئی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ سیدنا خالد بن ولیدؓ کا دستہ جو سیدنا ضرار بن ازورؓ کی زیر قیادت تھا' اس کا مقابلہ مالک بن نویرہ کے دستہ سے ہوا۔ دونوں دستوں میں جنگ ہوئی اور ضرار بن ازورؓ نے مالک بن نویرہ کو قتل کر دیا۔

ایک خط میں جو سیدنا خالد بن ولیدؓ کے نام سیدنا ابو بکرؓ نے لکھا تھا۔ آپ نے یوں ارشاد فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں تم کو دے رکھی ہیں ان میں اور اضافہ ہو۔ تم اپنے معاملات میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو کیونکہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ان لوگوں کا ساتھ دیتا ہے جو اس سے ڈرتے ہیں اور اچھے کام کرتے ہیں۔ اسلام کی سربلندی اور ارتداد کے قلع قمع میں پوری تن دہی سے کام لو اور اس بارے میں ذرا بھی سستی نہ دکھلاؤ۔ جن لوگوں نے مسلمانوں کو قتل

کیا ہے ان میں سے اگر کوئی ہاتھ لگ جائے تو اس کو قتل کر دو تا کہ دوسروں کو اس سے عبرت ہو۔ علاوہ ازیں جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ سے انحراف یا بغاوت کی ہے اگر تمہاری رائے میں ان کو قتل کر دینا مناسب ہو تو اسے قتل کر دو۔" (طبری جلد 2 ص 491)

علاوہ ازیں سیدنا ابوبکرؓ اس قسم کے معاملات میں اپنے امرائے لشکر اور اعیان فوج پر پورا پورا اعتماد کرتے تھے اور انہیں وسیع اختیارات دے رکھے تھے۔ چنانچہ آپ نے سیدنا قعقاع بن عمرو کو ایک جماعت کے ساتھ علقمہ بن علاثہ کو اس کے ارتداد اور بغاوت کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا تو آپ نے فرمایا: "علقمہ بن علاثہ تمہارے ہاتھ لگ جائے، تمہیں اختیار ہے کہ اس کو میرے پاس بھیجو یا تم خود قتل کر دو۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا:

واعلم أن شفاء النفس الخوض فاصنع ما عندك

"اور جان لو کہ نفس کی شفا کسی کام کو خوب اچھی طرح کرنے میں ہے، اس لیے جو تم کو مناسب معلوم ہو کرنا۔"

اپنی اس عام پالیسی کے تحت اسی طرح کے اختیارات آپ نے سیدنا خالد بن ولیدؓ کو بھی دیے تھے کہ جس مجرم کے حق میں جو چاہیں اپنی صوابدید کے مطابق فیصلہ کریں۔ اور حقیقت بھی یہ ہے کہ جو کچھ محاذ جنگ پر لڑنے والا شخص جان سکتا ہے دوسرا نہیں جان سکتا۔

اس سلسلہ میں ایک روایت یہ بھی ہے کہ سیدنا ابوبکرؓ نے سیدنا خالدؓ سے قسم لی تھی کہ اگر مالک بن نویرہ ہاتھ لگ جائے تو اس کو بلا تامل قتل کر دیں۔ (وعزم عليه ليقتلن مالكا ان اخذه)

یہ وہ چند روایات ہیں جن کو ہمارے مورخین نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی کچھ روایات ہیں جن کو ہم طوالت کی وجہ سے نقل نہیں کر رہے بلکہ بعض روایات تو اتنی بیہودہ اور بے معنی ہیں کہ ان کو نقل کرتے ہوئے قلم کو شرم آتی ہے لیکن مورخین کو شرم نہ آئی۔ سیدنا خالد بن ولیدؓ پر مالک بن نویرہ کو اسلام کی حالت میں قتل کرنے کا سب سے پہلا الزام سیدنا ابوقتادہ انصاریؓ نے لگایا تھا۔ وہ سیدنا خالدؓ سے اس بات پر برہم ہوئے کہ آپ نے ایک مسلمان کو قتل کر دیا لیکن جو شہادت اس کے مسلمان ہونے پر پیش کی اس میں اس کی نماز کا تو ذکر کیا لیکن زکوٰۃ کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ (انهم

Marfat.com

اقاموا الصلوٰۃ) اور جھگڑا سارا زکوٰۃ کے انکار کا تھا۔ (البدایہ والنہایہ جلد 2 ص 322)

حافظ ابن حجرؒ نے نماز کے ساتھ اذان کا بھی ذکر کیا لیکن زکوٰۃ کا انہوں نے بھی کوئی ذکر نہیں کیا۔ (الاصابہ جلد 3 ص 337)

سیدنا ابوقتادہؓ اس دستہ کے ایک سپاہی تھے جنہوں نے مالک بن نویرہ کو گرفتار کیا تھا۔ سیدنا ابوقتادہؓ نے جو شہادت دی وہ شہادت ان کے ساتھیوں نے نہیں دی۔ چنانچہ حافظ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ:

"سیدنا ابوقتادہؓ نے شہادت دی کہ انہوں نے نماز پڑھی جب کہ ان کے دوسرے ساتھیوں نے کہا کہ نہ تو انہوں نے اذان دی اور نہ ہی نماز پڑھی۔"

(البدایہ والنہایہ جلد 6 ص 322)

جب انہوں نے نماز پڑھی اور اذان دی تو کیا وہ ہے کہ یہ نماز صرف سیدنا ابوقتادہؓ ہی نے دیکھی اور انہوں نے ہی ان کی اذان کی آواز کو سنا' دوسروں نے کیوں نہیں سنا؟

روایتوں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مالک بن نویرہ سیدنا خالدؓ سے جب اپنی گفتگو کرتا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بار بار یہی کہتا "صاحبکم" تمہارے صاحب۔ (الاصابہ جلد 3 ص 337)

اس سے معلوم ہوا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا صاحب نہیں مانتا تھا اور اس کے کفر پر یہی اعتراض سیدنا خالد بن ولیدؓ نے بھی کیا تھا کہ "وہ تمہارے صاحب نہیں ہیں۔"

جب سیدنا ابوقتادہؓ اور مالک کے بھائی متمم بن نویرہ دونوں نے مدینہ طیبہ جا کر سیدنا ابوبکرؓ سے سیدنا خالدؓ کے بارے میں شکایت کی تو سیدنا ابوبکرؓ نے ان کی بات کوئی خاص توجہ سے نہیں سنی۔ وجہ اس کی یہی معلوم ہوتی ہے کہ سیدنا ابوبکرؓ کو یقین تھا کہ خالدؓ ایسی زبردست غلطی نہیں کر سکتے اور اگر یہ غلطی ان سے ہو بھی گئی ہے تو انہوں نے جان بوجھ کر یہ غلطی نہیں کی۔ جنگوں میں بعض دفعہ سہواً ایسی غلطیاں ہو جاتی ہیں جیسے کہ جنگ احد میں سیدنا حذیفہؓ کے والد کو مسلمانوں نے غلطی سے قتل کر دیا تھا۔ پھر سیدنا ابوبکرؓ کے ذہن میں سیدنا خالدؓ کی جنگی خدمات اور جنگوں میں ان کے بڑے بڑے کارنامے' ان کی

فتوحات، پھر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ ”خالدؓ کو تکلیف نہ دو کیونکہ وہ اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے جسے اللہ نے کافروں پر مسلط کیا ہے۔“ یہ سب باتیں تھیں، اس لیے انہوں نے ابو قتادہ انصاریؓ سے فرمایا: ”تمہیں اس شخص کے بارے میں ایسی باتیں نہیں کرنی چاہئیں جسے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ”سیف اللہ“ (اللہ کی تلوار) کے لقب سے نوازا ہے۔“

سیدنا ابو قتادہ کے دل و دماغ میں سیدنا خالدؓ کے بارے میں جو غصہ بھرا ہوا تھا اس میں سیدنا ابو بکرؓ کی باتوں سے کوئی کمی واقع نہ ہوئی بلکہ کچھ اور شدت پیدا ہوگئی۔ اب وہ بارگاہِ خلافت سے نکل کر سیدنا فاروق اعظمؓ کی خدمت میں گئے اور ان سے یہ تمام سرگزشت بیان کی اور انداز بیان کچھ ایسا اختیار کیا جس سے یہ غمازی ہوتی تھی کہ خالدؓ کی نفسانی خواہشات اس کے فرائض منصبی پر غالب آجاتی ہیں اور وہ اپنے نفس کی تسکین کے لیے احکام الٰہی کو نظرانداز کر دیتے ہیں۔ سیدنا عمرؓ بھلا ایسی باتوں کو کیسے برداشت کر سکتے تھے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کے مطابق وہ ”اشدھم فی امر اللہ“ تھے۔ لہٰذا وہ غصے سے بھرے ہوئے ابو قتادہؓ کو ساتھ لے کر سیدنا ابو بکرؓ کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ خالدؓ نے ایک نہایت قبیح جرم کا ارتکاب کیا ہے۔ اللہ کی تلوار اب ظلم پر اتر آئی ہے اس لیے اسے اپنے منصب سے نہ صرف معزول کر دینا چاہیے بلکہ محبوس (قید) بھی کر دینا چاہیے۔ سیدنا ابو بکرؓ نے سیدنا عمرؓ کی غصہ سے بھری ہوئی یہ باتیں سن کر فرمایا: ”عمر! اس بات کو یہیں رہنے دو خالدؓ نے تاویل سے کام لیا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ تاویل میں غلطی ہوئی۔ سیدنا ابو بکرؓ کے الفاظ ”تأوّل فا خطاء“ سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر واقعہ یہی ہے جیسا کہ اے عمر! تم بیان کر رہے ہو تو خالد کو غلط فہمی ہوئی تھی اور اس وجہ سے انہوں نے ایک مسلمان کو ارتداد پر قائم سمجھ لیا تھا، لیکن سیدنا عمرؓ کو سیدنا ابو بکرؓ کے جواب سے اطمینان نہ ہوا اور وہ اپنے مطالبہ پر قائم رہے۔ اب سیدنا ابو بکرؓ نے ان سے کہا: ”عمر! سن لو میں اس تلوار کو نیام میں نہیں ڈال سکتا جسے اللہ نے کافروں پر مسلط کیا ہے۔“

سیدنا عمرؓ اپنی بات پر اڑے رہے کیونکہ سیدنا ابو قتادہؓ نے انہیں خالدؓ کے بارے میں جو داستان سنائی تھی۔ اس کے گہرے اثرات ان کی ذات پر مرتب ہوئے تھے اس لیے وہ سیدنا خالدؓ کو سزا دینے کا برابر مطالبہ کرتے رہے۔ آخر سیدنا ابو بکرؓ نے سیدنا خالدؓ کو

Marfat.com

میدان جنگ سے طلب کیا۔ چنانچہ خلیفہ رسولؐ کی طلبی پر سیدنا خالدؓ محاذ جنگ چھوڑ کر مدینہ پہنچے اور مسجد نبوی میں آئے۔ اس وقت سبز قبا ان کے زیب تن تھی اور وہ اپنے عمامے میں تیر لگائے ہوئے تھے۔ اس وقت سیدنا عمرؓ بھی مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے۔ انہوں نے خالدؓ کو مسجد میں داخل ہوتے دیکھا تو اس کے عمامے سے تیر نکال کر توڑ دیے اور فرمایا: "تم نے ایک مسلمان کو قتل کر کے اس کی بیوہ سے نکاح کیا۔ میں تمہیں سنگ سار کر دوں گا۔ سیدنا خالدؓ سیدنا عمرؓ کی بات سن کر بالکل خاموش رہے۔ ان کی کسی بات کا انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ انہیں خیال تھا کہ ان کے بارے میں سیدنا ابوبکرؓ کی رائے بھی وہی ہوگی جو عمرؓ کی ہے۔ چنانچہ وہ سیدنا عمرؓ سے کوئی بات کیے بغیر اور ان کو کسی بات کا کوئی جواب دیے بغیر سیدھے سیدنا ابوبکرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مالک بن نویرہ کے بارے میں تمام واقعہ ان سے بیان کیا۔ انہوں نے بتایا:

1- اس نے نہ صرف زکواۃ دینے سے انکار کیا تھا بلکہ جب سجاح عراق اور الجزیرہ سے چل کر بنوتمیم پہنچی اور پھر مدینہ پر حملہ کا ارادہ کیا تو مالک بن نویرہ جھوٹی مدعیہ نبوت کا دست راست بن گیا۔ اور پھر اس کی تمام پالیسیاں یہی بناتا تھا۔ وہ اس کے ہاتھ میں مردہ بدست زندہ تھی۔

2- اس نے ہی سجاح کو آمادہ کیا کہ بنوتمیم کی بعض شاخیں جو اب تک اپنے اسلام پر قائم تھیں، ان پر حملہ کرے۔ چنانچہ اس کے کہنے پر سجاح نے حملہ کیا اور مالک بن نویرہ نے اس کی پوری پوری مدد کی۔

3- پھر جب سجاح واپس الجزیرہ چلی گئی تو بنوتمیم کے تین سرداروں کو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر وفات سن کر متردد ہوگئے تھے اور زکواۃ دینے سے انکاری تھے، اپنی غلطی کا احساس ہوگیا۔ سیدنا خالدؓ جب بزاخہ سے بطاح پہنچے تو ان تینوں سرداروں نے ان کا استقبال کیا اور اپنی جمع شدہ زکواۃ وصدقات ان کے حوالہ کیے اور اپنے اسلام کا اقرار کیا۔ مالک بن نویرہ نے اب بھی ان تینوں سرداروں سے سبق حاصل نہ کیا اور اپنی زکواۃ وغیرہ پیش کرنے اور اپنے اسلام کا اقرار کرنے کے بجائے اپنے ساتھیوں سمیت بھاگ گیا اور روپوش ہوگیا۔
(ابن اثیر جلد 2 ص 272)

Marfat.com

4- سیدنا خالد بن ولیدؓ نے جو جماعت ان کے تعاقب کے لیے بھیجی تھی' اس کو اس بات کی تاکید کی گئی تھی کہ اگر وہ نماز کے ساتھ زکواۃ ادا کرنے کی بھی حامی بھرلیں تو پھران سے کوئی تعرض نہ کیا جائے۔ (طبری جلد 2 ص 502)

5- سیدنا خالدؓ کے اس صاف اور صریح حکم کے باوجود وہ دستہ جس کے ایک رکن سیدنا ابو قتادہؓ انصاری بھی تھے' مالک بن نویرہ کو پکڑ لایا۔ یہ اس بات کی بین دلیل ہے کہ مالک بن نویرہ نے اس دستہ لشکر کے سامنے زکواۃ کی ادائیگی کا اقرار نہیں کیا تھا۔ اگر اقرار کیا ہوتا تو ان کو اور ان کے ساتھیوں کو ہرگز پکڑ کر نہ لاتے۔

6- سیدنا خالدؓ کے ساتھ مالک بن نویرہ کی جو گفتگو ہوئی اس میں بھی اس نے زکواۃ کی ادائیگی کا اقرار نہیں کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ''صاحبکم'' کے الفاظ استعمال کیے۔

یہ ساری باتیں انہوں نے سیدنا ابوبکرؓ کے گوش گزار کیں۔ اس کی گرفتاری کی تفصیل بھی بتائی' البتہ بعض رویات کے مطابق ان کے قتل کے بارے میں معذرت کی جو سیدنا ابوبکرؓ نے قبول فرمالی اور جنگ کے دوران میں ان سے جو جو غلطیاں سرزد ہوئی تھیں' ان سے بھی درگزر کیا' لیکن مالک بن نویرہ کی بیوی ام تمیم لیلیٰ سے نکاح کرنے پر ناراضگی کا اظہار فرمایا۔

یہاں یہ بات بھی ذہن میں رکھنی چاہیے کہ سیدنا ابوبکرؓ نے محض ایک ظنی اور غیر یقینی امر کی تفتیش کے لیے سیدنا خالدؓ جیسے سپہ سالار کو میدان جنگ سے طلب فرمایا۔ سیدنا عمرؓ کا اصرار بھی کہ خالدؓ سے قصاص لیا جائے اور انہیں سپہ سالاری کے منصب سے معزول کیا جائے' یہ ثابت کرتا ہے کہ انہیں مالک بن نویرہ کے اسلام لانے کا یقین تھا۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ سیدنا ابوبکرؓ نے سیدنا خالدؓ کو اس خطرہ کے پیش نظر طلب فرمایا ہو کہ کہیں فوج کے وہ لوگ جو سیدنا ابو قتادہؓ کے موقف سے متفق ہیں' خالدؓ کے خلاف ہو کر مرتدین سے لڑنا چھوڑ دیں' خصوصاً اس صورت میں جب فوج میں یہ خبر مشہور ہو چکی تھی کہ سیدنا ابو قتادہؓ خالدؓ کی شکایت لے کر مدینہ گئے ہیں اور ان کی شکایت پر سیدنا عمرؓ نے خالدؓ کو معزول کر دینے پر اصرار کیا ہے۔ سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے یہی مناسب سمجھا کہ خالدؓ کو طلب

Marfat.com

فرما کر اس واقعہ کی تحقیقات کی جائے۔ تاریخ کی تمام کتابوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سیدنا ابوبکرؓ نے سیدنا خالدؓ کے عذرات سننے کے بعد ان سے کوئی باز پرس نہیں کی۔ اگر خالدؓ غلطی پر ہوتے تو سیدنا ابوبکرؓ انہیں ضرور سزا دیتے۔

سیدنا ابوبکرؓ کے انتقال کے بعد جب زمام خلافت سیدنا عمرؓ کے ہاتھ میں آئی تو آپ نے بھی سیدنا خالدؓ کو مالک بن نویرہ کے قصاص میں کوئی سزا نہ دی حالانکہ سیدنا عمرؓ جیسے شخص کو جسے حق کے معاملہ میں کسی شخص کی بھی پروا نہ تھی' کوئی طاقت خالدؓ کو سزا دینے سے باز نہ رکھ سکتی تھی۔ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ سیدنا ابوبکرؓ نے صرف مالک بن نویرہ کا خون بہا (دیت) ادا کیا تھا لیکن دوسرے مقتولین کا جو بلاشبہ سیدنا خالدؓ کے حکم کے بموجب قتل کیے گئے تھے' خون بہا ادا نہ کیا۔ مالک بن نویرہ کے ساتھ اس قبیلہ کے 45 آدمی اور قتل کیے گئے تھے۔ اگر ابوبکرؓ یہ سمجھتے کہ یہ لوگ حالت اسلام میں قتل کیے گئے ہیں تو خواہ آپ ان کے قاتلوں سے قصاص نہ بھی لیتے تو کم از کم ان سب کا خون بہا ضرور ادا فرماتے۔

اس واقعہ سے یہی سمجھا جاتا ہے کہ سیدنا ابوبکرؓ کا مالک بن نویرہ کا خون بہا ادا کرنا اور دیگر قیدیوں کو رہا کر دینا اس غرض سے تھا کہ مالک کے بھائی متمم بن نویرہ اور اس کی قوم کی ڈھارس بندھ جائے اور اپنے سردار کے قتل کی وجہ سے وہ جس مصیبت میں گرفتار ہوگئے تھے' اس کا مداوا ہو سکے اور ان کے رنج وغم میں تخفیف ہو سکے۔ ان واقعات اور احتمالات کی موجودگی میں یہ فیصلہ کرنا بہت مشکل ہے کہ آیا مالک بن نویرہ کا قتل حالت اسلام میں ہوا یا حالت ارتداد میں۔ ہم اس سلسلہ میں صرف یہی کہہ سکتے ہیں کہ اگرچہ مالک بن نویرہ کا اسلام لانا ثابت نہیں ہوتا لیکن خالدؓ اگر اسے قتل نہ کرتے تو یہ یقینی امر ہے کہ وہ بالآخر اسلام لے آتا۔

ہمارے خیال میں مالک بن نویرہ کے قتل کی مندرجہ ذیل وجوہات ہیں:

1- اس کے وہ اشعار جن میں اس نے کھلے بندوں اسلام سے انحراف کا اظہار کیا ہے اور اپنے لٹیرے ساتھیوں کو مسلمانوں کی پروا نہ کرنے کی تلقین کی ہے۔

2- سیدنا ابوبکرؓ کی وہ ہدایت جس میں صاف طور پر ان لوگوں سے لڑنے کا حکم ہے جو زکواۃ دینے پر آمادہ نہ ہوں۔ مالک بن نویرہ نے زکواۃ دینے سے انکار کیا تھا

Marfat.com

اس لیے اس کا قتل درحقیقت خلیفہ رسولؐ کے احکام کی بجا آوری میں شامل تھا اور سیدنا خالدؓ اس میں قطعاً بے قصور تھے۔

3- طلیحہ اسدی کی سرکوبی سے فارغ ہونے کے بعد سیدنا خالد بن ولیدؓ کے نام سیدنا ابوبکرؓ کا خط موصول ہوا جس میں لکھا تھا۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے سپرد جو کام کیا ہے اسے پوری ذمہ داری سے انجام دو اور اس میں مطلق سستی نہ کرو۔ اگر تم کسی ایسے شخص پر قابو پاؤ جس نے مسلمانوں کو قتل کیا ہو تو اسے بلا پس و پیش قتل کر دو تاکہ دوسرے اس سے عبرت حاصل کریں۔ اس کے علاوہ ان لوگوں سے جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے سرکشی اختیار کی اور تمہاری مخالفت پر کمربستہ ہوئے۔ اگر کسی شخص کے بارے میں تمہارے دل میں یہ خیال ہو کہ اس کے قتل کرنے میں مسلمانوں کی بہتری ہے تو اسے بھی قتل کر دو۔

(طبری جلد 2 ص 491)

4- مالک بن نویرہ کی گرفتاری کے بعد جب سیدنا خالدؓ نے اس سے گفتگو کی تو اس نے نماز پڑھنے کا تو اقرار کر لیا لیکن زکواۃ دینے پر پس و پیش کی۔ سیدنا خالدؓ نے اس سے کہا: "کیا تجھے معلوم نہیں کہ نماز اور زکواۃ اکٹھی قبول ہوتی ہیں اور یہ دونوں فرض ہیں؟ جب تک دوسرا رکن ادا نہ کیا جائے پہلا رکن بھی قبول نہیں ہوتا۔" مالک بن نویرہ کہنے لگا: "تمہارے صاحب (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) تو وہی کہتے تھے جو میں کہتا ہوں۔" سیدنا خالدؓ نے پوچھا: "کیا وہ تیرے صاحب نہیں؟" جس کا اس نے کوئی جواب نہ دیا بلکہ اپنی بات چیت میں "تمہارے صاحب" کا لفظ بار بار کہتا رہا۔ سیدنا خالدؓ نے فرمایا: "میں تجھے قتل کر دوں گا۔" مالک نے پھر کہا: "کیا تمہارے صاحب نے تمہیں یہی حکم دیا ہے۔" گفتگو کے اس انداز سے سیدنا خالدؓ نے یہی نتیجہ نکالا کہ وہ بدستور اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت سے انکاری ہے۔ مستند تواریخ سے مالک بن نویرہ کے قتل کی یہی وجہ بیان ہوئی ہے۔

5- مالک بن نویرہ اگر مسلمان ہوتا اور اسلام کے احکام کو مانتا ہوتا تو جیسے سجاح کے جانے کے بعد زبرقان، وکیع بن مالک اور سماعہ نے ارتداد سے توبہ کر لی اور اپنی

Marfat.com

زکواۃ سیدنا خالدؓ کو پیش کر دی تو اسے روپوش ہونے اور بھاگنے کی کوئی ضرورت نہ تھی بلکہ وہ اپنی زکواۃ انہیں پیش کر دیتا۔ پھر نہ گرفتاری کا خطرہ ہوتا اور نہ ہی قتل کا اندیشہ۔

یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ وجوہات شک وشبہ سے خالی نہیں اورشبے کی بنا پر شریعت اسلامی نے کسی کا قتل روا نہیں رکھا۔ اس کا آسان اور سیدھا سادا جواب یہ ہے کہ یہ وجوہات اگرچہ شک وشبہ سے خالی تو نہیں لیکن یہ شبہات معمولی نہیں بلکہ اتنے قوی ہیں کہ سیدنا خالدؓ کے لیے مالک کو قتل کرنے کا پورا پورا جواز پیش کرتے ہیں۔ اس ضمن میں ایک ضروری بات یہ بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اگر ان وجوہات کو علیحدہ علیحدہ دیکھا جائے تو ان میں سے کوئی ایک وجہ ہوسکتی ہے کہ قتل کا جواز نہ ٹھہرے۔ لیکن جب ان تمام وجوہات کو بیک وقت ملحوظ خاطر رکھا جائے تو سیدنا خالدؓ کا یہ فعل بالکل درست اور حق بجانب ٹھہرتا ہے۔

سیدنا ابوبکرؓ نے سیدنا خالدؓ کے بارے میں جو فیصلہ دیا وہ بالکل صحیح اور درست تھا ' چنانچہ جب سیدنا عمرؓ نے سیدنا خالدؓ سے باز پرس کرنے پر اصرار کیا تو سیدنا ابوبکرؓ نے فرمایا: "عمر! خالدؓ سے اجتہادی غلطی سرزد ہوئی ہے' اس لیے تم ان کے متعلق کچھ نہ کہو۔ سیدنا ابوبکرؓ سے یہ بات بالکل بعید تھی کہ آپ کسی کی رعایت کرتے ہوئے کوئی غلط فیصلہ صادر فرماتے۔ جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ سیدنا ابوبکرؓ سیدنا خالدؓ سے نہ صرف خوش رہے بلکہ مسیلمہء کذاب کی سرکوبی کی اہم مہم بھی انہی کے سپرد کر دی' تو ہمارے لیے یہ باور کرنے میں کوئی شک وشبہ نہیں رہتا کہ سیدنا خالدؓ کے عذرات کو بارگاہ خلافت میں مشرف قبولیت حاصل ہوگیا تھا' اور یہ کہ انہوں نے مالک بن نویرہ کو صرف اس لیے قتل کیا کہ ان کے خیال میں وہ بدستور ارتداد پر قائم تھا۔ یہ اور بات ہے کہ ان کا خیال درحقیقت صحیح تھا یا غلط۔ اگر سیدنا ابوبکرؓ کے نزدیک سیدنا خالدؓ کا عذر قابل قبول نہ ہوتا تو آپ خواہ اس سے قصاص نہ بھی لیتے' کم از کم انہیں امارت کے منصب سے ضرور معزول فرما دیتے' لیکن تاریخ کے اوراق اس بات کی شہادت پیش کرتے ہیں کہ جب مسیلمہ کذاب یمامہ کے مقام پر اپنے قبیلہ بنی حنیفہ کے چالیس ہزار طاقت ور جنگ بازوں کو مسلمانوں کے سامنے مقابلے کے لیے میدان میں لے آیا جس سے اسلام اور مسلمان دونوں کو شدید خطرہ لاحق

ہو گیا' اس وقت مسلمان نہایت نازک بلکہ الم ناک حالات سے دو چار ہو گئے۔ سارے عرب میں فتنہ وفساد کی لہر اٹھ کھڑی ہوئی اور ہر طرف خطرے کی مہیب گھٹائیں چھا گئیں۔ عکرمہ بن ابی جہل جیسے تجربہ کار جرنیل مسیلمہ سے شکست کھا گئے۔ اس وقت مسیلمہ سے جنگ کے لیے لوگوں کی نظریں بار بار خالد بن ولیدؓ کی طرف اٹھتی تھیں۔ سیدنا ابوبکرؓ کا موقف یہ تھا کہ ان حالات میں اگر خالدؓ سے دانستہ یا نادانستہ کسی غلطی کا ارتکاب ہو جاتا ہے تو اسے نظر انداز کر دینا چاہیے۔ اس کی تشہیر کا ڈھنڈورا پیٹنا اور اس کو سخت سزا دینے پر کمر بستہ ہو جانا مناسب نہیں ہے' اور نہ ہی یہ اسلام اور واقعات کا تقاضا ہے۔ اس سے ایک تو مسلمانوں میں بد دلی پھیلتی ہے دوسرے دشمن کے حوصلے بڑھتے ہیں۔

مالک بن نویرہ اگر مسلمان بھی تھا اور سیدنا خالدؓ نے اسے قتل کر دیا۔ یقینی بات ہے کہ یہ قتل نادانستہ طور پر ہوا' تو ایسے مواقع پر جرنیل کو سزا نہیں دی جاتی۔ بلکہ سیدنا خالدؓ ہی کے بارے میں اسی طرح کا ایک واقعہ عہد نبوت میں بھی ملتا ہے کہ انہوں نے اسی طرح کچھ لوگوں کو قتل کر دیا جس کو امام بخاریؒ وغیرہ نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے اور ہم نے بھی گزشتہ صفحات میں اس کا ذکر کیا ہے کہ عزیٰ کے انہدام کے بعد جب کہ فتح مکہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ کا قیام ابھی مکہ ہی میں تھا۔ آپؐ نے سیدنا خالدؓ کو ساڑھے تین سو مہاجرین و انصار کے ساتھ بنو جزیمہ کی جانب دعوت اسلام کے لیے روانہ فرمایا لیکن انہیں قتل و قتال کا حکم نہیں فرمایا تھا۔ سیدنا خالدؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق شوال سنہ 8 ہجری میں اپنے ساتھیوں کو لے کر مکہ سے روانہ ہوئے اور بنو جزیمہ کے چشمہ غمیصاء پر پہنچ کر آپ نے اس قبیلہ کو طلب کیا اور انہیں حکم دیا کہ ہتھیار رکھ دو کیونکہ قریش مکہ نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ انہوں نے ہتھیار رکھ دیے۔ اس کے بعد سیدنا خالدؓ نے ان کی مشکیں کسنے کا حکم دیا اور ان میں سے بعض کو قتل کر دیا۔ بخاری کی روایت میں ہے کہ سیدنا خالدؓ نے بنو جزیمہ کے پاس پہنچ کر انہیں اسلام کی دعوت دی۔ انہوں نے ''اسلمنا'' (ہم اسلام لے آئے) کے بجائے ''صباء نا' صباء نا'' (ہم نے اپنا دین چھوڑ دیا' ہم نے اپنا دین چھوڑ دیا) کہا۔ اس پر سیدنا خالدؓ نے ان کا قتل اور ان کی گرفتاری شروع کر دی اور ایک ایک قیدی اپنے ایک ایک ساتھی کے حوالے کیا۔ پھر ایک اور حکم دیا کہ ہر آدمی اپنے قیدی کو قتل کر دے' لیکن سیدنا عبداللہ بن عمرؓ اور ان کے ساتھیوں نے اس حکم کی تعمیل

Marfat.com

سے انکار کر دیا۔ اور جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ سے اس بات کا تذکرہ کیا۔ آپ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور فرمایا: ''اے اللہ! خالدؓ نے جو کچھ کیا میں اس سے تیری برائت اختیار کرتا ہوں۔ (بخاری جلد 1 ص 450' جلد 2 ص 622)

بعض روایات میں ہے کہ اس موقع پر سیدنا خالدؓ کے لشکر میں بنوسلیم کے جو لوگ موجود تھے انہوں نے اپنے قیدیوں کو قتل کیا تھا' انصار اور مہاجرین نے قتل نہیں کیا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس بات کا پتہ چلا تو آپ نے سیدنا خالدؓ کے اس فعل سے بریت کا ظہار کیا۔ اور اس کے بعد سیدنا علیؓ کو بلایا اور فرمایا: ''تم جا کر اس قبیلے کے مقدمہ کا فیصلہ کرو۔ سیدنا علیؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سا مال لے کر بنو جزیمہ کے پاس آئے اور جس قدر لوگ سیدنا خالدؓ کے ہاتھوں قتل ہو چکے تھے' ان کا خون بہا ادا کیا حتیٰ کہ کتوں کا معاوضہ بھی دیا اور جو مال سیدنا خالدؓ نے ان لوگوں سے چھینا تھا وہ سب بنو جزیمہ کو واپس کیا اور کوئی چھوٹی سے چھوٹی شے بھی اپنے پاس نہ رکھی۔ خون بہا کی تمام رقم ادا کر چکنے کے بعد سیدنا علیؓ کے پاس کچھ مال بچ گیا۔ آپ نے ان لوگوں سے کہا: ''اگر تمہارا کوئی اور خون بہا باقی ہو تو اس کے بدلے میں یہ مال لے لو۔'' لوگوں نے کہا: ''اب ہمارا کچھ باقی نہیں ہے۔'' سیدنا علیؓ نے فرمایا: ''تاہم یہ مال بھی میں تمہیں دے دیتا ہوں' شاید تمہارا کوئی خون بہا یا مال رہ گیا ہو جس کی تم کو خبر نہ ہو اور نہ ہم کو۔ پس یہ مال تم اس کے معاوضے میں سمجھو۔'' یہاں سے فارغ ہو کر سیدنا علیؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تمام ماجرا عرض کیا۔ آپؐ نے فرمایا: ''تم نے جو کچھ کیا بہت اچھا کیا۔''

امام العصر علامہ سید انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں کہ ''میری رائے میں یہ خون بہا محض مصالحت کی غرض سے ادا کیا گیا تھا کیونکہ مقتولین کے وارثوں نے خون بہا کا کوئی مطالبہ نہیں کیا تھا' لیکن سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے خون کو رائیگاں ہونے سے بچانے کے لیے یہ خون بہا دیا۔'' (فیض الباری جلد 4 ص 117)

اسی طرح سیدنا ابوبکرؓ نے بھی مالک بن نویرہ کی دیت متمم بن نویرہ کی تالیف قلب اور سیدنا فاروق اعظمؓ کی تسکین خاطر کے لیے ادا کی اور وہ دیت بیت المال سے دی

اور بر بنائے مصلحت و سیاست دی۔ اس لیے نہیں دی کہ آپ کی رائے میں سیدنا خالدؓ ایک مسلمان کے قتل خطاء کے مرتکب ہوئے تھے۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا خالدؓ انہیں قتل کرنے میں غلطی پر تھے۔ چنانچہ ابن سعد نے طبقات میں لکھا ہے کہ مہاجرین و انصار نے اپنے اپنے قیدی چھوڑ دیے تھے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے قیدیوں کا قتل جائز نہیں سمجھا۔ اگر ان قیدیوں کا قتل جائز ہوتا تو وہ سیدنا خالدؓ کے حکم کی ضرور اطاعت کرتے اور اس طرح اپنے امیر کی مخالفت مول نہ لیتے۔ یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ مہاجرین و انصار میں سیدنا عبداللہ بن عمرؓ اور سیدنا عبدالرحمٰن بن عوفؓ جیسے جلیل القدر صحابہ کرام بھی شامل تھے۔ ان سب باتوں سے قطع نظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرما کر کہ "اے اللہ! میں خالدؓ کے فعل سے بری الذمہ ہوں۔" یہ فیصلہ فرما دیا کہ سیدنا خالدؓ غلطی پر تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کے بعد کسی چون و چراں کی گنجائش ہی نہیں رہتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ جملہ صاف بتاتا ہے کہ آپ کو سیدنا خالدؓ کا یہ فعل پسند نہیں آیا' ورنہ آپ اس سے اپنی بریت کا اظہار نہ فرماتے۔ دوسرے الفاظ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا خالدؓ کو غلطی پر سمجھتے تھے۔ چنانچہ حافظ ابن عبدالبرؒ نے کھلے الفاظ میں یہ کہا ہے کہ:

"سیدنا خالدؓ نے بعض لوگوں کو قتل کیا حالانکہ ان کا قتل کسی صورت میں جائز نہ تھا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا خون بہا ادا فرمایا۔"

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سیدنا خالدؓ نے بنو جزیمہ کو کیوں قتل کیا؟ ان کے پاس ان کے قتل کا کیا جواز تھا۔ اس سوال کا جواب بخاری کی روایت میں گزر چکا ہے کہ انہوں نے "اسلمنا" (ہم اسلام لائے) کی بجائے "صبانا' صبانا" (ہم صابی ہو گئے' ہم صابی ہو گئے) کہنا شروع کر دیا تھا علامہ عینیؒ نے لکھا ہے کہ صبانا کا لفظ "صباء" سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں ایک دین سے نکل کر دوسرے دین میں داخل ہو جانا۔ قریش ہر اس شخص کو جو مسلمان ہو جاتا تھا "صابی" کہا کرتے تھے۔ جب بنو جزیمہ نے "صبانا" کہا تو سیدنا عبداللہ بن عمرؓ نے سمجھ لیا کہ اس طرح وہ اپنے مسلمان ہو جانے کا اظہار کر رہے ہیں' لیکن سیدنا خالدؓ نے ان الفاظ کو کافی نہ جانا' وہ ان کے منہ سے اسلام کا لفظ صراحتاً سننا چاہتے تھے۔

Marfat.com

خطابیؒ کہتے ہیں: "اس بات کا احتمال ہے کہ سیدنا خالدؓ کو اس بات پر غصہ آیا ہو کہ بنو جزیمہ نے اسلام کا لفظ چھوڑ کر صباء کا لفظ اختیار کیا۔ ممکن ہے ان کو یہ خیال ہو کہ یہ لوگ یہ لفظ اسلام سے نفرت کی وجہ سے کہہ رہے ہیں' اور درحقیقت اسلام قبول کرنے سے انکار کر رہے ہیں' اسی لیے انہوں نے انہیں تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا خالدؓ پر اس لیے ناراض ہوئے کہ انہوں نے عجلت سے کام کیوں لیا اور معاملہ فہمی سے کام کیوں نہ لیا۔

حافظ ابن تیمیہؒ نے منہاج السنۃ میں سیدنا خالد بن ولیدؓ کے اس فعل کا وہی سبب بیان کیا ہے جو علامہ عینیؒ اور حافظ ابن حجرؒ وغیرہ نے بیان کیا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں: "بنو جزیمہ نے "اسلمنا" کا لفظ چھوڑ کر "صبا، نا" کہنا شروع کر دیا۔ سیدنا خالدؓ نے اس سے یہ نتیجہ نکالا کہ وہ اسلام قبول نہیں کرنا چاہتا۔ چنانچہ انہوں نے اسے قتل کر دیا۔ سیدنا خالدؓ نے جان بوجھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی خلاف ورزی نہیں کی تھی۔ وہ تو دل و جان سے آپ کے فرمانبردار اور مطیع تھے' لیکن چونکہ (ایک جرنیل ہونے کے ناطے) آپ کو تفقہ فی الدین میں کمال حاصل نہیں تھا' اس لیے آپ کی نظروں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم مخفی رہا اور آپ اسے پورے طور پر سمجھ نہ سکے۔ سیدنا خالدؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی مخالفت نہیں کی اور نہ ہی ان لوگوں کو قتل کیا جو ان کے نزدیک مسلمان تھے۔ آپ سے اتفاقیہ ایک غلطی سرزد ہوگئی۔ اسی قسم کی غلطی سیدنا اسامہ بن زیدؓ سے اس آدمی کے قتل کرنے میں بھی ہوگئی تھی جس نے کلمہ لا الٰہ الا اللہ تک اپنی زبان سے ادا کر دیا تھا۔"

علامہ عینیؒ' حافظ ابن تیمیہؒ اور دیگر شارحین حدیث نے اس حادثے کے بارے میں جو رائے ظاہر کی ہے اور سیدنا خالدؓ کے جس عذر پر روشنی ڈالی ہے' اس سے واضح طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ سیدنا خالدؓ نے جو کچھ کیا وہ غلط فہمی کی وجہ سے کیا اور بنو جزیمہ کو قتل کر کے اپنے کسی پرانے جھگڑے کا انتقام نہیں لیا۔ لیکن اتنے بڑے حادثے کے بعد بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ان کے منصب سے معزول نہیں فرمایا بلکہ آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اعتماد حاصل رہا' اور آپ برابر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی سے بہرہ ور ہوتے رہے۔ چنانچہ اس واقعہ کے بعد جب ہوازن کا واقعہ

Marfat.com

پیش آیا تو سیدنا خالدؓ اسلامی فوج کے مقدمۃ الجیش کے سالار مقرر ہوئے۔

اس ساری طویل بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ سیدنا خالد بن ولیدؓ نے مالک بن نویرہ کا جو قتل کیا وہ مسلمان ہونے کی حیثیت سے نہیں کیا تھا بلکہ مرتد اور باغی ہونے کی وجہ سے کیا تھا' اور اس کے مرتد اور باغی ہونے کا اقرار خود اس کے بھائی متمم بن نویرہ نے بھی بعد میں دبے لفظوں میں سیدنا عمرؓ کے ساتھ کیا تھا' حالانکہ وہ سیدنا ابوقتادہؓ کے ہمراہ بطاح سے مدینہ سیدنا خالدؓ کی شکایت کرنے لیے آیا تھا۔ مشہور روایت ہے کہ مالک بن نویرہ کے بھائی متمم بن نویرہ نے اپنے بھائی کا بڑا پرسوز مرثیہ لکھا۔ ایک مرتبہ وہ سیدنا عمرؓ کے پاس آیا اور اپنے بھائی کا جو مرثیہ لکھا تھا' وہ سیدنا عمرؓ کو سنایا تھا۔ سیدنا فاروق اعظمؓ پر اس مرثیہ کا بڑا اثر ہوا اور فرمایا کہ اگر میں بھی شاعر ہوتا تو اپنے بھائی زید کا مرثیہ لکھتا۔ متمم بن نویرہ نے کہا: ''امیرالمومنین! دونوں برابر نہیں ہیں۔ اگر میرا بھائی بھی اسی طرح قتل ہو جاتا جیسا کہ آپ کا بھائی ہوا ہے تو میں کبھی بھی اپنے بھائی کا مرثیہ نہ کہتا۔ سیدنا عمرؓ نے یہ سن کر فرمایا: ''جیسی تعزیت آج متمم بن نویرہ نے میرے ساتھ کی ہے ایسی آج تک کسی نے نہیں کی۔''

علامہ ابن شاکر اس واقعہ سے یہ استدلال کرتے ہیں اور ان کا یہ استدلال بالکل صحیح اور درست ہے کہ متمم بن نویرہ کے نزدیک بھی اس کا بھائی مالک بن نویرہ مرتد قتل ہوا تھا۔ اور سیدنا عمرؓ سے اس نے جو کچھ کہا اس کا مطلب یہ تھا کہ میں تو اپنے بھائی کو اس لیے روتا ہوں کہ وہ اسلام پر نہیں مارا گیا۔ اس کا انجام خراب اور کفر پر ہوا' لیکن آپ کے بھائی زیدؓ تو اسلام کی طرف سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ اللہ کی راہ میں مارے گئے' حق کی راہ میں قتل ہوئے۔ ان کے مراتب و مدارج تو اللہ جل شانہ کے ہاں بہت بلند ہیں' تو پھر ان کے ماتم اور مرثیہ کی کیا ضرورت ہے۔ (فوات الوفیات جلد 2 ص 296)

مالک بن نویرہ کی بیوی ام تمیم لیلیٰ سے نکاح

اس واقعہ میں سیدنا خالد بن ولیدؓ پر ایک اعتراض یہ بھی کیا جاتا ہے کہ سیدنا خالدؓ نے نہ صرف مالک بن نویرہ کو قتل کیا تھا بلکہ اس کے ساتھ اس کی بیوی ام تمیم لیلیٰ بنت منہال سے اسی روز نکاح کر لیا۔ اس وجہ سے بعض لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ سیدنا خالدؓ نے

Marfat.com

مالک بن نویرہ کو صرف اس کی بیوی سے نکاح کرنے کے لیے قتل کیا تھا۔ یہ واقعہ بھی شکوک وشبہات اور التباس سے خالی نہیں۔ تاریخ اس بارے میں کوئی قطعی فیصلہ نہیں کرتی۔ بعض روایات میں ہے کہ خالدؓ نے مالک کی بیوی کو خریدا اور فوراً ہی اس سے شادی کرلی' لیکن بعض روایات میں ہے کہ شادی عدت گزرنے کے بعد ہوئی۔ اگر ہم اس بات کو تسلیم کرلیں کہ مالک بن نویرہ کفر وارتداد میں قتل کیا گیا اور اس کے قتل کے بعد خالدؓ نے اس کی بیوی کو جسے لونڈی بنالیا گیا تھا' خرید کر اس سے شادی کرلی تو اس میں بظاہر کوئی قابل اعتراض بات معلوم نہیں ہوتی' لیکن اگر یہ ثابت ہو جائے کہ مالک حالت اسلام میں قتل کیا گیا تھا' تب بلاشبہ خالدؓ کا یہ فعل بہرحال نامناسب تھا کیونکہ عرب اس چیز کو بہت برا سمجھتے تھے۔ اس لیے سیدنا ابوبکرؓ نے بھی سیدنا خالدؓ کو اس معاملہ میں سرزنش کی اور بعض روایات کے مطابق اسے طلاق دینے کا حکم فرمایا۔ (الاصابہ جلد 3 ص 337)

ہمیں یقینی طور پر یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ سیدنا خالدؓ نے اسے طلاق دی یا نہ دی کیونکہ یہ بات یقینی ہے کہ سیدنا خالدؓ کی بنو حنیفہ سے جو جنگ ہوئی اس موقع پر ام تمیم لیلیٰ سیدنا خالدؓ کے پاس تھی۔ روایت میں ہے کہ مسیلمہ کے کچھ لوگ سیدنا خالدؓ کے خیمہ میں گھسنے میں کامیاب ہوگئے' اس وقت آپ کے خیمہ میں ام تمیم موجود تھی۔ سیدنا خالدؓ نے اس خیمہ کی حفاظت کے لیے مجاعہ کو مقرر کر رکھا تھا۔

بعض مورخین نے یہ بھی لکھا ہے کہ ام تمیم ہی مالک بن نویرہ کے قتل کا سبب بنی کیونکہ وہ بے حد خوبصورت تھی اور اس کی خوبصورتی نے سیدنا خالدؓ کے دل کو موہ لیا تھا۔ مورخین نے اپنے دعویٰ کے ثبوت میں یہ روایت پیش کی ہے جس میں ہے کہ قتل کے وقت مالک نے اپنی بیوی سے کہا تھا کہ "مجھے اور کسی نے نہیں بلکہ تو نے قتل کیا ہے۔" کوئی بھی مسلمان جس کے دل میں صحابہ کرامؓ کی کچھ بھی قدر ومنزلت ہے خالد جیسے جلیل القدر صحابی یا کسی اور صحابی رسولؐ کے بارے میں یہ باور نہیں کر سکتا کہ اس نے شہوات نفسانیہ کی خاطر کسی شخص کو قتل کیا ہو۔ اسی روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ جب سیدنا خالدؓ نے مالک سے یہ بات سنی تو فرمایا: "تجھے تیری بیوی نے نہیں بلکہ تیرے ارتداد کے سبب اللہ تعالیٰ نے قتل کیا ہے۔"

ممکن ہے کہ سیدنا خالدؓ نے مالک کی بیوی سے اس وجہ سے شادی کی ہو کہ اس

Marfat.com

کی مصیبت یا تکلیف کا مداوا ہو سکے جس طرح سیدنا سعد بن ابی وقاصؓ نے مثنیٰ شیبانی کی بیوی سے ان کی شہادت کے بعد نکاح کر لیا تھا جس کی تفصیل ہم نے اپنی کتاب سیرۃ عمر بن الخطاب میں دی ہے۔ یہ نکاح انہوں نے مثنیٰ کی بیوی کی قدر دانی کرتے ہوئے کیا تھا۔ اسی طرح سیدنا خالدؓ نے بھی ام تمیم سے جو قبیلہ کے سردار اور عالی مرتبت شخص کی بیوی تھی اور اب وہ بیوہ ہو گئی تھی' اس کو اپنے خاوند کے قتل سے بڑی تکلیف پہنچی تھی۔ اس کی اس تکلیف اور مصیبت کا مداوا کی آپ نے یہ ترکیب سوچی کہ آپ خود اس سے شادی کر لیں تا کہ اس کی دل داری اور دل جوئی ہو سکے اور اسے بہادر اور شاعر مزاج خاوند کے بدلہ میں ایک ایسا شوہر مل جائے جو بہادری' جرات اور شجاعت میں اپنی مثال آپ ہو اور قیادت میں اس کا کوئی ثانی نہ ہو۔

اگر سیدنا خالدؓ یہ نکاح شرعی طور پر جائز نہ ہوتا تو اول تو سیدنا خالدؓ اس عورت سے خود یہ قطع تعلق کر لیتے اور اگر خود نہ کرتے تو کم از کم سیدنا ابوبکرؓ کو انہیں حکم دینا چاہیے تھا کہ وہ ام تمیم سے تعلق منقطع کر لیں کیونکہ یہ نکاح ہی فاسد ہے' لیکن ایسا حکم بارگاہ خلافت سے نہیں ملا۔ اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ شرعاً سیدنا خالدؓ کا نکاح ام تمیم سے درست تھا۔

مختصر یہ کہ سیدنا ابوبکرؓ کی رائے میں سیدنا خالدؓ سے اول تو کسی غلطی کا ارتکاب نہیں ہوا تھا اور اگر ہوا بھی تھا تو وہ کوئی اتنی بڑی غلطی نہ تھی جس کی پاداش میں سیدنا خالدؓ جیسے مدبر سپہ سالار' بہادر جرنیل' جرات ماہر حرب وضرب کی بہترین قیادت سے اسلامی لشکر کو محروم کر کے مسلمانوں کے محاذ جنگ کو خطرہ سے دو چار کر دیا جاتا۔ چنانچہ معمولی سرزنش کے بعد سیدنا ابوبکرؓ نے اللہ کی اس تلوار (سیف اللہ) کو حکم فرمایا کہ جلد از جلد یمامہ پہنچیں اور مدعی نبوت مسیلمہ کذاب اور اس کی قوم کی سرکوبی کریں۔ چنانچہ بارگاہ خلافت سے یہ حکم ملتے ہی سیدنا خالدؓ بطاح روانہ ہوئے کیونکہ اسلامی لشکر قیام پذیر تھا اور یہ وہیں سے جواب طلبی کے لیے مدینہ آئے تھے اور وہاں جا کر اس امداد کا انتظار کرنے لگے جس کے بھیجنے کا سیدنا ابوبکرؓ نے وعدہ فرمایا تھا۔ امداد پہنچی تو آپ اسی وقت اپنے لشکر کو لے کر یمامہ روانہ ہو گئے۔

===========

Marfat.com

مسیلمۂ کذاب کی سرکوبی

جیسا کہ گزشتہ صفحات میں بتایا گیا ہے کہ سیدنا ابوبکرؓ نے باغیوں اور مرتدوں کی سرکوبی اور استیصال کے لیے گیارہ لشکر ترتیب دیے تھے۔ ان میں سے ایک لشکر سیدنا عکرمہؓ بن ابی جہل کی قیادت میں مسیلمہ کی طرف بھیجا۔ بعد میں پتہ چلا کہ مسیلمہ کا لشکر بہت زیادہ ہے اور عکرمہؓ کا لشکر اس کے مقابلہ میں ناکافی ہے۔ چنانچہ آپ نے شرجیل بن حسنہؓ کی زیر قیادت ایک ہزار افراد پر مشتمل ایک اور لشکر عکرمہؓ کی امداد کے لیے بھیجا۔ سیدنا شرجیلؓ ابھی راستہ ہی میں تھے کہ سیدنا عکرمہؓ نے یمامہ پہنچتے ہی شرجیلؓ کے لشکر کا انتظار کیے بغیر مسیلمہ کی فوج پر حملہ کر دیا اور شکست کھائی۔ عکرمہؓ نہایت تجربہ کار اور بہادر جرنیل تھے اور فن حرب وضرب میں نہایت مہارت رکھتے تھے اور دشمنوں کو انہوں نے کبھی کوئی اہمیت نہیں دی تھی۔ لیکن مسیلمہ تمام جھوٹے مدعیان نبوت سے زیادہ طاقتور تھا اور اس کی بغاوت سب بغاوتوں سے زیادہ موثر اور خطرناک تھی۔ فوجی طاقت اس کے پاس بہت زیادہ تھی۔ اس لیے اس کے جان بازوں نے مسلمانوں کی صفیں الٹ دیں اور انہیں پسپا ہونے پر مجبور کیا۔ سیدنا عکرمہؓ جب سیدنا ابوبکرؓ کو اپنی ہزیمت کی روداد لکھ کر بھیجی تو آپ کو سخت غصہ آیا، اور انہوں نے ایک خط عکرمہ کو لکھا جس کے ایک ایک لفظ سے غصہ اور ناراضگی کا اظہار ہوتا تھا۔

مسیلمہ کذاب کی طاقت میں بہت زیادہ اضافہ ہو جانے اور اس کے مقابلہ میں سیدنا عکرمہؓ کے شکست کھا جانے کی وجہ سے سیدنا ابوبکرؓ کے لیے اب ضروری ہو گیا کہ

Marfat.com

مسیلمہ کی سرکوبی کے لیے سیدنا خالد بن ولیدؓ کو بھیجیں کیونکہ ان کے خیال میں خالدؓ سے زیادہ اور کوئی موزوں جرنیل نہیں تھا اور وہی اس کو شکست دے کر اس کی طاقت کو توڑ سکتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے سیدنا شرجبیل بن حسنہؓ کو لکھا کہ وہ جہاں اس وقت پڑاؤ کیے ہوئے ہیں' خالدؓ کے پہنچنے تک وہیں رہیں کیونکہ سیدنا شرجبیلؓ نے جب سیدنا عکرمہؓ کی ہزیمت اور پسپائی کے بارے میں سنا تو راستہ میں ٹھہر گئے اور سیدنا ابوبکرؓ کے احکام کا انتظار کرنے لگے۔

یمامہ کا معرکہ اب تک ہونے والے معرکوں میں غزوہ بدر کے بعد سب سے بڑا معرکہ تھا۔ یہ بھی جنگ بدر کی طرح اسلام کی موت و حیات کا قطعی فیصلہ کرنے والا معرکہ تھا۔ اس وجہ سے اس معرکہ کی اہمیت کے پیش نظر سیدنا ابوبکرؓ نے سیدنا شرجبیلؓ کے لشکر کے علاوہ مہاجرین و انصار کے ان نامور بہادروں کو سیدنا خالدؓ کی امداد کے لیے بھیجا جو بدر وحنین کے معرکے سر کر چکے تھے۔ آپ نے سیدنا خالدؓ کی مدد کے لیے مدینہ طیبہ سے حفاظ وقراء اور نامور جانبازوں کا ایک لشکر اس جنگ کے لیے نامزد فرمایا۔ مہاجرین کے دستہ کے سردار سیدنا ابو حذیفہؓ اور سیدنا فاروق اعظمؓ کے بھائی سیدنا زید بن خطابؓ تھے' اور انصار کے دستہ کی قیادت سیدنا ثابت بن قیس بن شماسؓ کر رہے تھے۔ سیدنا ابوبکرؓ اصحاب بدر کو نہایت عزیز اور دوست رکھتے تھے اور انہیں نہایت بابرکت سمجھتے تھے۔ اس وجہ سے انہیں مدینہ کے باہر کسی جنگ میں نہیں بھیجتے تھے۔ (طبری جلد 2 ص 505) لیکن جنگ یمامہ کی اہمیت کے پیش نظر اپنے ذاتی رُجحان کے برخلاف آپ نے بدری صحابہ کرامؓ کو بھی اس جنگ میں شمولیت کے لیے بھیجا۔ سیدنا خالدؓ پہلے بطاح آئے اور پھر بطاح میں مقیم اپنے لشکر کو ساتھ لے کر یمامہ روانہ ہو گئے۔ سیدنا ابوبکرؓ نے اس خیال سے کہ اس لشکر پر کوئی پیچھے سے حملہ نہ کر دے' سیدنا خالدؓ کے لشکر کے عقب میں سیدنا سلیطؓ کی سرکردگی میں ایک دستہ روانہ کیا۔

سیدنا خالد بن ولیدؓ نے یمامہ کی طرف پیش قدمی شروع کی تو مسیلمہ کذاب کو اس لشکر کے بارے میں اطلاعات پہنچنے لگیں۔ اس نے خبر رسانی کا نہایت مکمل انتظام کر رکھا تھا۔ چنانچہ ایک ایک لمحہ کی خبریں اسے پہنچ رہی تھیں۔ نظام خبر رسانی کے لیے اس نے جگہ جگہ اپنے آدمی مقرر کر رکھے تھے جو اس لشکر کی نقل و حرکت کی اسے ہر لمحہ کی اطلاع

Marfat.com

دیتے تھے۔ چلتے چلتے سیدنا خالدؓ کا سامنا چند لوگوں سے ہوا جن میں سے ایک شخص کا نام مجاعہ بن مرارہ تھا۔ قصہ یہ تھا کہ بنو عامر اور بنو تمیم کے چند لوگوں نے مجاعہ بن مرارہ کے ایک رشتہ دار کو قتل کر دیا تھا۔ وہ اپنے رفقاء کی معیت میں ان سے مقتول کا قصاص لینے گیا تھا۔ اسے پتہ تھا کہ مسیلمہ اور مسلمانوں کی جنگ شروع ہونے والی ہے۔ معلوم نہیں یہ کتنا عرصہ جاری رہے گی اور قصاص لینا مشکل ہو جائے گا' لہٰذا وہ جنگ شروع ہونے سے پہلے یہ معاملہ نمٹا دینا چاہتا تھا۔ چنانچہ وہ گیا اور قصاص لے لیا۔ قصاص لینے کے بعد وہ لوگ یمامہ آ رہے تھے کہ آرام کے لیے ایک جگہ بیٹھ گئے۔ بیٹھے بیٹھے نیند نے غلبہ پایا اور وہ سو گئے۔ ادھر سے سیدنا خالدؓ اپنی فوج کے ساتھ آ گئے۔

لشکر کا ہنگامہ سن کر وہ لوگ جلدی سے اٹھے۔ سیدنا خالدؓ کو کسی طریقہ سے پتہ چل گیا کہ ان لوگوں کا تعلق بنو حنیفہ سے ہے جو مسیلمہ کذاب کا قبیلہ ہے' اور یہ خیال کیا کہ یہ لوگ اسلامی فوج سے لڑنے کے لیے آئے ہیں' اس لیے آپ نے انہیں قتل کرنے کا حکم دے دیا۔ انہوں نے بتایا کہ جنگ سے ہمارا کوئی تعلق نہیں۔ ہم تو بنو تمیم اور بنو عامر سے قصاص لینے گئے تھے۔ وہاں سے واپس آ رہے ہیں۔ ان کی بات سن کر سیدنا خالدؓ نے ان سے پوچھا: ''نبی کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟'' انہوں نے جواب دیا: ''ایک نبی ہمارے قبیلہ میں سے ہے اور ایک آپ کے قبیلہ قریش میں سے ہے۔'' یہ جواب سن کر سیدنا خالد بن ولیدؓ نے انہیں قتل کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ مجاعہ کے سوا تمام لوگ قتل کر دیے گئے۔ جب مجاعہ بن مرارہ کو سیدنا خالد کے سپاہی قتل کرنے لگے اور قتل کے لیے ایک مجاہد کی تلوار اٹھی تو ایک شخص جس کا نام ساریہ بن عامر تھا' دوڑ کر آیا اور کہا کہ اس کو قتل نہ کرو۔ یہ آپ کے بہت کام آئے گا۔ چنانچہ اسے قتل نہ کیا گیا۔ اب سیدنا خالدؓ نے ضمانت کے طور پر مجاعہ کو اپنی تحول میں لے لیا' اس لیے کہ وہ بنو حنیفہ کے سرداروں میں سے تھا' اور ان کے نزدیک بہت معزز سمجھا جاتا تھا۔ سیدنا خالدؓ نے سمجھا کہ ممکن ہے آگے چل کر یہ شخص ہمارے لیے فائدہ مند ثابت ہو اور اس کی وجہ سے کوئی اہم جنگی راز معلوم ہوں۔ اس وجہ سے انہوں نے اسے لوہے کی بیڑیوں میں جکڑ کر اپنے خیمے میں ڈال دیا اور ان کی نئی بیوی ام تمیم لیلیٰ اس کی نگرانی کرنے لگی۔

مسیلمہ کذاب ایک لشکر جرار کے ہمراہ یمامہ کی ایک طرف ''عقربا'' کے مقام پر

Marfat.com

پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے اور تمام مال و اسباب فوج کی پچھلی جانب تھا۔ مسیلمہ کے لشکر کی تعداد ایک روایت کے مطابق چالیس ہزار اور ایک روایت کے مطابق ساٹھ ہزار تھی (طبری جلد 2 ص 505) ایک روایت ستر ہزار کی بھی ہے۔ ایک ہی فریق کی اتنی بڑی تعداد اس سے قبل مسلمانوں نے کسی جنگ میں نہیں دیکھی تھی۔ اس کے مقابلہ میں مسلمانوں کی تعداد صرف تیرہ (13) ہزار تھی۔ دونوں فوجیں ایک دوسرے کے آمنے سامنے کھڑی خونخوار آنکھوں سے دیکھ رہی تھیں اور طبل جنگ کا انتظار کر رہی تھیں۔ ہر فریق کو یہ یقین تھا کہ فتح اسی کی ہوگی اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ اسلام کی ابتدائی تاریخ میں یمامہ کی جنگ ایک بہت بڑی جنگ تھی' اور اس جنگ کی اہمیت اس وجہ سے بھی بڑھ جاتی ہے کہ یہاں دو نبوتوں کے مابین مقابلہ تھا۔ ایک طرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت صادقہ اور دوسری طرف مسیلمہ کذاب کی نبوت کاذبہ۔۔۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے: ''جاء الحق و ذھق الباطل ' ان الباطل کان ذھوقا '' یعنی ''حق آیا اور باطل چلا گیا اور بے شک باطل جانے ہی والا ہے۔'' ایک طرف کثرت تعداد پر ناز تھا لیکن دوسری طرف اللہ والوں کا گروہ تھا۔ اگرچہ ان کی تعداد کم تھی لیکن وہ ہزیمت ناآشنا لوگ تھے کیونکہ انہیں اپنے اللہ پر بھروسہ تھا۔ پھر وہ لوگ اللہ کی کتاب کے حامل تھے۔ ان میں حفاظ بھی تھے اور قراء بھی' مجاہد بھی تھے اور اللہ والے بھی اور ان کی زندگی کا صرف ایک ہی مقصد تھا۔ اور وہ تھا اسلام کی سربلندی اور اعلائے کلمۃ اللہ۔ یمن' عمان' بحرین' حضرموت اور عرب کے جنوبی جانب مکہ اور طائف سے خلیج عدن تک تمام علاقوں کی نظریں مسیلمہ کی آج کی جنگ پر لگی ہوئی تھیں۔ ان سب جگہوں کے لوگوں کے سینے اس کے نتیجے کے انتظار میں بے تاب تھے۔ ایرانی بھی اس جنگ کے نتیجہ کے منتظر تھے۔ مسیلمہ کی فوج نہایت تیز اور مستعد تھی اور اس تیزی اور کثرت تعداد کی وجہ سے پورا پورا یقین تھا کہ فتح و کامرانی انہی کی ہوگی۔ حجاز اور عرب کے جنوبی علاقوں کی پرانی دشمنی بھی مسیلمہ کی حوصلہ افزائی کا باعث تھی۔

دوسری طرف مسلمانوں کی فوج کی تعداد اگرچہ صرف تیرہ ہزار تھی لیکن اپنی ہیئت اور ہمت و جرات کے اعتبار سے یہ تعداد نہایت مرعوب کن تھی کیونکہ اس کے سالار اعظم اور کمانڈر سیدنا خالد بن ولیدؓ تھے جن کا اس دور کے سپہ سالاروں میں پوری دنیا میں کوئی مدمقابل نہ تھا بلکہ آج تک کوئی پیدا نہیں ہوا۔ وہ شکست و ہزیمت کے نام سے

Marfat.com

نا آشنا تھے۔ وہ اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار تھے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دشمنوں پر مسلط کیا تھا۔ پھر ان کی فوج میں بڑے بڑے بہادر اور جنگجو حضرات تھے جن کی زندگیوں کا اکثر و بیشتر حصہ انہی دشت کی سیاحی میں گزرا تھا۔ ان کی ایک کثیر تعداد قرآن حکیم کے قاریوں اور حافظوں پر مشتمل تھی۔ ان میں بدر و احد کے مجاہدین بھی تھے اور حنین و طائف کے جانباز بھی' لیکن ان سب کو صرف ایک ہی داعیہ اور ایک ہی جذبہ میدان جنگ میں لایا تھا' اور وہ تھا ''جہاد فی سبیل اللہ'' یعنی اللہ کی راہ میں کٹ جانے کا جذبہ' اسلام کی مدافعت کا شوق' ختم نبوت کی حفاظت کا بے پناہ عزم' فوج کے ہر سپاہی کی آخری کوشش اور آخری معراج یہی تھی' حالانکہ وہ دشمن کے مقابلہ میں بہت کم تھے' لیکن حالت یہ تھی کہ وہ اپنے آپ کو بہت زیادہ سمجھ رہے تھے کیونکہ سیدنا خالدؓ ان کا سپہ سالار اور جرنیل اعظم تھا اور ان کے دل جوش و شوق سے معمور اور لبریز تھے۔ ان کے میمنہ کے کمانڈر زید بن خطابؓ تھے اور میسرہ کی قیادت اسامہ بن زیدؓ کے پاس تھی اور وہ خود ایک دستہ لیے ہوئے وسط لشکر میں تھے۔

جنگ کے لیے دونوں طرف صفیں آراستہ ہوگئی تھیں اور جنگ کا آغاز ہونے ہی والا تھا کہ مسیلمہ کے بیٹے شرجیل بن مسیلمہ نے اپنے فوجیوں کی صفوں کا ایک چکر لگایا اور پھر اپنے قبیلہ بنو حنیفہ کے لوگوں کو مخاطب کر کے بولا:

''اے میرے قبیلہ کے لوگو! آج کا دن تمہاری غیرت و حمیت کے امتحان اور تمہاری جرات و ہمت کی آزمائش کا دن ہے۔ دشمن تمہیں نیست و نابود کرنے پر تلا ہوا ہے' لیکن تم نہایت بہادر اور دلیر لوگ ہو۔ اگر آج تم شکست و ہزیمت سے دوچار ہوگئے اور تمہیں موت کے گھاٹ اتار دیا گیا تو تمہارے بعد تمہاری عورتوں کو لونڈیاں بنا لیا جائے گا' اور ان کے نکاح زبردستی دوسرے لوگوں سے کر دیے جائیں گے۔ اپنے آپ کو پہچانو! تم اونچے نسب کے لوگ ہو۔ اس کی حفاظت کرنا اور اسے ہر قسم کے داغ دھبہ سے محفوظ رکھنا تمہارے فرائض میں داخل ہے۔ مسلمانوں کا ڈٹ کر مقابلہ کرو۔ لیکن اگر تم اپنے آپ کی اور اپنی عزت و آبرو کی حفاظت کرنے میں ناکام ہوگئے تو رہتی دنیا تک تمہاری اس ناکامی اور بدنامی کا تذکرہ ہوتا رہے گا اور آنے والی نسلیں نہایت

Marfat.com

نفرت اور حقارت کے ساتھ تمہارا نام لیں گی۔" (طبری جلد 2 ص 509)

ادھر جوش دلایا جا رہا تھا اور دوسری طرف مجاہدین اسلام کے ولولہ اور جوش کا یہ عالم تھا کہ "جوہر شمشیر سے باہر تھا دم شمشیر کا" ہر مجاہد اپنی جگہ پر جرات و ہمت کا پیکر۔ ان کے پاس ایک دل تھا اور ایک ہی آقا کی چوکھٹ پر ان کا سر جھکا ہوا تھا۔ وہ اللہ کے تھے اور وہ صرف اللہ ہی سے ڈرتے تھے۔ ان کے ہاں جیسے نافرمانی گناہ تھی ویسے ہی شوخی کفر تھی۔ اس وجہ سے وہ شوخی سے نہیں بلکہ عاجزی سے میدان جنگ میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس میں مشغول تھے۔ اور "ھم باللیل رھبان و بالنھار فرسان" کی زندہ تصویر تھے۔ لیکن ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ پانی جو ابر کرم کا چھینٹا ہوتا ہے وہ کبھی کبھی طوفان بن کر موجیں مارتا ہے اور تباہی کا سبب بنتا ہے۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ ہوا کا وہ جھونکا جو نسیم خوش گوار بن کر چلتا ہے کبھی کبھی وہ جھونکا باد سموم اور آندھی کا تھپیڑا بن جاتا ہے۔ یہ اللہ والے بھی اس وقت میدان جنگ میں موجیں مارنے والا طوفان اور آندھی کا تند و تیز جھونکا بنے ہوئے تھے۔ مہاجرین کا علم سالم مولیٰ حذیفہؓ کے ہاتھ میں تھا۔ کسی شخص نے کہا: "اگر آپ قتل ہو گئے تو ایک حامل قرآن جاتا رہے گا۔" انہوں نے برملا جواب دیا: "اگر میں اس بات کا اندیشہ کروں تو مجھ سے برا کوئی حامل قرآن نہیں ہوا۔" غرض کہ اس ولولہ اور جوش و جذبہ کے ساتھ مسلمانوں کے تیرہ (13) ہزار جانبازوں اور مجاہدوں پر مشتمل لشکر ساٹھ (60) ہزار نبوت کاذبہ پر ایمان لانے والوں کے سامنے کھڑا تھا۔

جنگ شروع ہوئی۔ جنگ کے آغاز میں بنو حنیفہ نے مسلمانوں پر دباؤ ڈالنا شروع کر دیا۔ مسیلمہ کی فوج کے میمنہ اور میسرہ پر محکم الیمامہ اور رجال بن عنفوہ تھے۔ مسیلمہ نے فوج میں قبائلی عصبیت کا جوش بھرا ہوا تھا۔ اسی جوش و جذبہ سے اس کے لشکر نے مسلمانوں پر جو دباؤ ڈالا تو مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے اور وہ آہستہ آہستہ پسپا ہونے شروع ہو گئے۔ ایک مرتبہ تو معاملہ یہاں تک پہنچ گیا کہ مسیلمہ کے سپاہی سیدنا خالدؓ کے خیمہ کے قریب بھی آ گئے۔ انہوں نے خیمے کے اندر جھانک کر دیکھا تو مجاعہ بن مرارہ بیڑیوں میں جکڑا ہوا تھا اور خالدؓ کی بیوی لیلیٰ ام تمیم اس کی نگرانی کر رہی تھی۔ ایک شخص نے بڑھ کر قتل کرنا چاہا تو مجاعہ نے اسے روکا کہ اسے قتل نہ کرو۔ میں اسے پناہ دیتا ہوں۔ جواں مردی اور بہادری یہ ہے کہ تم ایک عورت کو قتل کرنے کی بجائے مردوں سے جا کر لڑو۔

Marfat.com

مسیلمہ کے فوجیوں نے لیلیٰ کو قتل تو نہ کیا البتہ خالدؓ کے خیمے کی طنابیں اور رسیاں کاٹ دیں اور تلواریں مار مار کر خیمے کو پارہ پارہ کر دیا' لیکن مجاعہ بن مرارہ کو آزاد نہیں کرایا۔ اس کو اس لیے آزاد نہ کرایا کہ وہ اس امید میں تھے کہ ابھی میدانِ جنگ میں مسلمانوں پر فتح پالیں گے اور پھر واپس آ کر نہایت اطمینان اور سکون کے ساتھ اپنے اس معزز سردار کی بیڑیاں کاٹ کر شان و شوکت کے ساتھ لے کر جائیں گے' لیکن انہیں کیا پتہ تھا کہ اللہ کا فیصلہ اس بارے میں کیا ہے؟

نہار الرجال بن عنفوہ مسیلمہ کے لشکر کے مقدمہ کا بھی کمانڈر تھا۔ یہ اصلاً اسی علاقے کا رہنے والا تھا۔ ایک روایت کے مطابق اس نے صف سے باہر نکل کر مبارزت کی دعوت دی کہ کون ہے میرے مقابلہ میں آنے والا۔ اس کے سر میں کبر و نخوت کی ہوا بھری ہوئی تھی۔ اسے فوج کی کثرت تعداد پر ناز تھا' لیکن اس کو یہ علم شاید نہیں تھا کہ فوج نہیں لڑتی بلکہ جذبہ اور ولولہ لڑتا ہے۔ جونہی اس نے دعوت مبارزت دی سیدنا عمر بن خطابؓ کے بھائی سیدنا زید بن خطابؓ آگے بڑھے اور آتے ہی اس زور کا وار کیا کہ وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔ مسیلمہ کے فتنہ کا یہ سب سے بڑا سرغنہ تھا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ سیدنا عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ نے ایسا تیر مارا کہ دشمن خدا وہیں ڈھیر ہو گیا۔

نہار الرجال کا قتل ہونا تھا کہ جنگ میں شدت پیدا ہو گئی۔ بڑے زور کا رن پڑا۔ مسیلمہ کا ایک ایک آدمی اس بہادری' جرات اور جوش و جذبہ سے لڑ رہا تھا کہ اپنی جان دینے پر تلا ہوا تھا کیونکہ اسے یقین تھا کہ اگر اس جنگ میں شکست ہو گئی تو حجاز کی سیادت جنوبی عرب پر ہمیشہ کے لیے قائم ہو جائے گی اور قبائلی عصبیت کے تحت یہ بات ان کی موت کے مترادف تھی۔ مسلمانوں کو ایسی ہولناک اور خوفناک جنگ لڑنے کا یہ پہلا اتفاق تھا۔ مسلمان چونکہ ایک مرتبہ پسپا ہو گئے تھے اس وجہ سے مسیلمہ کی فوج کے حوصلے بڑھ گئے تھے' لیکن اب مسلمانوں نے اپنے آپ کو پوری طرح سنبھالا ہوا تھا۔ سیدنا خالد بن ولیدؓ نے الگ الگ قبیلوں اور گروہوں سے تعلق رکھنے والے مجاہدین کو بلند آواز سے کہا کہ سب اپنے اپنے کیمپوں کی طرف سے حملے کرو تاکہ پتہ چلے کہ سب سے زیادہ زور دار حملہ کس کا ہے۔ سیدنا خالدؓ کا یہ اعلان کرنا تھا کہ مسلمان بھوکے بازوں کی طرح جھپٹے۔ سیدنا ثابت بن قیسؓ نے کہا: ''مسلمانو! آخر تم کو کیا ہو گیا ہے؟ اے اللہ! ان مسلمانوں نے جو پسپائی

Marfat.com

کا مظاہرہ کیا ہے میں اس سے بری ہوں۔" سیدنا زید بن خطابؓ نے کہا: "بخدا! میں اب اس وقت تک اپنی زبان نہیں کھولوں گا جب تک ہم دشمنوں کو شکست سے دو چار نہیں کر دیتے یا پھر دشمن سے لڑتے لڑتے میں قتل کر دیا جاؤں گا۔" سیدنا ابو حذیفہؓ نے للکار کر کہا: "اے اہل قرآن! تم اپنے اعمال سے قرآن کو زینت دو۔" اسی طرح سیدنا براء بن عازبؓ اپنی شجاعت اور بہادری کا مظاہرہ کر رہے تھے کہ جدھر کا رخ کرتے دشمن اس طرح بھاگتا جیسے شیر سے بکریاں بھاگتی ہیں۔

لڑائی کے دوران سخت آندھی آ گئی اور ریت کے تھپیڑے مجاہدین اسلام کے چہروں پر پڑنے لگے اور آنکھوں میں گھسنے لگے' لیکن اللہ کے یہ مجاہد آندھی کی پروا کیے بغیر اسی حالت میں لڑتے رہے۔ بعض لوگوں نے سیدنا زید بن خطابؓ سے پوچھا: "اب کیا کیا جائے؟" انہوں نے فرمایا: "آندھی کو اپنا کام کرنے دو اور تم اپنا کام کرتے رہو۔" پھر فرمایا: "لوگو! آندھی سے حفاظت کا طریقہ یہ ہے کہ نظریں نیچی کر لو اور قدم جما کر لڑو اور دشمن کو پیچھے دھکیلنے اور نیست و نابود کرنے کی کوشش کرو۔ جس قدر تیزی سے اللہ کی راہ میں جہاد کرو گے اتنی جلدی اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا۔" سیدنا زید بن خطابؓ مسلسل لڑتے رہے اور دشمن کو اپنی تلوار کا لقمہ بناتے رہے یہاں تک کہ اللہ نے انہیں درجہ شہادت عطا فرمایا۔ اسی طرح سیدنا حذیفہؓ لڑتے جا رہے تھے اور حفاظ اور قراء قرآن سے کہتے جاتے تھے کہ "اے حاملین قرآن! اللہ نے تمہیں قرآن کی سعادت بخشی ہے۔ قرآن اور اس کے احکام کی حفاظت کا اعزاز حاصل کرو' اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے دشمنوں کو نیست و نابود کر کے رکھ دو۔" اور پھر وہ لڑتے لڑتے شہید ہو گئے اور جھنڈا ان کے مولیٰ (آزاد کردہ غلام) سالمؓ نے اٹھا لیا اور پھر وہ بھی لڑتے لڑتے جام شہادت نوش کر گئے۔

مختصر یہ کہ مجاہدین اسلام اپنی اپنی جگہ شیر نیستان کی طرح ہنکار ہی رہے تھے کہ اتنے میں پلٹ کر اس زور سے حملہ کیا کہ دشمن کے پاؤں اکھڑ گئے۔ سیدنا خالدؓ نے اپنے لشکر کا جو جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ مہاجرین و انصار اور اہل قریٰ کو بہ نسبت اہل بادیہ کے زیادہ جانی نقصان پہنچا ہے۔ اور مشہور صحابہ کرام سیدنا زید بن خطابؓ، سیدنا ابو حذیفہؓ اور ان کے مولیٰ سیدنا سالمؓ جام شہادت نوش فرما لیا ہے۔ اگر یہ لوگ شہید ہو گئے تھے تو مسیلمہ کے بھی بہت سے جان فروش اور جان باز میدان میں قتل ہوئے پڑے تھے۔ مسلمانوں کی

Marfat.com

تلواروں نے انہیں بھی خون میں نہلا دیا تھا لیکن مسلمان مجاہدین اور مسیلمہ کے فوجیوں میں بہت بڑا فرق تھا۔ مسیلمہ کے فوجی لڑ رہے تھے حسب ونسب اور اپنے اپنے قبیلے کے نام و نمود اور خود مختیاری کے لیے لیکن اس کے برعکس مسلمان مجاہدین اللہ کی رضا' دین حق کی حفاظت' ختم نبوت کے تحفظ' اطاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حصول جنت کے لیے بلکہ جنت انہیں سامنے نظر آ رہی تھی کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "الجنة تحت ظلال السیوف" یعنی جنت تلواروں کے سایہ میں ہے۔ انہیں ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ ان کے اور جنت کے درمیان صرف چند سانسوں کا فاصلہ ہے۔ ادھر سانس کی آمد و رفت بند ہوئی اور ادھر جنت کا دروازہ ان کے لیے کھل گیا۔ جب مقصد ہی بلندی ہو تو ارادے اور عزم بھی بلند ہو جاتے ہیں' اس لیے مسلمانوں کے ارادے مسیلمہ کے فوجیوں سے زیادہ بلند اور پختہ تھے۔

اتنے عزم و ہمت والے جوانوں کے شہید ہونے کے بعد بھی سیدنا خالدؓ کا حوصلہ پست نہ ہوا بلکہ اس میں اور بلندی آئی۔ جب خالدؓ نے دیکھا کہ مسلمان جگر داری اور انتہائی جرات و بہادری کے ساتھ لڑ رہے ہیں اور کچھ بلند ہمت لوگ جام شہادت نوش کر گئے ہیں تو ان کا حوصلہ اور بلند ہوگیا اور انہیں یقین ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ انہیں ضرور فتح و نصرت سے ہم کنار کرے گا' لیکن وہ ایک ایسے جرنیل تھے جو جلد از جلد فتح کے خواہاں ہوتے تھے۔ ان کے ذہن میں یہ بات آ رہی تھی کہ جس قدر جلدی فتح حاصل ہوگی اتنا ہی مسلمانوں کا نقصان کم ہوگا۔ اب انہوں نے جو میدان جنگ کی طرف نگاہ ڈالی تو دیکھا کہ بنو حنیفہ کے لوگ مسیلمہ کو حفاظت کے لیے گھیرے میں لیے کھڑے ہیں اور کٹ کٹ کر اس کے گرد مر رہے ہیں' لیکن کسی مجاہد کو اس کے قریب آنے نہیں دیتے۔ یہ صورت حال دیکھ کر سیدنا خالدؓ نے کہا: "کہ کسی طریقہ سے مسیلمہ کو قتل کرنا چاہیے تاکہ اس کے ساتھی منتشر ہوں اور مسلمان فتح و کامرانی سے ہم کنار ہوں۔" سیدنا خالدؓ نے مسیلمہ اور اس کے اردگرد کے تمام حالات کا بغور جائزہ لیا اور یہ محسوس کیا کہ جب تک مسیلمہ کے دستہ خاص پر حملہ کر کے اس کو شکست نہیں دی جائے گی نہ تو فتح و کامرانی حاصل ہوگی اور نہ ہی دشمن کی جمعیت منتشر ہوگی۔ ادھر مسیلمہ بھی اس صورت حال سے گھبرا گیا کیونکہ اس کے اردگرد کے محافظ مسلمانوں کے ہاتھوں سے مر رہے تھے اور وہ یہ ہولناک منظر اپنی آنکھوں سے

Marfat.com

دیکھ رہا تھا۔ اب اس نے سیدنا خالدؓ کے مقابلہ میں خود آنے کا ارادہ کیا لیکن اسے پھر یہ خیال آیا کہ اگر وہ خالدؓ کے مقابلہ میں آیا تو یقیناً مارا جائے گا اور اسکی فوج بھی ماری جائے گی اور ہزیمت سے ہم کنار ہوگی' لیکن اب ہر صورت میں وہ اپنی موت اپنی آنکھوں کے سامنے ناچتی ہوئی دیکھ رہا تھا۔ وہ اسی گھبراہٹ اور غور و فکر کے عالم میں کھڑا تھا کہ سیدنا خالدؓ نے "واہ محمراہ" کا نعرہ لگاتے ہوئے مسیلمہ کے دستہ خاص پر حملہ کر دیا۔ اس کے محافظ اپنی جان پر کھیل گئے۔ سیدنا خالدؓ کا حملہ ایک فیصلہ کن حملہ تھا۔ یہ نہایت نازک اور ہولناک لمحات تھے۔ مسیلمہ کی فوج کا ایک جانباز سربکف ہو کر آگے بڑھتا تھا اور چند لمحوں میں اس کی لاش خاک و خون میں تڑپ کر رہ جاتی تھی۔ مسیلمہ نے پھر ارادہ کیا کہ خود مقابلہ کے لیے آگے بڑھے لیکن شدت خوف و اضطراب سے وہ ایک قدم آگے بڑھاتا لیکن پھر اسے پیچھے ہٹا لیتا تھا۔ سیدنا خالدؓ کا حملہ اتنا سخت تھا کہ مسیلمہ کے لیے راہ فرار اختیار کرنے کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ رہا۔

مسیلمہ کے محافظوں نے جب اس کی یہ حالت دیکھی تو ان میں سے ایک شخص نے للکار کر کہا: "مسیلمہ! تمہارے وہ وعدے کہاں گئے جو تم ہم سے کیا کرتے تھے کہ فتح و ظفر ہر حال میں ہماری ہوگی۔" لیکن یہ للکار کوئی فائدہ نہ پہنچا سکی اور اس سے مسیلمہ کے بھاگتے ہوئے قدم نہ رک سکے کیونکہ اس کے حوصلے دم توڑ چکے تھے اور اس کی گھبراہٹ اپنی انتہا کو پہنچ گئی تھی۔ چنانچہ اس نے پیٹھ پھیر کر راہ فرار اختیار کرتے ہوئے لوگوں سے کہا: "اپنے حسب و نسب کی حفاظت و مدافعت کے لیے لڑتے رہو۔" لیکن جب امیر لشکر اور فوج کا کمانڈر خود بھاگ رہا ہو تو پھر نہ تو اس کی بات میں کچھ اثر رہتا ہے اور نہ ہی وہ فوج کو ثابت قدم رکھ سکتا ہے۔ اس لیے اب اس فوج کے پاؤں بھی اکھڑ گئے اور وہ بھی مسیلمہ کی طرح میدان چھوڑ کر بھاگ کھڑی ہوئی کیونکہ ان کا جرنیل خود انہیں مسلمانوں کی تلواروں کے حوالے کر کے بھاگ گیا تھا۔ اب فوج کو یہ بھی پتہ نہیں چل رہا تھا کہ وہ بھاگ کر جائے کہاں؟ ذرا فاصلے پر ایک باغ تھا جس کی چار دیواری محفوظ تھی۔ بنو حنیفہ کے سردار محکم بن طفیل نے جب اپنے لوگوں کو بھاگتے اور مسلمانوں کو ان کا تعاقب کرتے ہوئے دیکھا تو بلند آواز سے پکار کر کہا: "اے بنو حنیفہ! باغ' باغ یعنی اس باغ میں داخل ہو جاؤ۔ باغ کو عربی زبان میں حدیقہ کہتے ہیں۔ یہ باغ دراصل مسیلمہ کا قلعہ تھا اور لڑائی

Marfat.com

کے میدان کے بالکل قریب تھا' اور اس کے چاروں طرف اونچی اونچی قلعہ نما دیواریں تھیں۔ مسیلمہ چونکہ اپنے آپ کو "رحمٰن الیمامہ" کہتا تھا۔ اس لیے اس باغ کا نام "حدیقہ الرحمٰن" رکھا ہوا تھا۔ مسیلمہ نے لڑائی کے لیے پہلے ہی سے یہ جگہ منتخب کر رکھی تھی۔ اس جگہ کا نام "عقرباء" تھا۔ عقرباء یمامہ کی طرح ایک بستی ہے جو "نباح" کے راستہ میں پڑتی ہے۔ "العرض" کے ضلع میں "قرقری" واقع ہے۔ یہ جگہ یمامہ کی سرحد پر ہے اور یمامہ کا زرخیز علاقہ اس سے آگے ہے۔ مسیلمہ نے یہاں اس لیے پڑاؤ ڈالا تھا اور اس جگہ کو جنگ کے لیے اس لیے چنا تھا تاکہ مسلمان یمامہ کی سرزمین کو روند نہ سکیں اور یہ تاخت و تاراج ہونے سے بچ جائے۔ میدان جنگ اس "حدیقہ الرحمٰن" کے قریب بنایا گیا تھا تاکہ شکست کی صورت میں یہاں پناہ لی جا سکے کیونکہ بظاہر یہ بہت ہی محفوظ مقام تھا۔

اپنے سردار محکم بن طفیل کی پکار سن کر مسیلمہ کی فوج نے باغ کا رخ کیا' لیکن مسیلمہ اپنی فوج سے پہلے ہی بھاگ کر باغ میں داخل ہو گیا تھا جب کہ خود محکم بن طفیل میدان جنگ میں رہ گیا تھا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ جو مسلمان سپاہی مسیلمہ کی فوج کے تعاقب میں باغ کی طرف بڑھ رہے تھے انہیں جہاں تک ممکن ہو باغ میں داخل ہونے سے روکا جائے۔ محکم بن طفیل نے مسلمانوں کو باغ میں داخل ہونے سے روکنے کے لیے بڑی جواں مردی سے ان کا مقابلہ کیا۔ اسے یوں کہنا چاہیے کہ وہ مسیلمہ کی فوج کا ایک نہایت بہادر' جرات مند اور جانباز سپاہی تھا جو اپنی جان داؤ پر لگا کر مسیلمہ کی جان بچانا چاہتا تھا' لیکن فوج کی بھگدڑ اور مسیلمہ کے فرار نے حالات کو بے قابو کر دیا تھا۔ محکم بن طفیل اپنی جگہ بے شک ڈٹا ہوا تھا لیکن اس کا یہ ڈٹنا فوج کی حفاظت نہ کر سکا۔ آخر سیدنا عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ کا ایک تیر اس کے سینہ میں پیوست ہو گیا اور اس کی زندگی کا جام لبریز ہو گیا' لیکن مسیلمہ اور اس کی فوج اس باغ میں قلعہ بند ہو گئی۔

اب صورت حال یہ تھی کہ مسیلمہ اور اس کی فوج میدان جنگ سے بھاگ کر اس باغ میں آ بیٹھی تھی۔ ادھر مسلمانوں نے باغ کا محاصرہ کر لیا کیونکہ وہ جب تک باغ پر قبضہ کر کے مسیلمہ کی فوج کو ہتھیار ڈالنے پر مجبور نہ کر دیتے اس وقت تک فتح کی کارروائی مکمل نہ ہو سکتی تھی۔ مسلمانوں نے باغ کے اردگرد گھوم پھر کر دیکھا کہ اندر جانے کا کوئی راستہ مل جائے' لیکن اس باغ کی حیثیت ایک مضبوط قلعہ کی تھی۔ جب کوئی راستہ نظر نہ آیا

Marfat.com

تو مسلمانوں کی فوج کے ایک نہایت بہادر اور جرات مند شخص سیدنا براء بن مالکؓ جو سیدنا انس بن مالکؓ کے بھائی تھے' نے مسلمانوں سے کہا کہ انہیں اٹھا کر دروازے کے قریب دیوار کے اوپر سے باغ میں پھینک دیا جائے۔ اس طرح وہ فوراً اندر سے دروازہ کھول دیں گے' اور دروازہ کھلتے ہی مسلمان جلدی سے باغ میں داخل ہو جائیں گے' لیکن مسلمانوں نے اپنے ایک بہادر ساتھی کو اس طرح دشمن کے حوالے کر دینے سے انکار کر دیا۔

سیدنا براء بن مالکؓ نے اس بات پر بار بار اصرار کیا تو اللہ کا نام لے کر مسلمانوں نے ان کو اٹھا کر باغ کی دیوار پر چڑھا دیا۔ دیوار پر کھڑے ہو کر انہوں نے دیکھا کہ دشمن کی بہت بڑی مسلح فوج باغ میں بیٹھی ہے۔ پہلے تو وہ کچھ گھبرائے۔ پھر دروازے کے قریب سے باغ میں کود پڑے۔ انہیں دیکھتے ہی مسیلمہ کے فوجی ان کے طرف دوڑے' لیکن وہ لڑتے لڑتے اور گرتے پڑتے دروازہ تک پہنچ گئے اور نہایت تیزی کے ساتھ دروازہ کھول دیا۔ بس پھر کیا تھا؟ دروازے کا کھلنا تھا کہ مسلمان باغ کے اندر گھس آئے اور شدید جنگ شروع ہوگئی اور کشتوں کے پشتے لگے گئے۔

ایک روایت میں ہے کہ کئی مسلمان فوجی دیوار پھاند کر باغ کے اندر اتر گئے اور سب نے دروازہ کھولنے کی کوشش کی' لیکن سیدنا براء بن مالکؓ چونکہ دروازے کے قریب سے دیوار پھاند کر اندر آئے تھے' اس لیے وہ سب سے پہلے دروازہ کھولنے میں کامیاب ہوئے۔ کچھ لوگ دیوار کے اوپر بھی کھڑے تھے۔ مسیلمہ کی فوج کے آدمی جب دیوار سے اترنے والے مسلمانوں کو مارنے کے لیے دوڑے تو دیوار کے اوپر کھڑے مسلمانوں نے ان پر تیروں کی بارش کر دی اور اس طرح بہت سے آدمی تیروں سے مارے گئے۔ غرض کہ مسلمانوں نے باغ میں داخل ہو کر مسیلمہ کی فوج کو ایسا مارنا شروع کیا کہ اب وہ بھاگ بھی نہیں سکتی تھی کیونکہ باغ کی چار دیواری کی وجہ سے اس کی تمام راہیں بند ہو چکی تھیں۔ اس طرح مسیلمہ کے بے شمار فوجی مارے گئے۔ حوصلہ تو وہ پہلے ہی ہار چکے تھے اور اب صرف اپنی دفاعی پوزیشن میں تھے اور مسلمان جارحانہ پوزیشن میں۔

باغ میں صرف مسیلمہ کے سپاہی قتل نہ ہوئے مسلمانوں کے بھی بہت سے سپاہی شہید ہوئے۔ واقعہ یہ ہے کہ جس طرح بنو حنیفہ نے میدان جنگ میں بہادری اور جرات کا ثبوت دیا تھا اسی طرح باغ کے اندر کی محدود مقام کی لڑائی میں بھی انہوں نے

نہایت دلیری اور شجاعت سے مسلمانوں کا مقابلہ کیا اور انتہائی جرات اور دلیری سے ان کا سامنا کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں طرف کے بہت سے آدمی چار دیواری کے اندر لقمہ اجل بنے اور خود مسیلمہ بھی قتل ہوا' لیکن بنو حنیفہ کے مقتولین کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ مسلمانوں کی تعداد اگرچہ اس کے مقابلہ میں کم تھی' لیکن اور جنگوں کے مقابلہ میں اس جنگ میں بہت سے مسلمان جانباز اور جلیل القدر صحابہ کرامؓ جو حفاظ اور قراء تھے جو مرتبہ شہادت سے فائز ہوئے۔

مسیلمہ قتل ہو گیا۔ اس کو حضرت وحشیؓ نے اسی نیزہ سے قتل کیا جس سے اس نے سیدنا حمزہؓ کو جنگ احد میں شہید کیا تھا۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ مسیلمہ کو سیدنا معاویہ بن ابی سفیانؓ نے قتل کیا تھا۔ اس کے قتل کی خبر نے بنو حنیفہ کے حوصلے مزید پست کر دیے اور مسلمانوں نے مسیلمہ کی فوجوں کے گرد گھیرا ڈال کر قتل کرنا شروع کر دیا۔ اب تک مسلمانوں نے جتنی جنگیں لڑی تھیں' سب سے زیادہ قتل و خون اسی جنگ میں ہوا۔ اس باغ میں جگہ جگہ لاشیں بکھری پڑی تھیں اور خون کی ندیاں بہ رہی تھیں۔ جیسا کہ گزشتہ سطور میں بتایا گیا ہے کہ مسیلمہ نے اس باغ کا نام "حدیقۃ الرحمٰن' رکھا تھا لیکن یمامہ کی جنگ کے بعد اس کا نام "حدیقۃ الموت" پڑ گیا۔

بنو حنیفہ بے شمار قتل ہوئے اور کافی تعداد میں بھاگ بھی گئے۔ جہاں جہاں سے راستہ ملا انہوں نے بھاگنے ہی میں اپنی خیریت سمجھی۔ سیدنا خالدؓ اس فتح سے بہت خوش تھے۔ چنانچہ وہ فارغ ہو کر اپنے خیمہ میں گئے اور وہاں سے مجاعہ بن مرارہ کو لے کر آئے جس کو بیڑیوں میں جکڑ کر انہوں نے اپنے خیمہ میں اپنی بیوی لیلیٰ ام تمیم کی نگرانی میں رکھا ہوا تھا۔ اس سے کہا کہ ان مقتولین میں سے مسیلمہ کون ہے؟ جب خالد بن ولیدؓ محکم الیمامہ کی لاش کے قریب سے گزرے تو آپ نے مجاعہ سے پوچھا: "مسیلمہ یہ ہے؟" کیونکہ محکم الیمامہ نہایت وجیہہ اور خوبصورت تھا۔ مجاعہ نے اس کی لاش دیکھ کر کہا: "نہیں' یہ تو محکم الیمامہ ہے جو مسیلمہ سے کہیں بہتر اور شریف تھا۔" پھر وہ ایک ٹھگنے قد کی لاش کے پاس گئے جس کا رنگ زرد پڑ چکا تھا۔ مجاعہ نے اس کی لاش کو دیکھ کر کہا: "یہ ہے مسیلمہ جسے آپ لوگوں نے قتل کیا ہے۔" سیدنا خالدؓ نے فرمایا: "یہ وہی شخص ہے جس نے تم لوگوں کو گمراہ کر کے ایک بہت بڑا فتنہ بپا کر رکھا تھا۔" یہ جنگ ذوالحجہ سنہ 11 ھ میں

Marfat.com

سیدنا ابوبکر کے منصب خلافت پر متمکن ہونے کے 9 ماہ بعد ہوئی۔ طبری کے بیان کے مطابق اس میں بارہ ہزار مسیلمہ کے فوجی قتل ہوئے اور بارہ سو مسلمان مجاہدین شہید ہوئے۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو طبری جلد 2 ص 504-519' ابن اثیر جلد 2 ص 272-280' البدایہ والنہایہ جلد 6 ص 32-326)

مسیلمہ کے قلعوں کا محاصرہ

حدیقۃ الموت کی جنگ مسیلمہ کی موت کے ساتھ ختم ہوگئی۔ اب سیدنا عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ اور سیدنا عبداللہ بن عمرؓ نے سیدنا خالد بن ولیدؓ سے کہا: ''اب جلد از جلد بنو حنیفہ کے بقیہ قلعوں کا محاصرہ کرلیا جائے کیونکہ یہاں سے مسیلمہ کے جو فوجی بھاگ کر گئے ہیں انہوں نے اب قلعوں میں پناہ لے لی ہے۔ پیشتر اس کے کہ وہ کوئی نیا فتنہ برپا کریں ہمیں ان کا قلع قمع کر دینا چاہیے۔ سیدنا خالدؓ نے فرمایا: ''ہمیں ابھی یہیں رہنا چاہیے اور گرد و نواح کے علاقوں میں اپنے فوجیوں کو بھیج کر اس بات کا پتہ لگوانا چاہیے کہ وہ کہیں ادھر ادھر تو نہیں چھپ گئے۔ چنانچہ مختلف دستوں کو مختلف بستیوں اور علاقوں میں بھیجا گیا اور وہ مفرورین اور انہیں پناہ دینے والوں کو پکڑ پکڑ کر سپہ سالار کے پاس لانے لگے۔ جب وہ اس کام سے فارغ ہوگئے تو انہوں نے مسیلمہ کے قلعوں کا رخ کیا اور ان کے محاصرے کا حکم دیا۔ سیدنا خالدؓ کا طریق عمل یہ تھا کہ وہ جنگ سے فارغ ہونے کے بعد اس وقت تک وہاں سے نہیں جاتے تھے جب تک کہ دشمن کی پوری طاقت کو تباہ نہ کر دیتے تھے تا کہ اس کو دوبارہ سر اٹھانے کی جرات اور ہمت نہ ہو سکے۔ جب انہیں اطمینان ہو جاتا کہ اب وہ دشمن کے کس بل نکال چکے ہیں تب ہی وہ اپنی فوج کو نقل مکانی کی اجازت دیتے تھے۔

مجاعہ بن مرارہ اب سیدنا خالد بن ولیدؓ کا ایک قابل اعتماد مشیر بن گیا تھا۔ اس کی وجہ تو یہ تھی کہ اس نے لیلیٰ ام تمیم کو حملہ آوروں سے بچایا تھا جو اس کو قتل کرنا چاہتے تھے۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ اسنے مسیلمہ کے بارے میں کچھ خاص باتیں انہیں بتائی تھیں جن سے مستقبل میں بہت فائدہ ہوا۔ جب مسلمان فوج مسیلمہ کے قلعوں کا محاصرہ کیے ہوئے تھی' مجاعہ نے سیدنا خالدؓ سے کہا کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ نے بنو حنیفہ پر مکمل فتح پالی ہے اور ان کے جھوٹے نبی مسیلمہ کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے' لیکن مسیلمہ کے ساتھ جو

لوگ آئے تھے وہ جلد باز تھے' ورنہ بنو حنیفہ کے بہادروں اور جنگ جو لوگوں کی ایک بہت بڑی تعداد تو ابھی یمامہ کے قلعوں میں موجود ہے اور وہاں انہوں نے بہت سا اسلحہ بھی چھپا رکھا ہے۔ یہ بہت سخت جان لوگ ہیں اور کسی بھی وقت قلعوں سے باہر نکل کر مسلمانوں کو بہت نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ اگر آپ لڑائی سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنا چاہتے ہیں تو کچھ دیر کے لیے مجھے یمامہ میں جانے کی اجازت مرحمت فرمائیں تاکہ میں ان سے مصالحت کی بات چیت کر سکوں۔ اس کی یہ پیش کش حقیقتاً دھوکہ اور فریب تھی۔

سیدنا خالدؓ کی فوج بھی چونکہ مسلسل جنگ سے تنگ آ چکی تھی اور یہ جنگ تو ویسے بھی بڑی خون ریز اور خون چکاں ثابت ہوئی۔ مسلمان فوج کا اس میں اس قدر نقصان ہوا تھا کہ اس سے پہلے کبھی اس قدر نقصان نہیں ہوا تھا۔ اس وجہ سے سیدنا خالدؓ کا بھی یہ خیال تھا کہ فساد کی جڑ مسیلمہ تو قتل ہو چکا ہے اور بنو حنیفہ پر ہم نے فتح پا لی ہے لہٰذا اب اسی پر اکتفا کیا جائے اور جنگ کا سلسلہ مزید آگے نہ بڑھایا جائے۔ اس لیے بہتر یہی ہے کہ مجاعہ کی تجویز مصالحت مان لی جائے۔ چنانچہ مجاعہ کو یمامہ میں جا کر قلعوں میں بیٹھی ہوئی فوجوں کے ساتھ بات چیت کرنے کی اجازت دے دی گئی' لیکن ساتھ ہی اسے یہ بھی کہہ دیا گیا کہ اگر بنو حنیفہ مصالحت کے لیے یہ شرط پیش کریں کہ انہیں غلام نہ بنایا جائے تو یہ شرط ہرگز قبول نہیں کی جائے گی۔

مجاعہ نے چنانچہ سیدنا خالدؓ کو پوری طرح اعتماد میں لیا ہوا تھا' اس لیے وہ سیدنا خالدؓ سے گفتگو کرنے کے بعد شہر میں داخل ہوا تو وہ حیران رہ گیا کہ پورے شہر میں ایک ہو کا عالم طاری تھا۔ جہاں کبھی نوجوانوں کی ٹولیاں بیٹھی رہتی تھیں وہاں سوائے عورتوں اور بوڑھے مردوں کے اور کوئی نہ تھا' اور وہ بھی اپنے گھروں میں سہمے بیٹھے تھے۔ تمام نوجوان قتل ہو چکے تھے یا حدیقۃ الموت سے بھاگ کر دور و نزدیک کی بستیوں میں جہاں سر چھپانے کی جگہ ملی' چھپ کر بیٹھ گئے تھے۔ مجاعہ شہر کی یہ ویرانی دیکھ کر حیران رہ گیا اور پریشان بھی ہوا۔ اس نے عورتوں اور بوڑھے مردوں سے کہا کہ وہ زرہیں پہن کر اور اسلحہ سے مسلح ہو کر قلعہ کی فصیل پر آ جائیں تاکہ مسلمان انہیں دیکھ کر یہ سمجھیں کہ شہر میں مسیلمہ کے سپاہیوں کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ ہم مسلمانوں کو مرعوب کر کے اپنی مرضی کے مطابق ان سے شرائط صلح طے کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

Marfat.com

سب عورتوں اور بوڑھوں نے مجاعہ کی اس بات پر عمل کیا اور زرہیں پہن کر ہاتھ میں نیزے اور تلواریں لے کر شہر کی فصیل پر بیٹھ گئے۔

سیدنا خالدؓ اور مسلمان جب شہر میں داخل ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ شہر کی فصیل پر مسلح سپاہی کھڑے ہیں۔ یہ منظر دیکھ کر وہ حیران رہ گئے اور انہیں یقین ہوگیا کہ مجاعہ نے ٹھیک ہی کہا تھا کہ بنوحنیفہ کی ایک بہت بڑی تعداد ابھی شہر میں موجود ہے۔ مجاعہ نے خالدؓ اور مسلمانوں سے کہا: ''میری قوم کے لوگ آپ کے پیش کردہ شرائط پر صلح کرنے کے لیے تیار نہیں۔ سیدنا خالدؓ اپنی فوج کے مزاج سے واقف تھے کہ وہ اب مزید جنگ کے لیے تیار نہیں' لہٰذا انہوں نے مجاعہ سے کہا کہ ہم آدھا مال و اسباب اور آدھے مزروعہ باغات اور آدھے قیدی چھوڑنے کے لیے تیار ہیں۔ تم اپنی قوم کو سمجھاؤ کہ وہ اپنے آپ کو مزید جنگ میں جھونک کر ہلاک نہ کرے۔ پہلے ہی اس کا بہت جانی اور مالی نقصان ہو چکا ہے۔ وہ گیا اور تھوڑی دیر کے بعد واپس آ کر کہنے لگا کہ یہ لوگ آدھے مال و اسباب پر رضامند نہیں البتہ تین تہائی مال اگر آپ چھوڑ دیں تو اس پر میں انہیں راضی کرلوں گا اور وہ آپ لوگوں سے صلح کرلیں گے۔ سیدنا خالدؓ نے مجاعہ کی شرط مان لی اور فریقین میں صلح نامہ تحریر ہوگیا۔ صلح کے بعد سیدنا خالدؓ اور مسلمان جب شہر میں داخل ہوئے تو پتہ چلا کہ مجاعہ نے ان سے دھوکہ کیا ہے۔ شہر میں ایک بھی جوان مرد نہ تھا۔ صرف بوڑھے مرد' عورتیں اور بچے تھے جن کو زرہیں پہنا کر اور اسلحہ دے کر شہر کی فصیل پر کھڑا کیا گیا تھا۔ اب سیدنا خالدؓ نے مجاعہ سے کہا: ''تم نے مجھ سے دھوکہ اور فریب کیا ہے۔'' مجاعہ نے کہا: ''اگر میں ایسا فریب نہ کرتا تو میری قوم جو پہلے ہی آپ لوگوں کے ہاتھوں تباہ و برباد ہو چکی ہے بالکل ختم ہو جاتی۔ مجھ پر ضروری تھا کہ میں اپنی قوم کو بچاتا اور اس کی صرف یہی ایک صورت تھی جو میں نے اختیار کی اور کامیاب رہی۔ سیدنا خالدؓ کو اگرچہ مجاعہ پر بہت غصہ تھا لیکن انہوں نے دھوکہ کے باوجود صلح نامہ برقرار رکھا اور مجاعہ کو کچھ نہ کہا۔

اس صلح کے بارے میں ایک روایت یہ بھی ہے کہ جب مجاعہ شہر میں مصالحت کے لیے داخل ہوا تو اس کی ملاقات بنوحنیفہ کے ایک شخص مسلمہ بن عمیر سے ہوئی۔ اس نے مجاعہ سے کہا: ''ہمیں تمہاری یہ مصالحت کی تجویز ہرگز منظور نہیں۔ تمہیں پتہ ہونا چاہیے کہ ہم مضبوط قلعوں میں رہتے ہیں اور سامان خورد و نوش وافر مقدار میں ہمارے پاس

موجود ہے۔ سردی کا موسم شروع ہو چکا ہے۔ جب سردی میں شدت پیدا ہو گی تو مسلمان اس کو برداشت نہیں کر سکیں گے اور چند روز میں محاصرہ ختم کر کے واپس جانے پر مجبور ہو جائیں گے۔ مجاعہ مسلمانوں کے حالات سے پوری طرح واقف تھا۔ اس کے علاوہ بھی وہ یہ سمجھ رہا تھا کہ مسلمہ بن عمیر کی بات غلط ہے لہٰذا اس نے جواب دیا: ''تم کسی جنت الحمقاء میں بستے ہو اور کسی غلط فہمی میں مبتلا ہو۔ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں مصالحت کی بات کر کے تم سے دھوکا کر رہا ہوں۔ میں تمہارا خیر خواہ ہوں اور تمہاری قوم میں سے ہوں۔ تمہیں یاد ہے کہ مسیلمہ کے بیٹے شرحبیل نے جنگ شروع ہونے سے قبل اپنے لوگوں سے کہا تھا کہ قبل اس کے کہ تمہاری عورتیں قیدی بنا لی جائیں اور جہاں جی چاہے ان کے نکاح کر دیے جائیں، تم مسلمانوں کو نیست و نابود کر دو۔ میرے سامنے بھی یہی خطرہ ہے جو مسیلمہ کے بیٹے شرحبیل کے سامنے تھا۔ میری یہ خواہش ہے کہ قبل اس کے کہ وہ المناک وقت آئے تم لوگ مسلمانوں سے صلح کر لو۔ میں تمہاری شرائط کے مطابق صلح کرا سکتا ہوں اور کرا بھی رہا ہوں۔ مجاعہ کی باتیں درست تھیں اور اپنی قوم کی خیر خواہی میں تھیں۔ اس وجہ سے لوگوں کی سمجھ میں آ گئیں، لیکن مسلمہ بن عمیر نے ان کو کوئی اہمیت نہ دی اور وہ اپنی بات پر اڑا رہا۔ جب لوگوں نے مصالحت پر آمادگی کا اظہار کر دیا تو مجاعہ نے پھر بات کو آگے بڑھایا اور اس نے نہایت نرم شرائط پر مسلمانوں سے صلح کی۔

ایک اور روایت میں یہ بھی ہے کہ سیدنا خالدؓ ''حدیقۃ الموت'' کے اندر اور باہر بکھری ہوئیں لاشیں دیکھ کر پریشان ہو گئے تھے، اسی لیے انہوں نے مجاعہ کی وساطت سے مصالحت کی کوشش کی۔ یہ روایت ہر لحاظ سے غلط ہے۔ تاریخ کے کچھ راوی ایسے ہیں جن کو سیدنا خالدؓ سے کچھ خاص قسم کی عداوت ہے۔ اس روایت میں کچھ اس قسم کے راوی پائے جاتے ہیں۔ اور درایت کے لحاظ سے بھی یہ روایت غلط اور ناقابل فہم ہے۔ حالات کے نشیب و فراز اور واقعات کی کروٹیں بتاتی ہیں کہ سیدنا خالدؓ بالکل پریشان نہیں ہوئے اور انہوں نے کسی لمحے بھی اس قسم کے تاثر کا کوئی اظہار نہیں فرمایا جس سے ان کے طرز عمل یا چہرے بشرے یا ان کی گفتگو سے گھبراہٹ و پریشانی کے آثار ظاہر ہوتے۔ وہ تو کبھی زمانہ جاہلیت میں بھی نہیں گھبرائے تھے۔ اسلام نے تو ان کی شخصیت کو اور زیادہ باوقار بنا دیا تھا۔ جنگ احد میں جب کہ قریش شکست سے دوچار ہوئے اور ان بھاگنے

Marfat.com

والوں میں امیر لشکر ابوسفیان، عکرمہ بن ابی جہل، اور خود خالدؓ بھی تھے، لیکن بھاگتے بھاگتے جب انہوں نے درہ کو خالی دیکھا تو اپنی فوج کو اسی وقت اکٹھا کر کے مسلمانوں کے عقب سے حملہ کر دیا اور مسلمانوں کی فاتح فوج کو سخت پریشانی میں مبتلا کر دیا۔ اسلام لانے کے بعد انہوں نے بڑے بڑے معرکے لڑے۔ ان میں وہ کبھی نہیں گھبرائے۔ اب تو وہ ''سیف من سیوف اللہ'' تھے۔ جنگ موتہ میں دشمنوں کی دو لاکھ تربیت یافتہ فوج کو دیکھ کر وہ نہیں گھبرائے تھے جب کہ ان کی اپنی فوج صرف تین ہزار تھی۔ اگر وہ ہر طرف بکھری لاشوں کو دیکھ کر کسی قسم کی گھبراہٹ کا تاثر لیتے یا انسانی خون کی بہتات ان کے قلب و ذہن پر کوئی ناگوار اثر ڈالتی تو وہ آئندہ فوجوں کی سپہ سالاری سے دست بردار ہو جاتے اور عراق و شام کی مہمات کی فتح کا سہرا ان کے سر نہ بندھتا۔

ایک روایت میں ہے کہ اس صلح نامہ کے بارے میں سیدنا خالدؓ کی فوج کا ایک گروہ اس سمجھوتہ کے خلاف تھا جو انہوں نے مجاعہ بن مرارہ سے کیا تھا جس کی روایت سے بنو حنیفہ کے مرد قتل ہونے سے بچ گئے۔ ان صحابہ کرامؓ کی دلیل یہ تھی کہ سمجھوتہ حنیفہ کی ہدایات کے خلاف ہے۔ ہدایات کا تقاضا ہے کہ بنو حنیفہ کے سارے بالغ مردوں کو قتل کر دیا جائے۔ سیدنا خالدؓ کہتے کہ حالات ایسے ہیں کہ ان ہدایات پر عمل نہیں کیا جا سکتا۔ سمجھوتہ ہو گیا اور صحابہ کرامؓ کو شکایت رہی۔ سیدنا خالدؓ کو اندیشہ تھا کہ صحابہ کرامؓ کی یہ مخالفت سیدنا فاروق اعظمؓ تک ضرور پہنچے گی اور وہ سیدنا ابوبکرؓ کو ضرور بھڑکائیں گے، لہذا انہوں نے سیدنا ابوبکرؓ کو یہ خط لکھا:

> ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، خلیفہ رسول اللہ ابوبکر کی خدمت میں خالد بن ولیدؓ کی طرف سے، بخدا! میں نے بنو حنیفہ سے اس وقت تک صلح نہ کی، جب تک میری فوج کے وہ لوگ قتل نہ ہو گئے جن پر میری قوت کا دار و مدار تھا۔ جب گھوڑے قلت خوراک کے باعث سوکھ کر کانٹا ہو گئے اور اونٹ بھوکوں مر گئے۔ جنگ میں اتنے مسلمان مارے گئے اور اتنے زیادہ زخمی ہوئے کہ اس ڈر سے کہ کہیں وہ شکست نہ کھا جائیں یا سب کے سب قتل نہ کر دیے جائیں۔ میں بھیس بدل کر اور تلوار سونت کر انتہائی خطرات میں گھس پڑتا تھا۔''

انہی دنوں میں سیدنا خالدؓ کے پاس سیدنا ابوبکر صدیقؓ کا ایک خط آیا جس کے

آخر میں یہ الفاظ تھے: ''اگر خدا تم کو بنو حنیفہ پر فتح عطا فرمائے تو ان کے ساتھ نرمی سے قطعاً پیش نہ آنا۔ ان کے زخمیوں کا کام تمام کر دینا' ان میں سے جو بھاگ جائیں ان کا تعاقب کرنا اور جو تمہارے ہاتھ لگیں ان کو تلوار کے گھاٹ آتار دینا یا آگ میں جلا دینا۔''

یہ مراسلہ پاکر وہ صحابہ کرامؓ جو اس سمجھوتہ کے خلاف تھے' نے سیدنا خالدؓ پر زور دیا کہ سمجھوتہ توڑ دیا جائے اور بنو حنیفہ کے قلعوں کا محاصرہ کر کے ان کو بزور شمشیر فتح کیا بجائے' اور ان کے سارے بالغوں کو قتل کر دیا جائے' لیکن سیدنا خالدؓ سمجھوتہ توڑنے کے لیے تیار نہ ہوئے۔ انہوں نے کہا: ''مسلمان فوج اس درجہ کمزور اور ان کے گھوڑے ایسے نڈھال ہیں کہ وہ کوئی عسکری مہم انجام نہیں دے سکتے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو میں ہرگز سمجھوتہ نہ کرتا۔''

بعض روایات میں ہے کہ فتح یمامہ کی خبر جب خالدؓ کے ایلچی مدینہ لائے اور سیدنا ابوبکرؓ نے ان سے جنگ کے حالات کی تفصیل پوچھی۔ انہوں نے بتایا کہ جنگ بے انتہا سخت تھی۔ مسیلمہ کی فوج بھوکے چیتوں کی طرح مسلمانوں پر ٹوٹ پڑی اور تین بار ان کو پسپا کیا۔ خالدؓ کی فوج کی وہ صفیں جن میں بدو عربوں کا تناسب زیادہ تھا' ان کی تلواروں کے سامنے منہ موڑ گئیں۔ اسلام کا جھنڈا سربلند رکھنے کے لیے صحابہ کرامؓ کو بڑی بھاری قیمت دینا پڑی اور وہ بڑی تعداد میں قتل بھی ہوئے اور گھائل بھی۔ ان تفصیلات سے سیدنا ابوبکرؓ اور صحابہ کرامؓ کو بہت دکھ ہوا۔ اور سیدنا ابوبکرؓ نے خالدؓ کو لکھا:

''مسیلمہ کے قتل کی خبر پہنچی۔ فتح یمامہ اور مسلمانوں کی کامیابی کا حال معلوم ہوا۔ مسیلمہ کے خاتمہ کا مطلب ہے اہل یمامہ کی قوت اور دھاک ختم ہو چکی ہے کیونکہ سردار کے بغیر فوج سر کٹے جسم کی طرح ہوتی ہے۔ اب ان کے قلعہ کا محاصرہ کرلو اور جب تک وہ فتح نہ ہو جائے وہاں سے نہ ہٹو۔ اہل یمامہ چاہے کتنا ہی چاہیں کہ تم سے سمجھوتہ کرلیں پر تم ڈٹے رہنا اور جب قلعہ فتح ہو جائے تو ان کے سب مردوں کو مار ڈالنا اور ان کی عورتوں اور بچوں کو غلام بنا لینا اور ان کی ساری زمینوں' سونے' چاندی اور سامان پر قبضہ کر لینا۔''

(ناسخ التواریخ جلد 2' کتاب ثانی 133)

سیدنا خالد بن ولیدؓ اس خط کے پہنچنے سے قبل بنو حنیفہ سے مصالحت کر چکے تھے' لہٰذا اب آپ اسے کس طرح توڑ سکتے تھے۔ چنانچہ آپ نے سیدنا ابوبکرؓ کو ان کے حکم کو بجا

Marfat.com

لانے کی معذوری سے مطلع کر دیا جسے انہوں نے قبول کرلیا۔ صلح کے بعد بنو حنیفہ کے لوگوں نے باہم مشورہ کیا اور وہ مسیلمہ کی اطاعت سے بیزاری کا اظہار کرنے کے لیے سیدنا خالدؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دوبارہ اسلام قبول کرنے کا اقرار کیا۔ پھر سیدنا خالدؓ نے ان کے سربرآوردہ لوگوں کا ایک وفد بارگاہ خلافت میں مدینہ بھیجا۔ سیدنا ابوبکرؓ نے ان سے بات چیت کرنے کے دوران پوچھا: ''تم لوگ مسیلمہ کے جال میں کیسے پھنس گئے؟'' انہوں نے جواب دیا: ''آپ کو تمام معاملات کا علم ہے۔ ہم سے غلطی ہوئی۔ اب چونکہ مسیلمہ کا قصہ ختم ہو چکا ہے' وہ ایک بے وقوف شخص تھا۔ نہ وہ خود کوئی فائدہ حاصل کر سکا اور نہ ہی اپنے رشتہ داروں اور قبیلے کے لوگوں کو کوئی فائدہ پہنچا سکا' بلکہ اس کی وجہ سے ہمیں مالی اور جانی نقصان اٹھانا پڑا۔

یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سیدنا خالدؓ تو جنگی معاملات میں نہایت سخت مزاج واقع ہوئے تھے۔ میدان میں اتر کر تو وہ کسی کی پروا نہیں کرتے تھے وہ مجاعہ کے دھوکہ میں کیسے آ گئے؟ اور بنو حنیفہ کے ہزاروں آدمی قتل کر دینے اور ان پر غلبہ اور فتح حاصل کر لینے کے بعد انہوں نے اس انداز سے صلح کرنے اور انہیں اتنی مراعات دینے کا اعلان کیوں کیا؟ اس سوال کا جواب ایک تو گزشتہ صفحات میں ہم نے دیا ہے کہ مسلمان فوج مسلسل جنگ کی وجہ سے تھک چکی تھی۔ مسیلمہ مارا گیا تھا اور اس کی فوج پر مسلمانوں کو مکمل دسترس حاصل ہو چکی تھی۔ اس وجہ سے سیدنا خالدؓ بنو حنیفہ سے صلح کرنے پر آمادہ ہو گئے اور مجاعہ نے اپنی قوم کی حمایت کرتے ہوئے دھوکہ دہی سے کچھ مراعات حاصل کر لیں' لیکن چونکہ صلح نامہ تحریر ہو چکا تھا اس وجہ سے اس کی خلاف ورزی نہ کی گئی۔ لیکن ایک لحاظ سے یہ اچھا ہی ہوا' اور وہ یہ کہ چند ہی دنوں میں وہ سارے لوگ جن کے ساتھ صلح ہوئی تھی جلد ہی حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ چنانچہ حافظ ابن کثیرؒ کی روایت کے مطابق کہ وہ لوگ جو قتل ہونے سے بچ گئے وہ سب مسلمان ہو گئے۔ (البدایہ والنہایہ جلد 6 ص 325)

جنگ یمامہ میں فریقین کا جانی نقصان

اس جنگ میں دونوں فریقوں کا ان کی توقع سے بڑھ کر نقصان ہوا۔ اس جنگ میں بنو حنیفہ کا جو جانی نقصان ہوا' تاریخی روایت کے مطابق یہ تھا کہ ان کے سات ہزار

Marfat.com

آدمی میدان جنگ میں قتل ہوئے اور اتنے ہی حدیقۃ الموت میں کام آئے۔ اور پھر جنگ ختم ہونے کے بعد اردگرد کی بستیوں میں سیدنا خالدؓ نے بنو حنیفہ کے تعاقب میں اپنے فوجیوں کو بھیجا تو سات ہزار ہی کے لگ بھگ ان کے ہاتھوں قتل ہوئے۔ اس طرح بنو حنیفہ کے اکیس بائیس ہزار آدمی لقمہ اجل بن گئے۔ پھر ان سے مسلمانوں کی صلح کے نتیجہ میں سونا چاندی اور مزروعہ وغیرہ مزروعہ زمینوں کی شکل میں بے شمار مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ لگا۔ اس جنگ کے بعد بنو حنیفہ کے ان تمام لوگوں نے جو زندہ بچ گئے تھے' سیدنا خالدؓ اور سیدنا ابوبکرؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر ارتداد سے خلوص دل سے توبہ کی اور اسلام قبول کرلیا۔

اس جنگ میں مسلمانوں کے کتنے آدمی شہید ہوئے' اس بارے میں ایک بات تو یہ ذہن میں رکھیں کہ اب تک غیر مسلموں سے مسلمانوں کی جتنی جنگیں ہوئیں' ان میں اتنی تعداد میں کسی جنگ میں غیر مسلم قتل نہیں ہوئے جتنی تعداد میں اس جنگ میں ہوئے۔ میدان جنگ میں کشتوں کے پشتے لگ گئے اور مسلمان شہداء کی تعداد اس جنگ میں' اس سے قبل کی تمام جنگوں سے زیادہ تھی یعنی بارہ سو مجاہدین اسلام اس جنگ میں شہید ہوئے جو اس سے قبل کبھی نہیں ہوئے تھے۔ ان میں حفاظ قرآن کی ایک کثیر تعداد بھی شامل تھی۔

شہدائے اسلام کی تعداد مورخین کے اندازہ سے کچھ یوں ہے۔ مہاجرین 370' انصار مع دیگر قبائل 300' حفاظ قرآن اور اکابر صحابہ 370' دیگر حضرات 160۔

حفاظ قرآن کی شہادت اس جنگ میں مسلمانوں کے لیے نہایت تکلیف کا باعث تھی۔ تاہم مستقبل میں یہ اس طرح بہت ہی فائدہ کا باعث ہوئی کہ قرآن حکیم کی جمع وترتیب کا باعث بنی اور قرآن ہمیشہ کے لیے محفوظ ہوگیا۔

اس جنگ میں سیدنا عمر فاروقؓ کے بھائی سیدنا زید بن خطابؓ بھی شہید ہوئے۔ اس جنگ میں اسلامی فوج کی علم برداری کا منصب ان کے سپرد تھا۔ یہ عمر میں سیدنا عمرؓ سے بڑے تھے۔ (استیصاب جلد 1 ص 190) یہ سیدنا عمر سے بہت پہلے مسلمان ہوئے تھے اور مہاجرین کے پہلے قافلے کے ساتھ مدینہ طیبہ ہجرت کر کے آئے تھے۔ مدینہ آ کر قریباً ہر غزوہ میں شرکت فرمائی۔ غایت شجاعت نے زرہ سے بے نیاز کر دیا تھا۔ سیدنا عمرؓ کو ان سے بہت محبت تھی۔ جب یہ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے تو سیدنا عمرؓ نہایت

درجہ محبت کی وجہ سے ان کی شہادت سے نہایت غم زدہ ہوئے۔ انہیں جب کبھی کوئی مصیبت پیش آتی تو فرماتے: ''سب سے بڑا داغ زیدؓ کا تھا اس کو برداشت کیا اور صبر کیا۔'' (مستدرک حاکم جلد 3 ص 227) اکثر فرمایا کرتے تھے: ''باد صبا سے زیدؓ کی خوشبو آتی ہے۔ اس سے ان کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔'' (اسد الغابہ جلد 2 ص 227)

متمم بن نویرہ سے فرمایا تھا کہ اگر میں شاعر ہوتا تو میں بھی اپنے بھائی زیدؓ کا مرثیہ کہتا۔ متمم نے کہا: ''امیر المومنین! اگر آپ کے بھائی کی طرح میرا بھائی شہید ہوتا تو میں کبھی اشکباری نہ کرتا۔'' (طبقات ابن سعد جلد 2 ص 275) فرمایا: ''اس سے بہتر تعزیت کسی نے آج تک نہیں کی۔'' (استیصاب جلد 1 ص 191)

زیدؓ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔ سیدنا عمرؓ کے صاحبزادے عبداللہؓ بھی اس جنگ میں اپنی بہادری کے جوہر دکھا رہے تھے۔ جب عبداللہ بن عمرؓ جنگ سے واپس گھر آئے تو سیدنا عمرؓ نے بیٹے سے فرمایا: ''تمہارے چچا جب شہید ہو گئے تھے تو تمہیں واپس آنے کی کیا ضرورت تھی، تم بھی وہیں شہید ہو جاتے' بلکہ تمہیں تو ان سے پہلے شہید ہونا چاہیے تھا۔'' سیدنا عبداللہ بن عمرؓ نے جواب دیا: ''ابا! دل تو میرا بھی یہی چاہتا تھا' مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے پیچھے ڈال دیا اور انہیں مجھ سے پہلے منصب شہادت سے فائز فرما دیا۔''

(طبری جلد 2 ص 512)

سیدنا خالدؓ کو سیدنا ابو بکر صدیقؓ کی سرزنش

جنگ یمامہ کے صلح نامہ کے بعد سیدنا خالدؓ نے مجاعہ بن مرارہ کو علیحدگی میں بلایا اور اس سے بیٹی کا رشتہ طلب کیا۔ مجاعہ کو پتہ تھا کہ لیلیٰ ام تمیم سے شادی کرنے کے بعد سیدنا ابو بکرؓ نے انہیں مدینہ بلا کر ناراضگی کا اظہار فرمایا تھا' اس لیے اس نے بیٹی کا رشتہ دینے سے معذوری ظاہر کی اور کہا کہ لیلیٰ ام تمیم کی شادی پر بھی آپ زیر عتاب آ گئے تھے۔ اب بھی سیدنا ابو بکرؓ آپ سے باز پرس کریں گے' لیکن سیدنا خالدؓ نے اصرار کیا اور مجاعہ نے ان سے اپنی بیٹی کی شادی کا پیغام قبول کر لیا۔ مگر کہا: ''کچھ دن ٹھہر جائیں تا کہ جنگ کے زخم مندمل ہو جائیں اور ماتم کی صفیں اٹھ جائیں تب شادی کرنا۔ اس کو اندیشہ تھا کہ اگر اس قدر جلد شادی کر دی گئی تو سیدنا ابو بکرؓ اور مسلمان دونوں کو یہ بات ناگوار ہو گی' لیکن خالدؓ نے

Marfat.com

مانے۔ چنانچہ شادی ہوگئی۔ کہتے ہیں کہ مجاعہ کی اس لڑکی کے حسن و جمال کی سارے یمامہ میں دھوم تھی۔ سیدنا خالدؓ کی فوج کے مہاجر اور انصار صحابہ کرامؓ جو اپنے ساتھیوں کی شہادت کی وجہ سے سوگوار بیٹھے تھے اور جن کے کیمپ میں ہزاروں زخمی درد سے کراہ رہے تھے' انہوں نے اس شادی کو ناپسند کیا اور اس کی شکایت خلیفہ رسولؐ سیدنا ابوبکرؓ سے بھی کر دی۔ سیدنا ابوبکرؓ بھی اس خبر سے نہایت آزردہ ہوئے اور خالدؓ کو سرزنش کا ایک خط لکھا:

''مادر خالد کے فرزند! تم بڑے بے صبرے ہو۔ عورتوں سے شادی بیاہ رچاتے ہو حالانکہ تمہارے دروازے پر بارہ سو مسلمانوں کا خون خشک بھی نہیں ہونے پایا۔ پھر مجاعہ نے دھوکہ دے کر صحیح طریق سے تم کو باز رکھا اور اپنی قوم (بنو حنیفہ) کی طرف سے صلح کی حالانکہ اللہ تعالیٰ نے پوری طرح ان کو تمہارے بس میں کر دیا تھا۔'' (طبری جلد 2 ص 519)

یعقوبی نے جو الفاظ نقل کیے ہیں ان میں ہے کہ ''تم عورتوں سے ہم صحبت ہوتے ہو حالانکہ تمہارے خیمہ کی طنابوں کے باہر مسلمانوں کا خون رواں تھا۔

(یعقوبی جلد 2 ص 132)

جب یہ خط سیدنا خالد بن ولیدؓ کو موصول ہوا تو وہ جھلا گئے اور کہا: ''یہ سب عمرؓ کا کیا دھرا ہے۔'' پھر آپ نے اس خط کا مندرجہ ذیل جواب دیا:

''میری جان کی قسم! میں نے اس وقت تک شادی نہیں کی جب تک کہ فتح و کامرانی کی مسرت اور خوشی پوری طرح مجھے حاصل نہ ہوگئی' اور کیمپ سے نکل کر گھر کے ماحول میں منتقل نہ ہوگیا۔ میں نے ایسے شخص سے رشتہ جوڑا ہے جس کے پاس اگر مدینہ سے شادی کا پیغام دینے مجھے آنا پڑتا تو میں پروا نہ کرتا۔ آپ کی یہ شکایت کہ میں نے اپنی فوج کے شہیدوں کا حق ماتم ادا نہیں کیا تو بخدا! ان کی موت سے مجھے بے پایاں صدمہ ہوا اور اگر کسی کا غم زندوں کو بقید حیات رکھ سکتا اور کسی کا ماتم مردوں کو بقید حیات لا سکتا تو میرا غم اور ماتم ضرور یہ اثر دکھاتے۔ آپ یقین فرمائیں' شوق شہادت مجھے ایسے ایسے خطروں میں لے گیا جہاں بچنے کی امید نہ رہی تھی اور موت کا یقین ہوگیا تھا۔ آپ کا یہ فرمانا کہ مجاعہ نے دھوکہ دے کر مجھے صحیح طریق سے باز رکھا' تو عرض یہ ہے کہ

Marfat.com

میں نے اس موقع پر اپنی رائے غلط نہیں سمجھی۔ مجھے غیب کا علم بھی نہ تھا (جو مجاعہ کے دھوکے کو پہلے سے معلوم کر لیتا) اس صلح نامہ سے بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فائدہ پہنچایا۔ ان کو (بنو حنیفہ کی) زمین کا وارث بنایا اور ان کو اہل تقویٰ کے انعام عطا کیے۔"

سیدنا خالدؓ کا یہ خط سیدنا ابو برزہ اسلمیؓ لے کر مدینہ آئے۔ اس خط کو پڑھ کر سیدنا ابوبکرؓ کا غصہ کچھ ٹھنڈا ہوا' لیکن سیدنا فاروق اعظمؓ اور زیادہ مشتعل ہوئے اور سیدنا خالدؓ کے بارے میں کچھ اشتعال انگیز الفاظ کہے۔ سیدنا ابوبرزہ اسلمیؓ سے نہ رہا گیا تو انہوں نے کھڑے ہو کر سیدنا خالدؓ کی حمایت میں ایک زور دار تقریر کی جس سے سیدنا ابوبکرؓ کا غبار خاطر کافی کم ہو گیا۔

جنگ ختم ہو گئی۔ یہ جنگ مرتدین کے خلاف سب سے بڑی جنگ تھی' اس لیے نہایت ہولناک اور خطرناک بھی تھی۔ اس جنگ کی فتح کے بعد مسلمانوں کے لیے کوئی خاص خطرہ نہ رہا۔ چنانچہ جنگ یمامہ سے فارغ ہو کر سیدنا خالد بن ولیدؓ اپنی دونوں بیویوں (مجاعہ کی بیٹی اور لیلیٰ ام تمیم) کے ساتھ یمامہ کی وادی "وبر" میں چلے گئے اور وہاں کچھ روز آرام کیا۔ کچھ عرصہ کے بعد انہیں سیدنا ابوبکرؓ کی طرف سے حکم ملا کہ عراق جا کر ایرانیوں سے نبرد آزما ہوا جائے۔ چنانچہ آپ یہ حکم ملتے ہی پہلے مدینہ طیبہ اور اس کے بعد عراق روانہ ہو گئے۔ جس کا تذکرہ آئندہ صفحات میں آئے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ ارتداد کے سلسلہ میں جس قدر لڑائیاں ہوئیں ان سب میں سیدنا خالدؓ پیش پیش تھے بلکہ ابن جریر طبری نے بالکل صحیح کہا ہے:

ان الفتوح فی اهل الردة کلها کانت لخالد بن ولید

"بے شک ارتداد کے بارے میں جتنی فتوحات ہوئیں وہ خالد بن ولیدؓ ہی کا کارنامہ ہیں۔ (طبری)

سیدنا خالدؓ نے مرتدین کی کمر توڑ کر رکھ دی اور اس طریقہ سے وہ اسلام اور مسلمانوں دونوں کی حفاظت کا باعث بنے۔

============

Marfat.com

سیدنا خالد بن ولیدؓ اور فتح عراق

عراق کی جغرافیائی اور سیاسی صورت حال کچھ یوں تھی کہ عراق میں جو عرب قبائل آباد تھے وہ بنولخم' بنو ایاد' بنوثمر اور بنوشیبان وغیرہ تھے۔ یہ تمام عرب قبائل ایرانی حکومت کی ماتحتی میں تو بے شک تھے لیکن جزیرہ نما عرب سے ان کا نسلی' خونی' لسانی' تمدنی اور تہذیبی تعلق تھا جو انتہائی گہرا اور انتہائی مضبوط تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال سے کچھ عرصہ قبل ہرقل رومی مختلف محاذوں پر ایرانی لشکر کو ذلت آمیز شکست دے چکا تھا۔ ایران کی ان شکستوں کو عراق کے یہ عرب قبائل بھی اپنے لیے باعث رحمت سمجھنے لگے کیونکہ ایرانی حکومت کی کمزوری' ان کے لیے آزادی کا پیغام تھی۔ چنانچہ انہوں نے ایرانی حکومت کی کمزوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنی آزادی کا علم بلند کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ سب علاقے ایک ایک کر کے ایرانی عمل داری سے آزاد ہونا شروع ہو گئے۔ سب سے پہلے یمن نے علم آزادی بلند کیا اور اس کی غلامی سے نکلا۔ اس کے بعد بحرین' خلیج فارس اور خلیج عدن کے علاقوں نے بھی ایران کی غلامی کا طوق اپنی گردن سے اتار پھینکا۔ یہ سارے علاقے اسلامی حکومت کا حصہ بن گئے۔ جو علاقے ایرانی عمل داری سے نکل گئے تھے ایرانیوں نے دوبارہ ان کے حصول کے لیے کوئی کوشش نہ کی۔

مسلمانوں کی طرف سے جو حاکم ان علاقوں پر مقرر کیے گئے تھے ایرانی انہیں ان علاقوں پر حکومت کرتے دیکھتے رہے اور کسی قسم کے ردِ عمل کا اظہار نہ کیا' اور اس وقت وہ کچھ کر بھی نہیں سکتے تھے کیونکہ ان کی اپنی حکومت اندرونی خلفشار اور انتشار کی وجہ سے

Marfat.com

کھوکھلی ہو چکی تھی اور تخت ایران پر قبضہ جمانے کے لیے حکمران آپس میں دست و گریبان تھے۔ چنانچہ چار سال کی قلیل مدت میں یکے بعد دیگرے نو بادشاہ تخت نشین ہوئے اور ہر آنے والے بادشاہ نے پہلے بادشاہ کو انتہائی وحشیانہ اور ذلت آمیز طریقے سے قتل کیا۔ اس کی تفصیل ہم نے اپنی کتاب سیرت عمر بن خطابؓ میں دی ہے۔

ایران میں انتشار کے جو واقعات رونما ہو رہے تھے عراق میں رہنے والے قبائل بھی اس سے پوری طرح واقف تھے۔ نفسیاتی طور پر عربوں کے حق میں ایران کے اس اندرونی انتشار اور بیرونی حملوں کا یہ نتیجہ نکلا کہ ان کے دلوں پر ایران کی حکومت کا جو رعب چھایا ہوا تھا وہ یک قلم ختم ہو گیا اور ایرانی حکومت کی کوئی حیثیت ان کے دلوں میں باقی نہ رہی۔ دوسری طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت نے تمام عربوں کو متحد بھی کیا اور بیدار بھی۔ اس وجہ سے ان کے دلوں میں اب نئے جذبوں اور نئی امنگوں نے کروٹ لی۔ ان کی اکثریت ان امنگوں کو عملی جامہ پہنانے کے لیے اسلامی پرچم تلے جمع ہو گئی۔ کسی قوم کا اتحاد اس کی قوت میں کئی گنا اضافہ کر دیتا ہے۔ اسلام کے پرچم تلے متحد ہونے سے عربوں کی قوت میں بے پناہ اضافہ ہوا اور اب انہوں نے عراق و شام میں رہنے والے عرب قبائل کو اپنے ساتھ ملانے کے لیے تگ و دو شروع کر دی تاکہ ایک بہت بڑا اتحاد قائم کر کے ان دونوں طاقتوں کو جو مدتوں سے ان پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑ رہی تھیں' سبق سکھایا جائے اور اللہ کے کلمہ کو بلند کرنے اور ان کے ملکوں میں اس کی اشاعت کے لیے کوشش کی جائے۔

سیدنا ابو بکرؓ کے عہد خلافت میں بعض ایسے واقعات رونما ہوئے جن سے مجبور ہو کر مسلمانوں کو ایران اور شام پر حملے کرنا پڑے' چنانچہ جن دنوں سیدنا خالد بن ولیدؓ یمامہ میں مرتدین کے خلاف کارروائی کر رہے تھے' انہی دنوں لوگوں پر یہ حقیقت صاف واضح ہو گئی تھی کہ جزیرہ نما عرب پر اب صرف سیدنا ابو بکر صدیقؓ کے احکام کے مطابق ہی تمام امور انجام پائیں گے۔ آئندہ نہ تو کوئی شخص ملک میں فتنہ برپا کر سکے گا اور نہ ہی کسی کو اسلامی اصولوں کے انکار اور ان سے بغاوت و نافرمانی پر آمادہ کرنے کی جرات ہو گی' لیکن خود سیدنا ابو بکرؓ اس خوش فہمی میں مبتلا نہ تھے۔

Marfat.com

عراق پر لشکر کشی کی ابتداء

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد جب عرب میں ارتداد و بغاوت کی آگ بھڑکی تو بحرین میں ایک قبیلہ بنو بکر تھا۔ وہ قبیلہ بھی ارتداد کے اس سیلاب میں بہہ گیا۔ اس قبیلہ کے ایک نہایت معزز شخص مثنیٰ بن حارثہ شیبانیؓ تھے جو اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ اسلام پر ثابت قدم رہے اور دوسرے لوگوں کو بھی ثابت قدم رہنے کی تلقین کرتے رہے۔ اس دوران سیدنا علاء بن حضرمیؓ سیدنا ابوبکرؓ کی طرف سے مرتدین کی سرکوبی کے لیے بحرین بھیجے گئے۔ انہوں نے بحرین پہنچ کر مرتدین کا مقابلہ کرنے کے لیے جہاں مقامی مسلمانوں سے مدد لی وہاں مثنیٰ کو بھی لکھا کہ وہ راستوں کی نگرانی کریں۔ (طبری جلد2 ص 526) مثنیٰ نے اس فرض کو نہایت احسن طریق سے انجام دیا اور آٹھ ہزار مسلمانوں کی ایک جمعیت کو اپنے اردگرد اکٹھا کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ بحرین میں ارتداد کی سرکوبی کی یہ جنگ ختم ہوگئی لیکن مثنیٰ بن حارثہ خاموش نہ رہے۔ انہوں نے اپنے ساتھیوں کی معیت میں خلیج فارس کے ساتھ ساتھ شمال میں عراق کی طرف بڑھنا شروع کیا اور ان عرب قبائل کے ٹھکانوں تک چلے گئے جو دجلہ اور فرات کے علاقے میں سکونت پذیر تھے۔ اس نے ان قبائل کے لوگوں کے ساتھ ایسے اسلوب سے بات کی کہ اس سے متاثر ہو کر وہ ایرانیوں سے تعلقات منقطع کر کے اسلامی حکومت کی حمایت کرنے پر تیار ہوگئے۔

مدینہ طیبہ میں مثنیٰ بن حارثہ شیبانیؓ کی پیش قدمی کے بارے میں اطلاعات مل رہی تھیں لیکن سیدنا ابوبکرؓ کو مثنیٰ بن حارثہؓ کے بارے میں بالکل کوئی معلومات نہ تھیں۔ اب جو ان کے بارے میں اطلاعات پہنچیں تو ان میں تجسس بڑھا اور آپ نے اس کے بارے میں معلومات فراہم کرنے کی کوشش فرمائی۔ آپ کو بتایا گیا کہ مثنیٰ کوئی معمولی آدمی نہیں بلکہ ایک بڑا اور معتبر آدمی ہے جسے اپنے قبیلے میں نہایت اعتماد اور عزت و احترام کے لائق جانا جاتا ہے۔ جب یہ ساری معلومات سیدنا ابوبکرؓ کو فراہم ہوگئیں تو سیدنا ابوبکرؓ نے مسئلہ کے تمام پہلوؤں پر نئے انداز سے سوچنا شروع کر دیا اور اس بات پر غور و فکر کرنا شروع کیا کہ مسلمان فوج کو عرب کی حدود و ثغور سے باہر بھیجنا مناسب رہے گا یا نہیں؟ اور یہ کہ کیا

مثنیٰ شیبانی اتنی طاقت رکھتا ہے کہ وہ عراق کی حدود میں داخل ہو کر مسلمانوں کے لیے ایرانی حکومت کے دروازے پر دستک دے سکے۔

سیدنا ابوبکرؓ ابھی اس بارے میں غور و فکر کر رہی رہے تھے اور مثنیٰ کا حدود اربعہ اور اس کا پلان مختلف ذرائع سے معلوم کرنا چاہتے تھے کہ مثنیٰ بن حارثہ شیبانیؓ خود ان کی خدمت میں مدینہ طیبہ حاضر ہوگئے۔ سیدنا ابوبکرؓ نے اب ان سے مکمل معلومات لے کر تمام امور پر غور و فکر کیا۔ سیدنا مثنیٰؓ کا یہ کہنا تھا کہ اس موقع کو غنیمت جان کر عراق کی طرف جلد از جلد فوجیں بھیجی جائیں۔ سیدنا مثنیٰ کے دلائل' حقائق اور گفتگو کی دلآویزی سے سیدنا صدیق اکبرؓ بہت متاثر ہوئے۔ لیکن ان کی سوچ اور فکر کی ایک معمولی سی غلطی پوری اسلامی ریاست کو خطرے میں ڈال سکتی تھی' لہٰذا انہوں نے ان تمام باتوں پر خود بھی غور کرنا شروع کر دیا جو مثنیٰ نے ان کے سامنے بیان کی تھیں۔ غور و فکر کے بعد بعد سیدنا ابوبکرؓ ذاتی طور پر عراق پر لشکر کشی کے لیے راضی ہوگئے۔ اس میں سب سے بڑی وجہ راضی ہونے کی سیدنا مثنیٰ کی یہ بات تھی جو انہوں نے امیر المومنینؓ سے دوران گفتگو کی کہ "اے خلیفہء رسول! طویل مدت سے جو عرب قبائل ایرانی حکومت اور اس کے جاگیر داروں کے مظالم کی چکی میں پس رہے ہیں' آپ کے اس حملے سے انہیں نجات حاصل ہوگی۔ اگر ان پر یہ احسان کیا جائے تو پوری پوری امید ہے کہ وہ اس کے بدلہ میں اسلام کی دعوت کو دل و جان سے قبول کر لیں گے۔"

ذاتی طور پر تو سیدنا ابوبکرؓ نے سیدنا مثنیٰ کی تجویز سے اتفاق کیا لیکن یہ معاملہ اسٹیٹ کا تھا اور وہ بھی دوسرے ملک میں اسلامی فوجوں کے بھیجنے کا۔ اس میں معمولی سی غلطی بھی اسلام اور مسلمانوں دونوں کو مختلف خطرات سے دو چار کر سکتی تھی' لہٰذا اس لیے مجلس شوریٰ کا اجلاس بلایا گیا۔ اور اس کے سامنے یہ معاملہ رکھا گیا تاکہ وہ اس کے تمام پہلوؤں پر غور و فکر کر کے صحیح صورت حال سے آگاہ کریں۔ اصحاب شوریٰ کو یہ بھی بتایا گیا کہ مثنیٰ بن حارثہؓ تو پہلے ہی اہل فارس سے جنگ جاری رکھے ہوئے ہیں' کوئی نئے حملے کی ضرورت نہیں۔ صرف معاملہ یہ ہے کہ مثنیٰ کو اپنی فوجوں کا امیر بنا کر اسلامی ریاست کی طرف سے ان کو جنگ کا موقع دیا جائے' کیونکہ درحقیقت وہ اسلام ہی کے لیے لڑ رہے ہیں۔ ان کی کوئی ذاتی منفعت تو اس میں مخفی نہیں ہے' اس لیے ان کی امداد اسلام کی امداد

Marfat.com

ہے۔

اصحاب شوریٰ نے یہ تمام باتیں سن کر کہا کہ ظاہری نگاہ میں باتیں تو درست ہیں لیکن ان میں کئی خدشات پوشیدہ ہیں۔ سب سے بڑا خطرہ یہ ہے کہ ایران جیسی سپر پاور سے جنگ کرنا ہمارے لیے ہلاکت کا سبب نہ بن جائے کیونکہ ابھی ابھی جزیرہ نما عرب سے ارتداد و بغاوت کی آگ کو بڑی مشکل سے فرو کیا گیا ہے' لہٰذا اتنی بڑی حکومت سے جنگ کر کے خود اسلامی ریاست ہی کہیں کسی مصیبت میں مبتلا نہ ہو جائے۔ چنانچہ تمام ارباب شوریٰ کی رائے یہ ہوئی کہ خالد بن ولیدؓ کو بلایا جائے اور ان کے سامنے یہ سارا معاملہ رکھا جائے۔ پھر وہ جو مشورہ دیں اس کی روشنی میں کوئی فیصلہ کیا جائے۔

جیسا کہ بتایا گیا ہے کہ سیدنا خالد بنؓ ولیدؓ جنگ یمامہ سے فارغ ہونے کے بعد وہیں اپنی دونوں بیویوں کے ساتھ مقیم ہو گئے تھے اور ابھی تک وہیں تھے' لہٰذا سیدنا ابوبکرؓ نے انہیں پیغام بھیج کر مدینہ بلایا۔ جونہی انہیں پیغام ملا وہ فوری طور پر مدینہ بارگاہ خلافت میں حاضر ہو گئے۔ چنانچہ ارباب شوریٰ نے اب ان کے سامنے اس مسئلہ کو رکھا اور پھر اس مسئلہ کے تمام پہلوؤں پر روشنی ڈالی۔ ارباب شوریٰ کی تفصیل سے بات سن کر کہا کہ مثنیٰ بن حارثہؓ کی تجویز بالکل درست اور صحیح ہے۔ بلا پس و پیش فوری طور پر عراق پر حملہ کر دینا چاہیے۔ اسلام اور مسلمانوں دونوں کی اس میں بہتری ہے۔ سیدنا خالدؓ نے اپنی اس تجویز کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ مثنیٰ نے عراق کی حدود میں ایرانیوں کے خلاف جو کارروائی پہلے سے اپنے طور پر شروع کر رکھی ہے' اگر مثنیٰ اس میں ناکام ہو گئے تو ان کی فوج کو عرب کی طرف آنا پڑے گا اور اس صورت میں ایرانی فوج کے حوصلے بڑھ جائیں گے' اور وہ نہ صرف مثنیٰ کی فوج کو عراق کی حدود سے باہر نکال دیں گے بلکہ وہ بحرین اور اس کے اردگرد کے علاقوں پر دوبارہ قبضہ کرنے کی کوشش کریں گے۔ اس سے اسلامی ریاست کو شدید خطرہ لاحق ہو جائے گا۔ اس متوقع خطرہ سے محفوظ رہنے کی صرف یہ صورت ہے کہ مثنیٰ کا بھرپور ساتھ دیا جائے۔ فوج سے اس کی پوری پوری مدد کی جائے تاکہ ایرانی افواج بجائے اس کے کہ عرب کی طرف قدم بڑھائیں خود ایرانی حدود ہی میں اس کا مقابلہ کر کے اس کے اصل مورچوں سے اسے پیچھے ہٹا دیا جائے' اور ان کو ایسی پوزیشن میں کر دیا جائے کہ عربوں کو اس سے کوئی خطرہ نہ رہے۔

سیدنا خالد بن ولیدؓ کی یہ رائے جنگی نقطۂ نگاہ سے نہایت معقول تھی' لہٰذا سب اصحاب شوریٰ نے اس سے اتفاق کیا اور متفقہ طور پر سیدنا ابوبکرؓ سے کہا کہ انہیں عراق میں مثنیٰ بن حارثہؓ کی قیادت پر کوئی اعتراض نہیں۔ آپ ان کی کمان میں باقاعدہ فوجیں بھیجیں۔ چنانچہ سیدنا ابوبکرؓ نے مثنیٰ بن حارثہؓ کو فوج کا سپہ سالار مقرر کر کے فوجوں کو ان کی امداد کے لیے روانہ کرنا شروع کر دیا۔ چنانچہ اس طریقہ سے ایران و عراق پر مسلمان فوجوں کے حملوں کا آغاز ہوا۔ (طبری جلد 2 ص 526' فتوح البلدان ص 25)

یہاں یہ بات ذہن میں رہے کہ سیدنا مثنیٰ شیبانیؓ نے سیدنا ابوبکرؓ کی خدمت میں خود بھی یہ عرض کی تھی کہ مدینہ کی حکومت کی طرف سے ان کو ان کی قوم کا سردار اور امیر بنا دیا جائے تاکہ وہ اہل ایران سے اور ان کے اطراف و اکناف میں جو دشمن ہیں' ان کے ساتھ جنگ کر سکیں (اصابہ جلد 3 ص 341) اب مجلس شوریٰ نے نہ صرف ان کی قوم کا بلکہ مسلمان فوجوں کا بھی سپہ سالار اور امیر انہیں بنا دیا۔

سیدنا مثنیٰ بن حارثہؓ نہایت قابل جرنیل تھے۔ وہ جنگ کے ہر نشیب و فراز سے واقف تھے اور ایرانیوں کی نفسیات اور ان کی فوجی طاقت سے بھی انہیں پوری آشنائی تھی۔ چنانچہ جب وہ بارگاہ خلافت سے اپنی امارت کا پروانہ لے کر گئے تو انہوں نے اپنی فوج کو یہ حکم دیا کہ وہ فی الحال اس علاقہ کے عرب قبائل سے رابطہ رکھیں اور انہیں اسلام کی دعوت دیں' اسے قبول کرنے پر آمادہ کریں اور عراق میں پیش قدمی کو ابھی معرض التواء میں ڈال دیں اور مدینہ سے اسلامی فوج کی امداد کا انتظار کریں۔ اس طرح انہوں نے وقتی طور پر عراق میں اپنی پیش قدمی کو روک دیا۔

سیدنا مثنیٰ بن حارثہ شیبانیؓ کے جانے کے بعد سیدنا ابوبکرؓ کو یہ خیال آیا کہ عراق کی مہم بہت اہم ہے کیونکہ یہ ایک بہت بڑی طاقت سے ٹکر لینا ہے۔ یہ اکیلے مثنیٰ کے بس کی بات نہیں ہو گی۔ لہٰذا انہوں نے سیدنا خالد بن ولیدؓ کو جو یمامہ کی جنگ سے فارغ ہو کر مدینہ میں مقیم تھے' حکم دیا کہ وہ دس ہزار کا لشکر لے کر عراق کا رخ کریں۔ دوسری طرف آپ نے مثنیٰ بن حارثہؓ اور مذعور بن عدی کو جنہیں سیدنا ابوبکرؓ نے ان کی قوم پر ان کی درخواست کے مطابق امیر بنا دیا تھا' ہدایات بھیجیں کہ وہ خالدؓ کے ساتھ پورے طور پر ان کے مطیع و فرماں بردار ہو کر رہیں۔ ان کے علاوہ سیدنا عیاض بن غنمؓ کے نام فرمان جاری

Marfat.com

فرمایا جو اس وقت نباج اور حجاز کے درمیان کسی مقام پر تھے کہ سیدنا خالدؓ کے پاس فوری پہنچیں اور ان کی قیادت میں کام کریں۔

خالدؓ کو عراق روانہ کرنے سے قبل سیدنا ابوبکرؓ نے انہیں کچھ ہدایات دیں جن کا حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی تاریخ میں تذکرہ فرمایا ہے۔ وہ ہدایات ایسی ہیں جن سے خلیفہ رسولؐ سیدنا ابوبکرؓ کے سیاسی تدبر، فوجی مہارت اور بیدار مغزی کا پتا چلتا ہے۔ آپ نے سیدنا خالدؓ کو روانہ کرتے ہوئے فرمایا:

1- "عراق کی روانگی ان کی بلند زمینوں کی طرف سے کریں۔ طبری نے لکھا ہے کہ آپ نے خالدؓ کو کہا کہ وہ عراق میں نشیبی علاقہ سے کوچ کریں اور سیدنا عیاضؓ کو لکھا کہ بالائی زمینوں کی طرف سے عراق میں داخل ہوں۔ مقصد آپ کا یہ تھا کہ فوجیں مختلف راستوں سے جائیں تاکہ اس کا مقامی آبادی پر رعب پڑے۔

2- عراق کی سرزمین میں جب پہنچیں تو لوگوں کی دل جوئی کریں اور انہیں دین اسلام کی دعوت دیں۔ اگر وہ قبول کر لیں تو ٹھیک' ورنہ ان سے جزیہ طلب کریں اور اگر وہ جزیہ پر بھی راضی نہ ہوں تو پھر ان سے جنگ کریں۔ جاتے ہی ان سے جنگ شروع نہ کر دیں کیونکہ یہ اسلام کے منشاء کے خلاف ہے۔

3- جو شخص ان کی فوج میں جانے کے لیے تیار نہ ہو اس پر جبر نہ کریں۔

4- جو لوگ مرتد ہو کر دوبارہ مسلمان ہو گئے ہیں ان سے کسی قسم کی کوئی مدد طلب نہ کریں۔

5- ان کے علاوہ جو دوسرے مسلمان ہیں ان کو اپنے ساتھ لے جائیں۔

(البدایہ والنہایہ جلد 6 ص 342)

یہ ہدایات بارگاہِ خلافت سے لے کر سیدنا خالدؓ مدینہ سے روانہ ہو گئے۔ یہاں ایک اور بات کی وضاحت کر دینا ضروری ہے کہ جس طرح مثنیٰ بن حارثہؓ جیسا شخص ایسے ہی بارگاہِ خلافت کو اتفاقاً مل گیا تھا اسی طرح ایک اور شخص مذعور بن عدی بھی سیدنا ابوبکرؓ کو دستیاب ہو گیا۔ یہ شخص بنو عجل قبیلے سے تھا۔ وہ بھی ایرانیوں سے لڑنے کے لیے سیدنا مثنیٰ بن حارثہ کے زمانہ میں نکلا تھا۔ اس نے سیدنا ابوبکرؓ کو ایک خط لکھا تھا:

Marfat.com

''میرا تعلق بنو عجل سے ہے جو بڑے شہ سوار اور جنگ جو ہیں۔ میرے خاندان کے بہادر میرے ساتھ ہیں۔ ان کا ہر جوان دوسرے سو جوانوں پر بھاری ہے۔ میں خود بھی مرد میدان ہوں اور ایرانی علاقہ سے بخوبی آشنا ہوں۔ میں نے وہاں فتوحات بھی کی ہیں۔ مجھے سواد (عراق کا سرسبز مزروعہ علاقہ) کا والی بنا دیجئے۔ میں انشاء اللہ آپ کی طرف سے اس کو فتح کر لوں گا۔''

(فتوح الشام ازدی ص 52)

سیدنا ابوبکرؓ کو جب مذعور بن عدی کا خط ملا تو آپ نے اس کا درج ذیل جواب دیا:

''تمہارا خط موصول ہوا۔ حالات معلوم ہوئے۔ تم ویسے ہی ہو جیسا تم نے اپنے بارے میں لکھا ہے۔ اور تمہارا خاندان بھی بہت اچھا ہے۔ میری رائے میں تم خالد بن ولیدؓ سے جا ملو اور جب تک وہ عراق میں رہیں ان کے ساتھ عراق میں رہو اور جب وہ کسی دوسرے محاذ پر جائیں تو تم بھی ان کے ہمراہ چلے جانا۔''

(فتوح الشام ص 53)

اس کے ساتھ ہی آپ نے ایک خط سیدنا مثنیٰ بن حارثہؓ کو لکھا:

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔۔۔ واضح ہو کہ تمہارے ہم قوم (مذعور) عجلی نے مجھے خط لکھا ہے جس میں کچھ درخواستیں کی گئیں ہیں۔ میں نے ان کو لکھ دیا ہے کہ میرے اگلے حکم تک خالد بن ولیدؓ کی فوج میں رہیں۔ میں تم کو بھی تاکید کرتا ہوں کہ جب تک خالدؓ عراق میں رہیں تم نے کہیں اور نہیں جانا' اور جب وہ دوسرے محاذ پر چلے جائیں تو تم حسب سابق اپنے عہدہ پر بحال ہو جاؤ گے۔ تم ہر ترقی کے اہل اور ہر عنایت کے مستحق ہو۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ

(فتوح الشام ازدی ص 53)

============

Marfat.com

عراق کی فتح

بارگاہِ خلافت سے عراق کی سپہ سالاری کا حکم نامہ پا کر سیدنا خالدؓ نے اپنے لشکر کا جائزہ لیا تو پتہ چلا کہ اس کی تعداد صرف دو ہزار ہے۔ یہ دو ہزار سپاہی ان کے پاس پہلے سے موجود تھے' لیکن یہ عراق کی مہم کے لیے کم تھے۔ اب آپ نے قبائل مضر اور ربیعہ سے آٹھ ہزار نئے افراد فوج کے لیے بھرتی کیے جن کی وجہ سے ان کے لشکر کی تعداد دس ہزار ہوگئی۔ ان دس ہزار سپاہیوں کو لے کر آپ عراق کی طرف روانہ ہوئے۔ سیدنا خالدؓ سے پہلے سیدنا مثنیٰ بن حارثہؓ کے پاس آٹھ ہزار افراد پر مشتمل فوج تھی۔ اب اسلامی فوج کی تعداد اٹھارہ ہزار ہوگئی۔ سیدنا ابوبکرؓ نے سیدنا خالدؓ سے فرمایا تھا کہ جنگ کی ابتداء ''اُبلہ'' سے کریں۔ ابلہ دجلہ کے کنارے خلیج فارس کے کونہ میں بصرہ کے قریب واقع ہے۔ ہندوستان اور سندھ جانے والے عرب تجارتی قافلے سب سے پہلے ابلہ ہی میں وارد ہوتے تھے۔ اس وجہ سے اس شہر کی ایک خاص اہمیت تھی۔ یہاں سے جنگ کی ابتداء کرنے میں ایک مصلحت سیدنا ابوبکر صدیقؓ کی نگاہ میں یہ بھی تھی کہ ابلہ میں شاہ ایران کا تمام سامان حرب جمع تھا اور اس کی حیثیت ایک فوجی چھاؤنی کی تھی۔ دوسرے آب و ہوا اور تجارتی لحاظ سے بھی یہ بہت عمدہ جگہ سمجھی جاتی تھی۔ امام لغت اصمعی کا یہ قول یاقوت حموی نے نقل کیا ہے کہ دنیا میں تین جنتیں ہیں: غوطہ دمشق' نہر بلخ اور اُبلہ۔ (معجم البلدان جلد 1 ص 97)

علاوہ ازیں یہ ایک بندرگاہ بھی تھی جس کے ذریعہ سے ہندوستان اور سندھ کے تجارتی تعلقات قائم تھے اور ان ملکوں کا آپس میں اس راستہ سے مال کا تبادلہ ہوتا

Marfat.com

تھا۔ اس وجہ سے سیدنا ابوبکرؓ نے اس کو ''فرج الہند'' کہا تھا اور اس شہر سے عراق کی جنگ کی ابتداء کا حکم دیا تھا۔

جنگ ذات السلاسل اور سیدنا خالدؓ

قریباً تمام مورخین اس بات پر متفق ہیں کہ عراق میں سب سے پہلی جنگ جو ایرانیوں اور مسلمانوں کے درمیان لڑی گئی وہ جنگ حفیر یا جنگ ذات السلاسل ہے۔ حفیر خلیج فارس کے قریب اور کاظمہ کی سرحد پر واقع ایک مقام ہے۔ مدینہ سے بصرہ تک اگر ایک خط مستقیم کھینچا جائے تو حفیر اسی خط پر بصرہ سے پہلے واقع ہے۔ یہاں کا حاکم ''ہرمز'' تھا جو سلطنت ایران کی طرف سے یہاں کا گورنر تھا۔ وہ حسب ونسب اور شرف و مرتبہ کے لحاظ سے ایرانی امراء سے بڑا تھا۔ ایران کے لوگوں کا یہ دستور تھا کہ ان کے ہاں ہر شخص کے مرتبہ اور منصب کے لحاظ سے اس کی ٹوپی قیمتی ہوتی تھی۔ اس زمانہ میں سب سے زیادہ قیمتی ٹوپی ایک لاکھ کی ہوتی تھی۔ یہ اس کے لیے ایک بہت بڑا اعزاز تھا۔ اگرچہ ہرمز ایرانیوں کے ہاں انتہائی احترام سے دیکھا جاتا تھا لیکن ادھر عرب اسے نہایت نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ وجہ اس کی یہ تھی کہ اس کے زیر حکومت جو عرب قبائل رہتے تھے' ہرمز کا سلوک ان کے ساتھ نہایت برا تھا۔ وہ ان پر بہت ظلم ڈھاتا تھا۔ عرب اس کی خباثت اور ستم گری کا ذکر ضرب المثل کے طور پر کرتے تھے کہ فلاں شخص ہرمز سے بھی زیادہ خبیث اور بدطینت ہے۔ ہرمز کے اسی ظلم وستم اور خباثت نفس کی وجہ سے جزیرہ عرب میں رہنے والوں کو پتہ چلتا کہ ہرمزان کے بھائی بندوں کو اپنے ظلم و ستم کا نشانہ بنا رہا ہے تو وہ موقع پا کر ہرمز کے علاقون میں گھس کر غارت گری کرتے' شب خوب مارتے' لوٹ مار کرتے اور بسا اوقات کسی کو جان سے بھی مار ڈالتے۔ ہرمز اس قسم کے حملوں سے سخت پریشان تھا۔ وہ ان لوگوں کے ساتھ خشکی میں اور اہل ہند کے ساتھ سمندر میں جنگ و جدل میں مصروف رہتا تھا' اس وجہ سے حکومت ایران ہرمز کا بڑا احترام کرتی تھی اور اسے وہ اپنے ملک کے ناکوں کا پاسبان اور محافظ تصور کرتی تھی۔

جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے سیدنا خالد بن ولیدؓ مدینہ سے دس ہزار کے لشکر کے

Marfat.com

ساتھ روانہ ہوئے تھے۔ وہ عراق کی سرحد پر پہنچے تو دیکھا کہ سیدنا مثنیٰ بن حارثہؓ آٹھ ہزار فوج کے ساتھ ان کے استقبال کے لیے موجود تھے۔ اب کل فوج کی تعداد اٹھارہ ہزار تھی۔ سیدنا خالدؓ نے آتے ہی فوج کو تین حصوں میں تقسیم کیا اور تینوں حصوں کو حکم دیا کہ وہ مختلف راستوں سے حفیر پہنچ جائیں۔ ایک حصہ کے سالار سیدنا مثنیٰ بن حارثہؓ تھے' دوسرے کے سیدنا عدی بن حاتمؓ اور تیسرا حصہ سیدنا خالدؓ نے اپنی ماتحتی میں رکھا۔ یہ تینوں لشکر دو اور تین دن کے وقفے سے روانہ ہوئے۔ سب سے آخر میں سیدنا خالدؓ کی روانگی ہوئی' لیکن روانگی سے قبل سیدنا خالدؓ نے ہرمز کے نام ایک خط بھیجا' جس کا مضمون یہ تھا:

''اے ہرمز! تو اسلام لے آ' امن میں رہے گا۔ اگر اسلام قبول کرنے سے انکار کیا تو ذمی کی حیثیت سے تم اور تمہاری قوم جزیہ ادا کرے۔ اگر یہ بات بھی منظور نہیں تو بعد میں ندامت اور اپنے آپ کو ملامت کرنے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا کیونکہ میں تیرے پاس ان لوگوں کو لے کر آیا ہوں جو موت کو ایسا محبوب رکھتے ہیں جیسے تم لوگ زندگی کو محبوب رکھتے ہو۔'' (فقد جئتک بقوم یحبون الموت کما تحبون الحیاۃ)' (طبری جلد 2 ص 554' البدایہ والنہایہ جلد 6 ص 344)

جونہی ہرمز کو سیدنا خالدؓ کا خط موصول ہوا اور اس کے ساتھ ہی مسلمان فوجوں کی نقل و حرکت کی اطلاعات بھی ملنی شروع ہو گئیں۔ اس نے فوری طور پر شہنشاہ ایران اردشیر سے رابطہ قائم کیا اور تمام حالات سے اس کو آگاہ کیا۔ پھر وہ اپنا ایک لشکر جرار لے کر خالدؓ کے مقابلہ کے لیے چل پڑا۔ راستہ میں اسے پتہ چلا کہ خالدؓ نے اپنی افواج کو ''حفیر'' کے مقام پر جمع ہونے کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ وہ حفیر کی طرف چل پڑا اور پوری تیزی کے ساتھ سفر کرتے ہوئے سیدنا خالدؓ سے پہلے حفیر پہنچ گیا اور جاتے ہی پانی کے ایک گھاٹ پر پڑاؤ ڈال دیا۔ سیدنا خالدؓ جب اپنی افواج کے ساتھ حفیر پہنچے تو انہیں پڑاؤ کے لیے وہ جگہ ملی جہاں پانی نہ تھا۔ آپ کے فوجیوں نے اس سلسلہ میں کچھ کہا تو سیدنا خالدؓ نے فرمایا:

''ساتھیو! فکر مند ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ یہیں قیام کرو اور دشمن کے ساتھ جرات و ہمت اور بے جگری سے پنجہ آزمائی کرو۔ پانی پر انشاء اللہ بالآخر اسی قوم

Marfat.com

کا قبضہ ہوگا جو لڑائی میں مستقل مزاجی اور صبر و ہمت کا مظاہرہ کرے گی کیونکہ کامیابی اس کی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی فریاد سن لی اور تھوڑی دیر کے بعد بارش ہوگئی جس سے پانی ہی پانی ہوگیا۔ (طبری جلد 2 ص 555' البدایہ والنہایہ جلد 6 ص 347)

دونوں فریقوں نے میدان جنگ میں صف بندی کی۔ ہرمز نے صف بندی اس طرح کی کہ اس کے ہمنہ اور میسرہ پر ایران کے شاہی خاندان کے دو ممتاز جرنیل قباذ اور انوشجان متعین کیے گئے اور تمام مردان کارزار نے اپنے آپ کو ایک دوسرے کے ساتھ زنجیروں میں جکڑ لیا تا کہ وہ بھاگ نہ سکیں۔ اس وجہ سے اس جنگ کا نام ''جنگ ذات السلاسل'' ہے۔ لڑائی شروع ہونے سے قبل ہرمز اپنی صفوں سے باہر نکلا اور اس زمانہ کی لڑائی کے رواج کے مطابق اس نے سیدنا خالدؓ کو دعوت مبارزت دی۔ وہ سیدنا خالدؓ کی شجاعت اور بہادری سے بخوبی آگاہ تھا اور سمجھتا تھا کہ اگر خالدؓ کو قتل کر دیا گیا تو مسلمانوں کی ساری فوج کے حوصلے پست ہو جائیں گے اور ایرانیوں کو فتح حاصل ہو جائے گی' لیکن وہ یہ بھی سمجھتا تھا کہ سیدنا خالدؓ کو قتل کرنا کوئی آسان کام نہیں' اس لیے اس نے از راہ فریب پہلے سے اپنے چند سواروں کو تیار کر رکھا تھا کہ جب خالدؓ اکیلے ہرمز سے مصروف جنگ ہوں تو وہ خالدؓ پر حملہ کر کے انہیں قتل کر دیں۔ چنانچہ ہرمز نے جب خالدؓ کو دعوت مبارزت دی تو وہ فوری طور پر گھوڑے سے اتر کر پیدل ہی اس کا مقابلہ کرنے کے لیے چل پڑے۔ جونہی خالدؓ قریب پہنچے تو انہوں نے تلوار کھینچی اور اس پر حملہ کیا۔ اسی اثناء میں ہرمز کے مقرر کردہ آدمی بھی سامنے آ گئے تا کہ خالدؓ پر حملہ کر کے انہیں موت کے گھاٹ اتار دیں' لیکن سیدنا قعقاع بن عمروؓ فوری طور پر اسلامی فوج کی صفت سے نکل کر اس زور اور تیزی کے ساتھ اس ایرانی شہ سوار پر جھپٹے جیسے بھوکا باز چڑیوں پر جھپٹتا ہے۔ اتنے میں سیدنا خالدؓ نے پہلو بچا کر ہرمز پر ایسی کاری ضرب لگائی کہ وہ جانبر نہ ہوسکا۔ اب ہرمز تو قتل ہو چکا تھا جس سے ایرانی فوج کے حوصلے پست اور ہمتیں ٹوٹ گئیں۔ اب مسلمانوں نے یک بارگی ایرانیوں پر حملہ کر دیا۔ ایرانی جلد ہی میدان چھوڑ کر بھاگے۔ اس وقت رات پڑ چکی تھی اور چاروں طرف اندھیرا چھا گیا تھا' لیکن مسلمانوں نے رات کی تاریکی میں دشمن کا تعاقب جاری رکھا اور دریائے فرات

Marfat.com

کے بڑے پل جس کو ''جسرِ اعظم'' کہا جاتا تھا اور جہاں اب بصرہ آباد ہے' وہاں تک دشمن کا قتل جاری رکھا۔ شاہی خاندان کے دونوں بڑے جرنیل قباذ اور انوشجان بھی بھاگنے والوں میں سے تھے جن کے سپرد ہرمز نے اپنی فوج کا میمنہ اور میسرہ کیا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ایرانیوں کی بہت بڑی تعداد مسلمانوں کی تلواروں کا لقمہ بن گئی۔ بہت سا مال غنیمت اس جنگ میں حاصل ہوا جس میں ایک ہاتھی اور ہرمز کی بیش قیمت ٹوپی بھی تھی۔ سیدنا خالدؓ نے سیدنا معقل بن مقرن مزنیؓ کو تو ابلہ پہنچنے اور سیدنا مثنیٰ بن حارثہؓ کو ایرانیوں کا تعاقب کرنے کا حکم دیا۔ سیدنا خالدؓ نے مال غنیمت کا پانچواں حصہ (خمس)' ایرانی سپہ سالار کی ٹوپی اور ایک ہاتھی جسے مسلمانوں نے جنگ کے دوران پکڑا تھا' بھی دربار خلافت میں مدینہ منورہ بھیجا۔ اہل مدینہ ہاتھی کو دیکھ کر بہت حیران ہوئے کیونکہ انہوں نے اس سے قبل کبھی ہاتھی نہیں دیکھا تھا۔ صرف ابرہہ کے ہاتھیوں کے بارہ میں بزرگوں سے سنا تھا۔ چنانچہ اس ہاتھی کو مدینہ کی گلیوں اور شاہراہوں پر گھمایا گیا۔ مدینہ کے بوڑھے' بچے اور عورتیں اس کو دیکھ دیکھ کر خوش بھی ہوتے اور حیران بھی' لیکن یہ جانور چونکہ شاہی تزک و احتشام کی علامت سمجھا جاتا تھا اس لیے سیدنا ابوبکرؓ نے اس کو مدینہ میں رکھنا پسند نہ فرمایا اور زر بن کلیب جو اسے لائے تھے' انہی کے ہاتھ اسے واپس بھیج دیا۔

(طبری جلد 2 ص 556' ابن اثیر جلد 2 ص 262' البدایہ والنہایہ جلد 6 ص 344)

بیرون عرب مسلمانوں کی یہ سب سے پہلی جنگ تھی اور پہلی ہی فتح تھی۔ یہ جنگ دشمن کی سرزمین پر لڑی گئی۔ اس میں دونوں فریقوں کو اپنی اپنی طاقت کا پتہ چل گیا۔ ایرانی حکومت اور اس کی فوج کا دنیا میں بہت شہرہ تھا لیکن دنیا نے دیکھ لیا کہ وہ مسلمانوں کے لشکر کے مقابلہ میں جلد ہی شکست کھا کر بھاگ اٹھی۔ ہرمز کو اس فوج کا نہایت تجربہ کار جرنیل تصور کیا جاتا تھا لیکن وہ اللہ کی تلوار سیدنا خالد بن ولیدؓ کے پہلے ہی حملہ میں جان سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ایرانی فوج کے دلوں پر مسلمانوں کا رعب بیٹھ گیا' اور نہ صرف ایرانیوں کو بلکہ پوری دنیا کو پتہ چل گیا کہ مسلمان کتنی طاقت میں ہیں اور ایرانیوں کی طاقت کس قدر ہے۔ اس جنگ کے بعد مسلمانوں کے دلوں میں ایک نئے ولولے اور نئے جوش نے کروٹ لی اور ان میں نیا عزم اور نیا جذبہ پیدا

Marfat.com

ہوا جس نے مستقبل کی جنگوں میں بہت اہم کردار ادا کیا۔

اُبلہ کب فتح ہوا؟

گزشتہ سطور میں ابلہ کا ذکر ہوا ہے کہ سب سے پہلے اس پر حملہ کرنا تھا' لیکن ہمارے مورخین میں یہ اختلاف ہے کہ وہ کب فتح ہوا؟ بعض حضرات کا یہ خیال ہے کہ وہ خلافت صدیقی میں فتح ہوا اور بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ خلافت فاروقی میں فتح ہوا۔ ایک روایت یہ ہے کہ اُبلہ پہلے تو سیدنا ابوبکرؓ کے عہد خلافت میں فتح ہوا تھا' لیکن بعد میں ایرانی فوجوں نے دوبارہ اس پر قبضہ کرلیا تھا۔ پھر سیدنا فاروق اعظمؓ کے عہد خلافت میں مسلمانوں نے دوبارہ اس پر قبضہ کیا اور پھر یہ قبضہ آخر تک رہا۔ ابلہ کے بارے میں اس اختلاف کا ذکر طبری اور ابن اثیر دونوں میں ہے۔ البتہ اس بات پر تمام مورخین کا اتفاق ہے کہ سرزمین عراق میں پہلی جنگ ''حفیر'' کے مقام پر لڑی گئی تھی' لیکن بلاذری اور ازدی نے لکھا ہے کہ جب سیدنا خالد بن ولیدؓ بصرہ پہنچے تو سوید بن قطبیہ ذہلی نے ان سے مل کر کہا کہ ابلہ کے لوگ میرا مقابلہ کرنے کے لیے اکٹھے ہو رہے ہیں۔ (ابلہ بصرہ سے ایک روز کی مسافت پر تھا) اور میری رائے میں وہ اس وقت اپنے اس ارادہ سے باز نہیں آئیں گے جب تک آپ میری مدد نہ کریں اور اس طرح میں اسے شکست نہ دے لوں۔ سیدنا خالدؓ نے انہیں ایک ترکیب بتائی کہ میں دن کے وقت بصرہ سے چلا جاؤں گا لیکن رات کو واپس آ کر تمہارے لشکر میں مل جاؤں گا۔ اب اگر صبح کے وقت اہل ابلہ نے حملہ کیا تو ہم ان سے جنگ کریں گے۔ یہ ترکیب اس لیے سوچی گئی کہ اہل ابلہ اس قدر بہادر اور شجاع تھے کہ اکیلے سوید ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ پھر ان کی تعداد بھی سوید کے لشکر سے زیادہ تھی۔ خالدؓ یہ تاثر دینا چاہتے تھے کہ خالدؓ سوید کو چھوڑ کر مثنیٰؓ بن حارثہ شیبانیؓ کے پاس چلے گئے ہیں اور فوج بھی اس کے پاس کم ہے لہٰذا انہوں نے سوید کے لشکر پر حملہ کی تیاری شروع کر دی۔ رات ہی کو خالدؓ سوید کے لشکر میں آ شامل ہوئے۔ اس جنگی چال کا اہل ابلہ کو پتہ نہ چلا۔ اب اہل ابلہ نے موقع کو غنیمت جانتے ہوئے سوید کی فوج پر حملہ کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سوید اور خالدؓ دونوں کی مشترکہ فوج اہل ابلہ پر ٹوٹ پڑی۔ اہل ابلہ شکست کھا گئے۔ ان میں کچھ

Marfat.com

مارے گئے اور کچھ بھاگ گئے۔ بھاگنے والوں میں سے بھی اکثریت دریا میں ڈوب کر موت کے گھاٹ اتر گئی۔ سیدنا خالدؓ نے سوید سے فرمایا: ''ہم نے تمہارے نواح کے ایرانیوں کا وہ بھرکس نکالا ہے کہ اب وہ کبھی بھی سر نہیں اٹھا سکیں گے۔''

(فتوح البلدان ص 250 ' فتوح الشام ازدی ص 49)

اس روایت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ابلہ خلافت صدیقی میں فتح ہوا تھا اور قرین قیاس بھی یہی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ سیدنا ابوبکرؓ نے سیدنا خالدؓ کو عراق کی مہم پر روانہ کرتے وقت یہ فرمایا تھا کہ وہ اپنی فتوحات کا آغاز ابلہ سے کریں۔ (ابن اثیر جلد 2 ص 261) پھر یہ کیسے ممکن تھا کہ سیدنا ابوبکرؓ کی بات پر سیدنا خالدؓ عمل نہ کرتے۔

جنگ مذار اور سیدنا خالد بن ولیدؓ

سیدنا مثنیٰ بن حارثہؓ جب جنگ حفیر سے بھاگنے والوں کا تعاقب کر رہے تھے اور ان کی خواہش تھی کہ مدائن پہنچنے سے پہلے ان لوگوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے' اسی دوران انہیں پتہ چلا کہ مسلمانوں کے مقابلہ کے لیے مدائن سے ایک بڑے ماہر جرنیل کی زیر قیادت جس کا نام قارن ہے' ایک لشکر جرار آ رہا ہے۔ یہ لشکر ہرمز کی مدد کے لیے ایرانی شہنشاہ اردشیر نے روزانہ کیا تھا۔ اس کے مختلف دستوں کی قیادت ایران کے اشراف و امراء کر رہے تھے۔ سیدنا مثنیٰؓ کو جب اس لشکر کے آنے کی اطلاع ملی تو وہ وہیں رک گئے۔ اس لشکر کا سپہ سالار قارن بن قریانس تھا۔ قارن جب لشکر لے کر آگے بڑھا تو اسے ہرمز کے قتل کی اطلاع مل گئی' اور اسے یہ بھی پتہ چل گیا کہ قباذ اور انوشجان میدان سے بھاگے چلے آ رہے ہیں۔ وہ دونوں قارن کو راستہ میں مل گئے۔ قارن نے دیکھا کہ وہ دونوں بالکل ہی حوصلہ ہار چکے ہیں۔ اس نے ان کو تسلی دی۔ ان کا حوصلہ بڑھایا اور ان کو اپنی قیادت میں لے کر آگے بڑھا۔ اس نے مذار کے مقام پر قیام کیا جو ایک ندی کے کنارے واقع ہے اور یہ ندی دجلہ اور فرات کو آپس میں ملاتی ہے۔

سیدنا مثنیٰ بن حارثہؓ کو جب پتہ چلا کہ قارن کی فوج نے ''مذار'' کے مقام پر پڑاؤ ڈالا ہے تو وہ مذار کے قریب ہی رک گئے۔ انہوں نے دیکھا کہ ایرانیوں کی فوج

بہت زیادہ ہے اور میں تنہا اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ انہوں نے سیدنا خالدؓ کو تمام حالات سے آگاہ کیا۔ سیدنا خالدؓ پیش قدمی کر کے نہایت تیزی کے ساتھ مذار پہنچے۔ دیکھا کہ دونوں فوجیں تھوڑے فاصلہ پر پڑاؤ ڈالے بیٹھی ہیں۔ قارن سانپ کی طرح اندر ہی اندر بل کھا رہا تھا اور وہ ہرمز کا انتقام لینا چاہتا تھا۔ وہ مثنیٰ کی فوج کو دیکھ رہا تھا کہ وہ انتہائی کم تعداد میں ہے' لہٰذا اس پر فتح پانا نہایت آسان ہے' اور وقت ضائع کیے بغیر جلد از جلد حملہ کر دینا چاہیے کہ اتنے میں سیدنا خالدؓ اپنی فوج کے ساتھ آ گئے۔ سیدنا خالدؓ کو دیکھ کر قارن سخت پریشان ہوا لیکن پھر بھی اسے پوری پوری امید تھی کہ وہ نہ صرف اسلامی لشکر کو شکست دیں گے بلکہ اسے پیچھے دھکیلتے ہوئے سرزمین عراق سے ہمیشہ کے لیے نکال باہر کریں گے۔ ادھر مسلمان بھی اپنے اللہ پر بھروسہ کیے ہوئے تھے۔ ان کے ذہنوں میں وہی بات راسخ تھی جو خالدؓ نے ہرمز کو حفیر کے میدان میں کہی تھی کہ "میں ایسے لوگوں کو تمہارے مقابلہ میں لے کر آیا ہوں جو موت سے ویسی ہی محبت کرتے ہیں جیسی تم زندگی سے کرتے ہو۔"

مختصر یہ کہ دونوں فوجوں میں جنگ شروع ہوئی۔ ایرانی فوج کی طرف سے بہادر قارن خود مقابلے کے لیے نکلا۔ ادھر سے منقل بن الاعشیٰ آگے بڑھے۔ قارن مسلمان بہادر کے ہاتھوں قتل ہو گیا اور سیدنا عدی بن حاتمؓ نے قباذ کو اور سیدنا عاصم نے انوشجان کو قتل کیا۔ (البدایہ والنہایہ جلد 6 ص 345)

ابن اثیر نے لکھا ہے کہ قارن' قباذ اور انوشجان ایران کے اتنے بڑے جرنیل تھے کہ ان کے بعد پھر کسی جنگ میں ان جیسا کوئی بہادر اور بلند مرتبہ شخص مسلمانوں کے ہاتھوں سے نہیں مارا گیا۔ (ابن اثیر جلد 2 ص 263' طبری جلد 2 ص 557)

جب ایرانیوں نے دیکھا کہ ان کے قائد اور سپہ سالار قتل ہو گئے ہیں تو ان کی ہمتیں جواب دے گئیں۔ حوصلے ٹوٹ گئے' خواب ریزہ ریزہ ہو گئے۔ مسلمانوں نے اس صورت حال سے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور انہیں گھیر گھیر کر مارنا شروع کر دیا۔ کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ اب ایرانیوں کو سوائے فرار کے اور کوئی راستہ نظر نہ آیا۔ ایرانیوں کے تیس ہزار سپاہی اس جنگ میں لقمہ اجل بنے۔ جو بچ گئے وہ کشتیوں میں بیٹھ کر بھاگ گئے۔ اگر دریا درمیان میں نہ ہوتا تو دشمن کا ایک سپاہ بھی بچ کر نہ جاتا۔ اس

جنگ میں جو لوگ گرفتار ہوئے انؓ میں ایک شخص ابو الحسن بصری بھی تھے جو بعد میں مسلمان ہو کر طریقت و معرفت میں بہت مشہور ہوئے۔ یہ جنگ ماہ صفر سنہ 12 ھ میں ہوئی۔ (البدایہ والنہایہ جلد 6 ص 344' 345' طبری جلد 2 ص 557)

جنگ میں حصہ لینے والے ایرانی فوج کے بہت سے لوگ گرفتار کر لیے گئے۔ جن میں عام لوگ بھی تھے اور کاشت کار اور مزارعین بھی' لیکن ان سے نہایت نرمی کا سلوک کیا گیا۔ جو لوگ جزیہ دینے پر راضی ہو گئے ان کو فوری طور پر چھوڑ دیا گیا اور ان کی زمینیں انہی کے پاس رہنے دی گئیں۔

جنگ حفیر اور جنگ مذار میں فتح و شکست کے اسباب میں سے بڑا سبب سیدنا ابوبکرؓ کی وہ پالیسی تھی جو انہوں نے عراق کے کاشت کاروں کے متعلق اختیار کی تھی اور سیدنا خالدؓ کو عراق روانہ کرنے سے پہلے ان کو بتائی تھی۔ اور سیدنا خالدؓ نے بھی اس پر پوری طرح عمل کیا تھا اور وہ پالیسی یہ تھی کہ مزارعین اور کاشت کاروں سے کسی قسم کی سختی کا برتاؤ نہ کیا جائے بلکہ ان سے نہایت نرمی کا سلوک کیا جائے۔ اور ان کی زمینیں ان سے نہ چھینی جائیں' اور ان کو وہیں رہنے دیا جائے جہاں وہ عرصہ سے رہ رہے ہیں۔ جزیہ کی معمولی رقم کے علاوہ ان سے کوئی تاوان وغیرہ نہ لیا جائے اور نہ ہی ان پر کوئی ٹیکس وغیرہ عائد کیا جائے۔ یہ پالیسی نہایت کامیاب رہی کیونکہ یہاں کے کاشت کار ایک تو زیادہ تر عرب تھے جیسا کہ سیدنا مثنیٰ بن حارثہؓ نے سیدنا ابوبکرؓ کو بتایا تھا۔ دوسرے وہ طویل مدت سے ایرانی جاگیرداروں اور زمینداروں کا تختۂ ستم بنے ہوئے تھے اور انتہائی پریشانی اور کس مپرسی کی زندگی گزار رہے تھے۔ اب یہ معاملہ ختم ہو چکا تھا کیونکہ اسلام کا پیامِ امن ان کے پاس پہنچ چکا تھا' اور وہ اب آرام اور سکون کے دور میں داخل ہو چکے تھے۔

یہ درست ہے کہ اسلام امن و امان کا دین ہونے کے ساتھ ساتھ جہاد فی سبیل اللہ کا بھی حامی ہے کیونکہ زندگی کا سرچشمہ آب حیات خون کی ندیوں اور فواروں ہی میں ہے۔ یہ درست ہے کہ وہ ہاتھ نہایت مقدس ہے جس میں صلح کا سفید جھنڈا لہرا رہا ہو لیکن دنیا میں زندہ وہی رہ سکتا ہے جس کے ہاتھ میں خون چکاں تلوار کا قبضہ ہو۔ حضرت مولانا ابوالکلام آزادؒ نے ایک مرتبہ مسلمانوں کے جہاد اور ان کی جنگوں پر ان

Marfat.com

الفاظ میں تبصرہ کیا تھا جو تبرکاً نذر قارئین ہیں۔ آپ نے فرمایا تھا:

"دور قدیم اور دور جدید کے وسط میں ایک زمانہ اور بھی گزرا ہے جس میں ایک قوم صحرائے عرب سے اٹھی' سیلاب کی طرح بڑھی اور موج کی طرح تمام کرۂ ارض پر پھیل گئی۔ دنیا نے اس سیلاب کی زد میں بھی ظلم و درندگی کی انہی لہروں کو دیکھنا چاہا جو ہمیشہ فوجوں کے طوفان میں اٹھتی رہی ہیں' لیکن ذوق نظارہ کامیاب ہو کر گوشۂ چشم میں چھپ گیا۔ دنیا نے دیکھا کہ وہ مختلف مادی طاقتوں سے ٹکرائی۔ بڑے بڑے قلعوں سے ٹکر لی' عظیم الشان پہاڑوں کو ٹھوکر لگائی اور بالآخر کرۂ ارض کو اچھال کر رکھ دیا۔ تاہم نہ تو کسی جھونپڑی کو اجاڑا' نہ کسی گھر میں آگ لگائی اور نہ کسی عظیم الشان محل کو برباد کیا' نہ تمدن کی یادگاریں مٹائیں اور نہ ہی تہذیب کے آثار قدیمہ منہدم کئے۔ وہ فاتحانہ جوش میں سیلاب کی طرح بڑھی لیکن جب ممالک مفتوحہ میں داخل ہوئی تو گرداب کی طرح سمٹ گئی۔"

یہ ہے اسلام کے جہاد بالسیف کی پوری داستان کیونکہ:

"اسلامی فوجوں کی حالت تمام دنیا کے فوجی نظام سے بالکل مختلف تھی۔ نہ تو ڈھول وطبل نے اس کا دل بڑھایا' نہ اس کے سامنے آتش بیانیوں کی آگ بھڑکائی گئی' نہ سرخ و سبز جھنڈیوں کے سائے کے نیچے اس کی نمائش کی گئی' نہ اس کے سامنے وطن پرستی کے ترانے گائے گئے' نہ ان کے دلوں میں قومیت کی یاد تازہ کرائی گئی اور نہ عرب کی قدیم شجاعت کی داستانوں سے اس کے خون کو گرمایا گیا۔ وہ خدا کی راہ میں حق و صداقت کے عشق میں اللہ کا نام لے کر اٹھی اور قوموں اور فوجوں کے بے شمار نسلی اور ملکی مقصدوں کی جگہ صرف ایک مقصد روحانی اپنے سامنے رکھا۔

لتکون کلمة اللّٰه هی العلیا

"تاکہ اللہ تعالیٰ کا کلمہ سربلند ہو۔"

جنگ ولجہ اور سیدنا خالد بن ولیدؓ

اس شکست نے ایرانیوں کو چاک کر دیا۔ ان کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اب

Marfat.com

کیا کیا جائے؟ ان کے یہ چار بڑے جرنیل جو شاہی خاندان سے تعلق رکھنے کی وجہ سے مجد و شرف میں بھی نہایت اونچے مقام کے حامل تھے قتل ہوگئے تھے جن کی وجہ سے فوج کے حوصلے بھی نہایت پست ہوگئے تھے۔ اردشیر کو جب اس شکست کی خبر ملی تو وہ بہت سٹپٹایا۔ اب اس نے ایک چال چلی۔ وہ یہ کہ اس نے ان عرب قبائل کو اپنا ہم نوا اور معاون بنایا جو دجلہ اور فرات کے درمیانی علاقے میں عراقی حدود کے قریب آباد تھے۔ ان میں زیادہ تر قبائل عیسائیت اختیار کر چکے تھے۔ ایران کے مجوسی چاہتے تھے کہ وہ عیسائی مذہب ترک کر کے مجوسیت اختیار کر لیں لیکن وہ اپنی اس کوشش میں کامیاب نہ ہو سکے۔ عراق میں عیسائیوں کا جو بہت بڑا قبیلہ آباد تھا وہ بنو بکر بن وائل تھا۔ اردشیر نے اس قبیلے کے سرداروں کو اپنے دربار میں بلایا اور انہیں کہا کہ وہ اپنی ایک فوج ترتیب دے کر مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لیے ''ولجہ'' کی جانب جائیں۔ یہ لوگ چونکہ بہت مدت سے ایرانی حکومت کی غلامی میں اپنی زندگی گزار رہے تھے' اس لیے شہنشاہ اردشیر کے حکم سے وہ انکار نہ کر سکے اور فوج مرتب کر کے ''ولجہ'' کی طرف روانہ ہوگئے۔

ان کی روانگی کے بعد اردشیر کو یہ خیال آیا کہ صرف ان عربوں کا میدان جنگ میں جانا ہماری بہت بڑی توہین ہے کیونکہ اگر ان عیسائی عرب قبائل نے مسلمانوں پر فتح حاصل کر لی تو لوگ کہیں گے کہ مجوسی حکومت ناکام ہوگئی اور عیسائی کامیاب ہوگئے۔ اس وجہ سے اس نے اپنا بھی ایک بہت بڑا لشکر اپنے ایک مشہور سپہ سالار بہمن جاذویہ کی زیر قیادت تیار کیا اور اس کو اس سے پہلے لشکر کے پیچھے بھیجا۔ یہ دونوں لشکر ''ولجہ'' کی طرف روانہ ہوئے جو دجلہ اور فرات کے سنگم کے قریب واقع ہے۔ بکر بن وائل کے عیسائی عربوں پر مشتمل لشکر نے حیرہ اور ولجہ کے درمیان رہنے والے عرب قبائل' کاشتکاروں اور مزارعین کو بھی مسلمانوں کے خلاف مشتعل کر کے ان کا تعاون حاصل کر لیا۔ اس طرح عربوں کا ایک بہت بڑا لشکر خود اپنے ہی ہم وطنوں سے جنگ کرنے کے لیے ولجہ میں جمع ہوگیا۔

سیدنا خالدؓ ابھی مذار ہی میں قیام پذیر تھے کہ انہیں ایرانی حکومت کی اس کارروائی کا پتہ چلا تو انہوں نے اپنے افسروں کو پیغام بھجوایا کہ پوری تیاری کریں اور

Marfat.com

اس خوش فہمی میں نہ رہیں کہ ہم نے دو دفعہ ایرانیوں کو شکست دی ہے۔ اس لیے وہ آئندہ بھی ہم سے شکست ہی کھائیں گے۔ یہ غلط اور غیر فوجی خیال دل میں ہرگز نہ لائیں۔ مختلف فوجی افسروں کو یہ پیغام بھیجنے کے بعد سیدنا خالدؓ خود بھی کسریٰ کی اس فوج کا مقابلہ کرنے کے لیے ولجہ کی طرف روانہ ہوگئے اور سوید بن مقرنؓ کو لشکر کے عقب کی حفاظت اور مفتوحہ علاقے کی نگرانی کے لیے مذار میں چھوڑ آئے۔

سیدنا خالدؓ اگرچہ پورے ساز و سامان کے ساتھ روانہ ہوئے تھے لیکن پھر بھی ایرانیوں کے اس لشکر کے ساتھ مقابلہ آسان نہیں تھا کیونکہ دونوں فریق قوت و طاقت اور عزم و ارادے میں ایک دوسرے کے ساتھ برابر کا درجہ رکھتے تھے۔ ایرانیوں اور عرب قبائل دونوں کے لشکر الگ الگ تھے اور ہر ایک لشکر کا سردار اسی قوم سے تھا' لیکن ان سب کا سپہ سالار اول ایرانی بہمن جاذویہ تھا۔ لڑائی شروع ہوئی اور فریقین نے اپنی اپنی بہادری اور شجاعت کے جوہر دکھائے اور دونوں فریقوں نے گمان کیا کہ صبر کا پیمانہ لبریز ہوگیا ہے' لیکن کسی ایک فریق کے بارے میں کامیابی کی پیش گوئی نہیں کی جاسکتی تھی۔ سیدنا خالدؓ نے مذار سے روانہ ہوتے وقت راستہ ہی میں ایک تدبیر یہ کی تھی کہ اپنے لشکر کے دو سرداروں بسر بن ابی رہم اور سعید بن مرہ کو اپنے سے الگ کر کے یہ حکم دیا کہ وہ دو مختلف راستوں سے میدانِ جنگ میں ایرانی لشکر کے عقب کی طرف سے میدانِ جنگ میں پہنچیں۔ یہ تدبیر بہت کارگر ہوئی۔ چنانچہ ٹھیک اس وقت جب کہ معرکہ کارزار خوب گرم تھا اور فریقین میں گھمسان کا رن پڑا ہوا تھا اور سیدنا خالدؓ دشمن پر دباؤ ڈالتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے۔ خالدؓ کے مقرر کردہ دونوں سردار اپنا اپنا دستہ لے کر ایرانی لشکر کے عقب میں پہنچ گئے۔ مسلمانوں کی فوج کے ان تازہ دم دستوں نے دشمن کو اپنی تلواروں کی باڑھ پر رکھ لیا۔ قتل عام شروع ہوگیا۔ عقب سے وہ تازہ دم دستے دشمن کو قتل کر رہے تھے اور سامنے کے محاذ پر مسلمان فوج تلواریں چلا رہی تھی جو صبح سے دشمن کے ساتھ برسرِ پیکار تھی۔ اب دشمن کو تاب مقاومت نہیں رہی تھی۔ ایرانی بہت بری طرح شکست کھا کر بھاگے۔ ان کی ایک بہت بڑی تعداد قتل ہوگئی۔ فوج کا ایک جرنیل اندرزغر جان بچا کر نکل بھاگا تھا لیکن پیاس کے مارے صحرا میں ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرگیا۔ مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی اور ایرانی فوج کو ناکامی اور ذلت کا منہ دیکھنا پڑا۔

فتح کے بعد یہاں بھی سیدنا خالدؓ نے سیدنا ابوبکرؓ کی ہدایت کے مطابق کاشت کاروں اور مزارعوں سے کوئی تعرض نہ کیا۔ ان سے صرف جزیے کا مطالبہ کیا۔ جسے انہوں نے قبول کرلیا اور اسی وقت اپنے اپنے علاقوں میں واپس چلے گئے۔ ان سب کو امن دے دیا گیا اور یہ لوگ ذمی کہلائے۔

(ابن اثیر جلد 2 ص 264' طبری جلد 2 ص 558)

اس معرکہ میں قبیلہ بنو بکر بن وائل کے کئی عربی النسل عیسائی افسر بھی مارے گئے جن میں دو نامور سرداروں جابر بن بجیر اور ابوالاسود عجلی کے بیٹے بھی تھے۔ اس واقعہ نے عیسائی عربوں کو آتش زیر پا کر دیا۔ انہوں نے طیش میں آ کر خود بھی جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں اور دربار ایران سے بھی مدد کے لیے درخواست کی۔

جنگ اُلیس میں سیدنا خالدؓ کا کردار

اس تیسری شکست نے ایرانیوں کو تو بدحواس کیا تھا' لیکن سب سے زیادہ اثر عراق کے عرب قبائل پر پڑا' اس لیے کہ جنگ ولجہ میں قبیلہ بنو بکر بن وائل کو اپنے ہی ہم قوم اور اہل وطن کے مقابلہ میں شکست فاش ہوئی تھی۔ ان عیسائی عربوں کی شکست کی وجہ سے دیگر عیسائی قبائل بھی مسلمانوں کے خلاف مشتعل ہوگئے اور ان کے دلوں میں مسلمانوں کے خلاف غیظ و غضب کی لہر دوڑ گئی۔ چنانچہ انہوں نے ایک دفعہ پھر مسلمانوں کے خلاف برسرپیکار ہونے کا فیصلہ کرلیا۔ اب انہوں نے اردشیر اور دوسرے ایرانی جرنیلوں سے خط و کتابت کے ذریعہ بڑے پیمانے پر جنگ کی تیاری شروع کر دی۔ انہوں نے بنوعجلان کے ایک شخص عبدالاسود عجلی کو اپنا قائد اور امیر لشکر مقرر کیا اور اُلیس کے مقام پر اپنی فوجیں جمع کرنا شروع کر دیں جو حیرہ اور ابلہ کے درمیان واقع ہے۔ انہوں نے چونکہ شاہ ایران سے بھی مدد طلب کی تھی۔ اس نے اپنے سپہ سالار بہمن جاذویہ کے نام فرمان جاری کیا کہ زیادہ سے زیادہ فوج کے ساتھ وہ مسلمانوں کے مقابلہ میں عیسائیوں کی مدد کرے۔ یہ دراصل عیسائیوں کی مدد نہ تھی بلکہ خود ایرانیوں کی مدد تھی۔ بہمن جاذویہ نے اردشیر کے حکم کی تعمیل میں ایک بہت بڑا لشکر تیار کیا۔ بہمن خود تو اردشیر سے بعض معاملات طے کرنے کی غرض سے اس کے پاس مدائن چلا گیا اور اپنی

Marfat.com

طرف سے جابان نامی سردار کو یہ کہہ کر فوج کے ساتھ بھیج دیا کہ جب تک وہ واپس نہ آ جائے جابان جنگ میں پیش قدمی نہ کرے۔

جابان فوج لے کر اُلیس کے مقام پر آ گیا جہاں پہلے سے عیسائیوں کا لشکر پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا۔ بہمن خود تو اردشیر شاہ ایران کے ساتھ ملاقات کے لیے مدائن چلا گیا لیکن ایسا ہوا کہ جب بہمن مدائن پہنچا تو اردشیر بیمار تھا اور اس حالت میں اردشیر کے ساتھ ملاقات کرنا ممکن نہ تھا۔ چنانچہ جابان اُلیس پہنچ کر بہمن کا انتظار کرنے لگا۔

ادھر سیدنا خالد بن ولیدؓ کو پتہ چلا کہ بنو عجل' بنو تمیم اور بنو ضبیعہ اور دیگر عربی النسل عیسائی قبائل ان کے مقابلے کے لیے اُلیس میں جمع ہو رہے ہیں تو انہوں نے بھی اپنی فوج کو جمع ہونے کا حکم دیا۔ سیدنا خالدؓ پہلے اپنے لشکر کے ساتھ حفیر پہنچے' وہاں یہ جائزہ لیا کہ ان کے مقرر کیے ہوئے عمال نظم ونسق کا سلسلہ صحیح طور پر چلا رہے ہیں کہ نہیں۔ کسی طرف سے وہاں حملے کا کوئی خطرہ تو نہیں اور کوئی طاقت معاملات کو بگاڑنے کی کوشش میں تو مصروف نہیں۔ مسلمان جس شہر کو بھی فتح کرتے وہاں فوری طور پر امن وسلامتی کا نظام نافذ کرتے اور پھر اس کا جائزہ لیتے کہ وہ اس کے چلانے میں کہاں تک کامیاب ہوئے ہیں۔ وہاں سے فارغ ہو کر سیدنا خالدؓ دشمن کا مقابلہ کرنے کے لیے الیس کے مقام پر پہنچے۔ جونہی خالدؓ اُلیس پہنچے انہوں نے دشمن کو سوچنے اور غور وفکر کا موقع دیے بغیر جنگ شروع کر دی۔ عیسائی فوج کا بہادر مالک بن قیس آگے بڑھا لیکن سیدنا خالدؓ نے ایک ہی کاری وار کر کے اس کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ عیسائی فوجوں میں افراتفری پھیل گئی اور ان کے پاؤں بھاگنے کے لیے اکھڑنے لگے۔ ایرانیوں کو عیسائیوں کی اس گھبراہٹ کا جب علم ہوا تو انہیں سخت پریشانی ہوئی۔ جابان ایرانی فوج کا ایک دستہ لے کر میدانِ جنگ میں آیا اور عیسائی فوج کو جوش دلاتے ہوئے مسلمانوں کے ساتھ لڑنے کی تلقین کرتا رہا' لیکن اکھڑے ہوئے پاؤں روکنے سے مشکل ہی رکتے ہیں۔ اب جابان نے چند آدمیوں کو یہ اعلان کرنے پر مقرر کر دیا کہ سپہ سالار بہمن جاذویہ بہت بڑی فوج کے ساتھ تم لوگوں کی مدد کے لیے پہنچنے والا ہے' لہٰذا اس کے آنے تک تم لوگ استقلال اور ثابت قدمی کے ساتھ مسلمانوں کا مقابلہ کرو۔ اس اعلان سے عیسائیوں کو کچھ سکون و اطمینان ہوا اور وہ سنبھل گئے اور پھر

Marfat.com

بہادری کے ساتھ لڑنے لگے' لیکن اب عیسائیوں کی بہادری کا تمام تر دارومدار بہمن کے آنے پر تھا جس کے آنے کا ابھی تک کچھ پتہ نہیں چل رہا تھا۔ خود جابان بھی پریشان تھا کہ بہمن ابھی تک کیوں نہیں پہنچا۔

دوسری طرف سیدنا خالد بن ولیدؓ نے بھی مسلمانوں کو کہا کہ وہ بھرپور طاقت کے ساتھ دشمن پر حملہ کر دیں۔ اللہ ان کی ضرور مدد کرے گا۔ اس اعلان کے بعد مسلمانوں کا دباؤ لحہ بہ لحہ عیسائیوں پر بڑھ رہا تھا اور جنگ کے حالات دشمن کے خلاف ہو رہے تھے اور وہ گھبراہٹ کے عالم میں تھا۔ آخر ان کی صفوں میں انتشار پیدا ہونے لگا اور وہ میدان چھوڑ کر بھاگنے کے لیے تیار ہو گئے۔ جب وہ بھاگنے لگے تو سیدنا خالدؓ نے اعلان کرا دیا کہ بھاگنے والوں کا تعاقب کیا جائے اور ان کو زندہ گرفتار کرنے کی کوشش کی جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور قتل صرف ان کو کیا گیا جو کسی بھی طرح گرفت میں نہ آ رہے تھے۔

اسی اثناء میں ایک دلچسپ واقعہ یہ ہوا کہ جنگ شروع ہونے سے تھوڑی دیر پہلے جابان کی ایرانی فوجوں کے لیے کھانا تیار کیا گیا تھا اور وہ نہایت اطمینان کے ساتھ بیٹھے کھانا کھا رہے تھے اور جنگ کی جانب ان کی مطلق توجہ نہ تھی۔ سیدنا خالدؓ کی دوربین نگاہوں نے یہ منظر دیکھ لیا اور صورت حال کا جائزہ لیا اور موقع غنیمت جان کر نہایت جوش و خروش سے بھرپور حملہ کر دیا۔ مسلمانوں کے اس حملہ کی تاب نہ لا کر وہ بھاگ کھڑے ہوئے اور ان کا پکا پکایا کھانا مسلمانوں کے ہاتھ آ گیا۔ مسلمانوں نے جب کھانے پر قبضہ کیا تو ان کو میدہ کی سفید روٹیاں بھی ملیں جن کو ''الرقاق البیض'' کہتے ہیں۔ مسلمان عربوں نے اس قسم کی روٹیاں اس سے قبل کبھی نہیں دیکھی تھیں۔ اس لیے کسی شخص نے پوچھا: ''یہ کیا ہے؟'' تو دوسرے نے جواب دیا: ''تم نے ''دقیق الحیش'' تو سنا ہوگا۔ اسی مناسبت سے ان کو ''رقاق البیض'' کہتے ہیں۔'' جب مسلمان فوجیوں کا اس کھانے پر قبضہ ہوا تو سیدنا خالدؓ نے مسلمان فوجیوں سے فرمایا: ''اللہ نے یہ کھانا تمہارے لیے تیار کرایا تھا' اب تم اسے اطمینان سے کھاؤ۔'' مسلمانوں نے جب دسترخوان پر کھانا شروع کیا تو وہ نہایت عجیب اور لذیذ کھانا تھا۔ سادہ زندگی بسر کرنے والے عربوں نے پوری زندگی اس قسم کا کھانا نہیں کھایا تھا۔ وہ اس کو کھاتے جاتے اور

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے جاتے تھے۔

جیسا کہ بتایا گیا کہ سیدنا خالدؓ نے اعلان کیا تھا کہ دشمنوں کو زندہ گرفتار کیا جائے' چنانچہ زندہ گرفتار کیا گیا اور گرفتار شدگان کو نہر کے کنارے کھڑا کر کے قتل کر دیا گیا۔ اس معرکہ میں طبری' ابن اثیر اور ابن کثیر اور دوسرے مورخین کے بیان کے مطابق ستر (70) ہزار عیسائی اور ایرانی قتل ہوئے اور تمام نہر خون سے بھر گئی۔

امغیشیا کی فتح اور سیدنا خالد بن ولیدؓ

اُلیس کی فتح کے بعد سیدنا خالدؓ نے ایک اور شہر امغیشیا کا رخ کیا جو اُلیس سے قریب اور دریائے فرات اور نہر بادقلی کے سنگم پر واقع تھا۔ یہاں کی آبادی دولت مندوں اور متمول لوگوں پر مشتمل تھی۔ آبادی بھی اچھی خاصی تھی۔ اس دور کے مطابق ہر لحاظ سے یہ ایک نہایت ترقی یافتہ شہر تھا اور حیرہ کا مقابلہ کرتا تھا یہاں تک کہ لوگوں نے اُلیس کی جنگ میں عیسائیوں اور ایرانیوں کی مالی مدد کی تھی۔ خالدؓ جب امغیشیا پہنچے تو وہاں کے باشندے سیدنا خالدؓ کی آمد کی خبر سن کر بھاگ گئے اور جدھر جس کا سینگ سمایا' چل دیا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ متمول اور اہل دولت لوگ اکثر و بیشتر بزدل ہوتے ہیں۔ وہ کسی سختی کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ لہٰذا یہ شہر بغیر لڑائی کے فتح ہو گیا۔ سیدنا خالدؓ نے امغیشیا پہنچ کر اسے اور ان تمام بستیوں کو جو اس کے اردگرد تھیں' مسمار کرنے کا حکم دیا۔

یہ شہر چونکہ مالدار لوگوں کا شہر تھا' اس وجہ سے یہاں سے مسلمانوں کو اس قدر مال غنیمت حاصل ہوا کہ جنگ ذات السلاسل کے بعد حاصل نہیں ہوا۔ اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ مال غنیمت میں ہر سوار کے حصہ میں اس کے اس حصہ کے علاوہ جو اسے ''اُلیس'' میں ملا تھا' پندرہ سو درہم مزید آئے۔ مال غنیمت کی تقسیم کے بعد پانچواں حصہ (خمس) سیدنا خالدؓ نے بارگاہ خلافت میں مدینہ طیبہ بھجوا دیا اور ان دونوں مقامات کی جنگوں میں جو لوگ گرفتار کئے گئے تھے ان میں سے کچھ لوگوں کو بھی سیدنا ابوبکرؓ کی خدمت میں مدینہ بھیج دیا گیا۔ جو شخص مال غنیمت اور قیدیوں کو لے کر گیا اس کا تعلق بنو عجل سے تھا اور اس کا نام ''جندل'' تھا۔ اس نے مدینہ پہنچ کر سیدنا ابوبکرؓ کی خدمت میں سیدنا خالدؓ کی جنگی عظمت' جنگ کی حکمت عملی' فتوحات کے واقعات اور

مسلمان فوجیوں کی بہادری اور شجاعت کے آنکھوں دیکھے حالات بیان فرمائے اور سارا مال غنیمت بھی آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ سیدنا ابوبکرؓ نے جب مسلمانوں کی فتوحات اور سیدنا خالدؓ کے کارنامے اور اس کی جنگی مہارت کے واقعات سنے تو خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی اور آپ نے اسی خوشی کی حالت میں فرمایا:

"اے گروہ قریش! تمہارے شیر نے ایک دوسرے شیر پر حملہ کر دیا اور اس کے کچھار میں گھس کر اس کو مغلوب کر لیا۔ اب عورتیں سیدنا خالدؓ جیسا بہادر پیدا کرنے سے عاجز ہیں۔" (طبری جلد 2 ص 563' ابن اثیر جلد 2 ص 264' البدایہ والنہایہ جلد 6 ص 546)

سیدنا ابوبکرؓ کے اس قول سے اس قدر منزلت کا پتہ چلتا ہے جو آپ کے دل میں سیدنا خالد بن ولیدؓ کی تھی۔ اس قول سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ سیدنا خالدؓ کو اپنے فن میں یگانہ روزگار سمجھتے تھے۔ امغیشیا کی فتح کو دراصل حیرہ کی تسخیر کی ابتداء سمجھنا چاہیے۔

شاہ ایران اردشیر کی موت

شہنشاہ ایران اردشیر ان دنوں سخت بیمار تھا۔ اپنی فوج کی پے در پے شکستوں کی تاب نہ لا کر وہ چند ہی روز بعد مر گیا۔ ایران کے شہنشاہ کی موت سے اہل ایران بہ یک وقت دو المیوں کا شکار ہو گئے۔ ایک المیہ اپنے بادشاہ کی موت کا اور دوسرا صحرائے شام اور دجلہ و فرات کے درمیانی علاقے میں مسلمانوں کی پیش قدمی اور ایرانیوں کی پے در پے شکستوں اور ہزیمتوں کا۔ اب حالت یہ ہو گئی تھی کہ ایرانی حکومت کے لیے مسلمانوں کا مقابلہ کرنا نہایت مشکل ہو گیا تھا۔ ان کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اب کیا کیا جائے۔ مسلمان صبح و شام آگے بڑھ رہے تھے اور ہر میدان میں ایرانیوں کو شکست پر شکست دے رہے تھے۔ ایرانی فوج ان سے اس طرح بھاگ رہی تھی جیسے گدھے شیر سے بھاگتے ہیں۔ وہ پریشانی اور نا امیدی میں مبتلا ہو چکے تھے۔ جن علاقوں پر درفش کاویانی کے بجائے سبز ہلالی پرچم لہرا رہا تھا ان کی واپسی کا اب انہیں کوئی امکان نہیں رہا تھا کیونکہ مسلمانوں نے وہاں جو نظم و نسق قائم کیا تھا اس سے وہاں کی رعایا نے سکھ کا سانس لیا تھا اور اس کی تمام ہمدردیاں ایرانیوں کی بجائے اب مسلمانوں کے ساتھ

تھیں۔

حیرہ کی فتح اور سیدنا خالد بن ولیدؓ

سیدنا خالدؓ کے بارہ میں سیدنا ابوبکرؓ نے جو کہا تھا کہ "مائیں اب خالدؓ جیسا بہادر پیدا کرنے سے عاجز ہیں۔" (عجزت النساء ان یلدن مثل خالد بن ولید) وہ بالکل صحیح اور درست کہا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ پوری زندگی اس اللہ کے بندے نے کبھی شکست کا منہ نہیں دیکھا۔ وہ بڑے بڑے مصائب میں گھرا لیکن کبھی ہمت نہیں ہاری۔ چنانچہ اب بھی الیس کی جنگ کے بعد سیدنا خالدؓ کی دوربین اور دور رس نگاہوں نے مستقبل کے خطرات کو بھانپ لیا۔ وہ یہ کہ عیسائیوں کو مسلمانوں کے مقابلہ میں اردشیر شاہ ایران ہی لایا تھا' وگرنہ وہ تو کسی صورت بھی مسلمانوں سے مقابلہ کرنے کے لیے تیار نہ تھے۔ اب عیسائیوں کو مسلمانوں کے مقابلہ میں جو دو تین شکستیں ہوئیں انہوں نے ان کے دلوں میں مسلمانوں کے خلاف انتقام کی آگ بھر دی تھی۔ خالدؓ یہ دیکھ رہے تھے کہ انتقام کی یہ آگ کہیں شعلہ جوالہ نہ بن جائے' لہٰذا قبل اس کے کہ عیسائی پھر مسلمانوں کے خلاف میدان میں اتریں اور مسلمانوں کو کوئی نقصان پہنچائیں۔ ان تمام راستوں کو بند کر دیا جائے جن کے ذریعہ سے نقصان ہوسکتا ہے۔ چنانچہ ان سب باتوں کو نگاہ میں رکھتے ہوئے آپ نے حیرہ پر قبضہ کرنے کا منصوبہ بنایا کیونکہ حیرہ پر قبضہ ہونے کی صورت میں دریائے فرات کے مغربی جانب جزیرہ نمائے عرب کی حدوں تک کے تمام علاقوں پر مسلمانوں کے قدم اچھی طرح جم جائیں گے اور پھر اس طرف سے حملہ کا کوئی خطرہ باقی نہیں رہے گا' کیونکہ عیسائیوں میں غیظ وغضب' اپنی شکستوں کی وجہ سے پایا جاتا ہے۔ خطرہ یہ تھا کہ کہیں بنوبکر بن وائل بنوطے اور حیرہ میں رہنے والے دوسرے عرب قبائل کو اپنے ساتھ ملا کر مسلمانوں کے مقابلہ میں نہ اتر آئیں اور عقب سے مسلمانوں کا راستہ روکنے کا منصوبہ نہ بنالیں۔ دوسرے ایرانیوں کا اس وقت سب سے بڑا سہارا یہی عرب قبائل تھے۔ اس وجہ سے فوجی نقطۂ نظر سے یہ نہایت ضروری تھا کہ حیرہ پر جو عراق عرب کا پایہ تخت ہے' قبضہ کرلیا جائے تاکہ عرب قبائل کو قابو میں رکھا جاسکے۔ چنانچہ امغیشیا کی مہم سے فارغ ہو کر سیدنا خالدؓ نے حیرہ پر حملہ کا منصوبہ بنایا۔

Marfat.com

حیرہ کی حکومت اور وہاں کے باشندے بھی یہ محسوس کر رہے تھے کہ مسلمان ضرور حیرہ کا رخ کریں گے اور انہیں یہ بھی خیال تھا کہ جو حشر ان شہروں کا ہوا ہے وہ ہمارے ساتھ بھی ہوگا۔ حیرہ کا گورنر اس وقت آزاذبہ نامی ایک ایرانی تھا۔ اس کا اندازہ تھا اور یہ اندازہ بالکل صحیح ثابت ہوا کہ خالدؓ اپنی فوج کے ساتھ کشتیوں میں سوار ہو کر حیرہ پہنچیں گے۔ چنانچہ وہ اپنا لشکر لے کر آگے بڑھا اور ساتھ ہی اپنے بیٹے کو حکم دیا کہ دریائے فرات کا پانی روک دیا جائے تاکہ خالدؓ کی کشتیاں آگے نہ بڑھنے پائیں اور دریا میں پھنس جائیں۔ خالدؓ واقعی امغیشیا سے کشتیوں میں سوار ہوئے اور شمال کی جانب حیرہ کو چل پڑے۔ ابھی تھوڑا ہی فاصلہ طے ہوا تھا کہ دریائے فرات کا پانی رک گیا اور کشتیاں زمین سے لگ گئیں۔ انہیں بتایا گیا کہ ایران کے حکمرانوں نے دریا پر بند باندھ کر اس کا پانی روک لیا ہے اور دریا کا پانی ان نہروں میں چھوڑ دیا ہے جو اس کے مختلف مقامات سے نکالی گئی ہیں۔ سیدنا خالدؓ کشتیوں سے اترے اور خود فوج کا ایک دستہ لے کر دریا کے دہانہ پر آئے۔ دیکھا کہ وہاں آزاذبہ کا بیٹا فوج کا ایک دستہ لے کر کھڑا تھا اور پانی کے رخ کو موڑنے کی نگرانی کر رہا تھا۔ سیدنا خالدؓ نے اس پر حملہ کر کے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا اور اس کے ساتھیوں کو بھی قتل کر دیا' اور پھر وہاں خود کھڑے ہو کر دریا کا بند کھلوا کر دریا میں پانی چلوایا۔ پانی دریا میں گیا تو کشتیاں چل پڑی اور لشکر کو لے کر خورنق کے مقام پر پہنچ گئیں۔ اور خورنق کے مشہور محل کے بالکل سامنے خیمے گاڑ دیے۔

آزاذبہ کے لیے یہ وقت بڑا نازک تھا۔ ایک طرف اردشیر کی موت اور دوسری طرف اس کے بیٹے اور اس کے ساتھیوں کا قتل' لہٰذا اب صرف بھاگنے کے سوا اس کے لیے اور کوئی چارہ نہ تھا۔ چنانچہ سیدنا خالدؓ نے پہلے تو خورنق اور نجف پر قبضہ کیا جو امرائے حیرہ کا گرمیوں کا صدر مقام تھا۔ اس کے بعد انہوں نے حیرہ شہر کے باہر اپنا پڑاؤ ڈال لیا۔ شہر کے چار قلعے تھے۔ باشندگان حیرہ ان میں محصور ہو کر بیٹھ گئے۔ محاصرہ کو جب ایک دن اور ایک رات گزر گئے تو لوگوں نے باہم مشورہ کیا کہ گورنر حیرہ تو بھاگ گیا ہے اور سپہ سالار کے بغیر کوئی فوج لڑ نہیں سکتی' لہٰذا بہتر یہی ہے کہ ہم مسلمانوں سے صلح کر لیں کیونکہ لڑائی کی صورت میں ہمارا حشر بھی وہی ہوگا جو الیس اور

Marfat.com

دوسرے شہروں کے لوگوں کا ہوا ہے۔

سیدنا خالدؓ نے انہیں پیغام بھجوایا کہ تین باتوں میں سے ایک بات مان لو۔ اسلام جزیہ یا پھر جنگ۔ لیکن محصورین میں کچھ ایرانی بھی تھے۔ ان کے دماغوں میں ابھی حاکم ہونے کی ہوا بھری ہوئی تھی۔ انہوں نے اس پیغام کے جواب میں قلعوں کے اندر سے سنگ باری شروع کر دی۔ مسلمانوں نے اس کے جواب میں تیر چلائے جس سے بہت سے آدمی مارے گئے۔ اس سے شہر کے عیسائی باشندے سخت پریشان ہوئے۔ چنانچہ عیسائیوں کے راہبوں اور پادریوں نے ان ایرانی سرداروں سے جو قلعہ میں محصور تھے کہا: ''خدا کے لیے یہ سنگ باری بند کر دو ورنہ خون ریزی کے ذمہ دار تم لوگ ہو گے۔'' چنانچہ سنگ باری بند ہو گئی۔ اب ان راہبوں نے سیدنا خالدؓ کو پیغام بھجوایا کہ ہم صلح کے بارے میں آپ سے گفتگو کرنا چاہیے ہیں۔ خالدؓ نے جواب میں پیغام بھجوایا کہ وہ آئیں اور بات کریں۔ طبری کے مطابق عمرو بن المسیح اور ایاس بن قبیصہ معززین شہر کو ساتھ لے کر سیدنا خالدؓ کے پاس آئے اور ان سے بات چیت کی۔

ابن اثیر وغیرہ مورخین نے لکھا ہے کہ عمرو بن مسیح جب گفتگو کرنے کے لیے آیا تو اس کے خادم کے ساتھ ایک تھیلی میں زہر تھا۔ سیدنا خالدؓ نے پوچھا: ''یہ کیا ہے؟ اور اسے کیوں ساتھ لایا ہے۔'' اس نے جواب دیا: ''سم ساعۃ یعنی فی الفور ہلاک کرنے والا زہر ہے اور میں یہ اس لیے ساتھ لایا تھا کہ اگر میں تم لوگوں کے ایسے حالات نہ دیکھتا جواب دیکھ رہا ہوں تو میں اپنی قوم کے واسطے کسی مکروہ بات کا واسطہ اور ذریعہ نہ بنتا بلکہ زہر کھا کر ہلاک ہو جاتا۔ سیدنا خالدؓ نے زہر کو اپنی ہتھیلی پر رکھ کر فرمایا: ''کہ کوئی شخص اجل معین سے پہلے نہیں مرتا اور نہ ہی کوئی شے اللہ کے حکم کے بغیر اثر کرتی ہے۔'' یہ کہہ کر آپ نے یہ دعا پڑھی:

باسم اللہ خیر الاسماء و رب الارض والسماء' والذی لایضر مع اسم داء الرحمٰن الرحیم.

اور دعا پڑھ کر سارے کا سارا زہر نگل لیا۔ عمرو بن المسیح نے گو ایک حیرت انگیز اور تعجب خیز بات دیکھی تھی' مگر وہ خود عالم اور نہایت تجربہ کار آدمی تھا۔ اس نے سیدنا خالدؓ سے کہا: ''بخدا! تم میں سے ایک بھی جب تک ایسا رہے گا تم اپنی مراد کو پہنچتے رہو

Marfat.com

گے۔" اور پھر اس نے اہل حیرہ سے کہا کہ میں نے آج تک کوئی ایسی بات نہیں دیکھی۔ اس کے بعد اس نے سیدنا خالدؓ سے ایک سالانہ رقم معین کر کے صلح کر لی کہ اہل حیرہ کے جان و مال کی محافظت مسلمانوں کے جان و مال کی طرح کی جائے گی۔

(ابن اثیر جلد 2 ص 150)

عمرو بن المسیح ایک بہت بڑا عالم تھا اور ایک طویل تجربہ نے اسے کامل و مکمل بنا دیا تھا۔ اس کو سیدنا خالدؓ کی گفتگو سننے اور مسلمانوں کے حالات بچشم خود دیکھنے سے معلوم ہو گیا کہ یہ قوم حق پر ہے۔ ان کا غلبہ ضرور ہوگا اور سیدنا خالدؓ کی اس قوت ایمانی اور توکل نے کہ بلا اندیشہ ایسے سخت زہر کو نگل لیا اور اس کا کوئی اثر ان پر نہ ہوا۔ اس کے علم کو درجہ عین الیقین تک پہنچا دیا۔ چنانچہ اس نے بلا تامل صلح کر کے اپنے آپ کو اور اپنی قوم کو ہر قسم کی آفات اور ذلت سے بچا لیا۔

ایک روایت میں ہے کہ سیدنا خالد بن ولیدؓ نے الگ الگ ہر قلعہ کے سرکردہ لوگوں سے بات کی اور انہیں مستقبل کے نشیب و فراز سے آگاہ کیا اور یہ بھی بتایا کہ ہم عدل و انصاف کے حامی ہیں۔ ظلم اور زیادتی سے ہمیں سخت نفرت ہے۔ جو شرطیں میں نے آپ کو بتائیں ہیں' ان میں جو شرط تمہارے جی میں آئے اسے مان لو۔ انہوں نے نہایت غور و فکر کے بعد جزیہ دینا قبول کر لیا۔ سیدنا خالدؓ کا خیال تھا کہ عیسائی عرب اسلام قبول کر لیں' لیکن سیدنا خالدؓ کے سمجھانے کے باوجود انہوں نے اسلام قبول کرنے کے بجائے جزیہ دینا قبول کیا۔ چنانچہ ایک لاکھ نوے ہزار درہم سالانہ جزیہ پر اہل حیرہ سے صلح ہو گئی۔ سیدنا خالدؓ نے درج ذیل صلح نامہ لکھ کر ان کے حوالے کیا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ وہ عہد نامہ ہے جو خالد بن ولید نے سردارانِ حیرہ عمرو بن عدی' عدی بن عدی' عمرو بن المسیح' ایاس بن قبیصہ اور جری بن اکال سے کیا۔

"اہل حیرہ نے اس عہد نامہ کو قبول کر لیا ہے اور اپنے سرداروں کو اس کی تکمیل کے لیے مجاز گردانا ہے۔ عہد نامہ کے مطابق اہل حیرہ کو ایک لاکھ نوے ہزار درہم سالانہ جزیہ ادا کرنا ہوگا۔ یہ جزیہ ان کے پادریوں اور ان کے راہبوں سے بھی وصول کیا جائے گا' البتہ محتاجوں' اپاہجوں اور تارک الدنیا راہبوں کو معاف ہوگا۔

Marfat.com

اگر یہ جزیہ باقاعدہ ادا کیا جاتا رہا تو اہل حیرہ کی حفاظت کی پوری ذمہ داری مسلمانوں پر ہوگی۔ اگر وہ ان کی حفاظت میں ناکام رہے تو جزیہ نہیں لیا جائے گا۔ اگر قول یا فعل کے ذریعہ بدعہدی کی گئی تو یہ ذمہ داری ختم سمجھی جائے گی۔

یہ معاہدہ ربیع الاول 12 ہجری میں لکھا گیا۔" (طبری جلد 2 ص 567)

اہل حیرہ نے جزیے کے علاوہ سیدنا خالدؓ کو کچھ تحفے بھی دیے جو آپ نے مال غنیمت کے ہمراہ سیدنا ابوبکرؓ کی خدمت میں بھجوا دیے۔ آپ نے سیدنا خالدؓ کو کہلا بھیجا کہ اگر یہ تحفے جزیے میں شامل ہیں تو خیر ورنہ انہیں جزیے کی رقم میں شامل کر کے باقی رقم اہل حیرہ کو واپس کر دیں۔

بعض روایات میں ہے کہ یہ شرط بھی طے پائی کہ اہل حیرہ مسلمانوں کے لیے ایرانیوں کے خلاف جاسوسی کی خدمات سرانجام دیں گے اور مسلمان نہ ان کا کوئی گرجا مسمار کریں گے اور نہ ہی کوئی محل۔

بعض روایات میں ہے کہ فتح حیرہ کے بعد جب تمام معاملات مکمل ہو گئے تو سیدنا خالدؓ نے بارگاہ رب العزت میں شکرانے کے آٹھ نفل پڑھے۔ بعدازاں اپنے رفقاء سے فرمایا:

"جنگ موتہ کے روز میرے ہاتھ سے یکے بعد دیگرے نو تلواریں ٹوٹی تھیں، لیکن مجھے جتنا شدید مقابلہ اہل فارس کا کرنا پڑا اس سے پہلے کسی اور جنگ میں نہیں کرنا پڑا۔ اہل فارس میں سے اُلیس کے باشندوں نے جس جواں مردی، شجاعت اور بہادری سے میرا مقابلہ کیا اس کی مثال میں نے پہلے کسی مقابلہ میں نہیں دیکھی۔" (طبری جلد 2 ص 569)

حیرہ ----- فوجی ہیڈ کوارٹر

حیرہ ایک نہایت اہم مقام تھا۔ سیدنا خالدؓ نے اس کو اردگرد کے مفتوحہ علاقہ کے لیے جزیرہ عرب سے باہر اس کو اپنا پہلا فوجی ہیڈ کوارٹر اور صدر مقام بنا لیا۔ لیکن اس کے ساتھ انہوں نے یہاں کے اور دوسرے مفتوحہ علاقوں کے انتظامی معاملات مقامی لوگوں کے سپرد کر دیے تھے۔ وہ اپنی اس عزت افزائی پر بڑے خوش تھے، اس وجہ سے وہ

Marfat.com

اطاعت اور فرماں برداری میں پیش پیش تھے۔ حیرہ کے گرد و نواح کے باشندوں نے جب دیکھا کہ وہاں کے لوگ نہایت امن و سکون اور فارغ البالی اور ہر لحاظ سے خوش گوار زندگی بسر کر رہے ہیں اور اسلام ایک عدل و انصاف کا دین ہے۔ اس میں ظلم و تعدی کو نہایت نفرت سے دیکھا جاتا ہے اور یہاں کے لوگوں کو پوری پوری مذہبی آزادی ہے۔ اپنے کاروبار اور تجارت میں بھی پوری طرح خود مختار ہیں تو وہ اس سے نہایت متاثر ہوئے اور مسلمانوں کے ماتحت رہنے پر از خود تیار ہو گئے۔ مسلمانوں کی حکومت میں کاشت کار' محنت کش' مزارع' تاجر' امیر اور غریب سب ہی نہایت امن و سکون کے ساتھ اپنی زندگی گزارتے تھے۔ غلام و آقا' چھوٹے اور بڑے' امیر و غریب میں کوئی امتیاز نہ تھا۔ کوئی کسی کے حقوق کو غصب نہیں کر سکتا تھا۔ کسی کو کوئی پریشانی نہیں تھی۔ ہر شخص اپنی جگہ پر خوش تھا اور خوش گوار زندگی گزار رہا تھا تو ان کے دلوں میں مسلمانوں کے لیے محبت کے جذبات پیدا ہو گئے اور ان سے قربت پیدا ہو گئی۔ چنانچہ گرد و نواح کے کئی علاقوں نے از خود اس خواہش کا اظہار کیا کہ ان کے ساتھ بھی باشندگان حیرہ کی طرح معاہدہ کیا جائے تاکہ وہ بھی ایسی ہی امن و سکون کی خوش گوار زندگی گزار سکیں کیونکہ مسلمانوں کا اپنی رعایا سے یہ حسن سلوک انہیں بہت متاثر کر رہا ہے اور وہ بھی اس سے مستفید ہونا چاہتے ہیں۔

سیدنا خالدؓ سے بانقیا اور بسماء کا معاہدہ

ان جنگوں نے مسلمانوں کے حوصلوں کو بڑھاوا دیا۔ ان کی ہمتیں جوان ہو گئیں۔ سیدنا خالدؓ کے سامنے اب سب سے بڑا مرحلہ مدائن (ایرانی حکومت کا دارالسلطنت) کی فتح کا تھا' لیکن سیدنا ابوبکرؓ نے حکم بھیج دیا تھا کہ جب تک عیاض بن غنمؓ ان سے آ کر نہ مل جائیں اور جب تک میں نہ کہوں اس وقت تک مدائن کی طرف پیش قدمی نہ کی جائے۔ اس لیے سیدنا خالدؓ نے حیرہ کو اپنا فوجی ہیڈکوارٹر بنا لیا اور کم و بیش سال بھر یہاں مقیم رہے۔ اس قیام کے بہت فائدے ہوئے۔ سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ اطراف و جوانب کے بڑے بڑے زمینداروں اور جاگیرداروں نے جب یہ دیکھا کہ مسلمانوں کا معاملہ اہل حیرہ کے ساتھ نہایت اچھا اور منصفانہ ہے تو ان لوگوں

نے بھی از خود سیدنا خالدؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر صلح کی پیش کش کی۔ جزیہ ادا کر کے مسلمانوں کے سایہ عاطفت میں آنے کے لیے معاہدات کیے۔ سب سے پہلے جس شخص نے سیدنا خالدؓ سے اس سلسلے میں معاہدہ کیا وہ دیرناطف پادری تھا جس کا نام صلوبا بن نسطونا تھا۔ اس کا تعلق بانقیا اور بسماء کے دو قصبات سے تھا۔ اس نے ان قصبات کی اس تمام زمین کا لگان ادا کرنے کی ذمہ داری قبول کی جو دریائے فرات کے ساحل پر واقع تھی۔ اس نے اپنے خاندان اور اپنی قوم کی طرف سے دس ہزار درہم سالانہ جزیہ ادا کرنے کا حسب ذیل معاہدہ کیا:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ معاہدہ خالد بن ولیدؓ کی طرف سے صلوبا بن نسطونا اور اس کی قوم کے لیے لکھا جاتا ہے۔ اس معاہدے کے مطابق تم سے دس ہزار درہم سالانہ جزیہ وصول کیا جائے گا۔ کسریٰ کے موتی اس کے علاوہ ہوں گے۔ یہ رقم اصحاب استطاعت اور کمانے والے افراد سے ان کی آمدنی اور حیثیت کے مطابق وصول کی جائے گی۔ اس جزیے کے بدلہ میں مسلمانوں کی طرف سے بانقیا اور بسماء کی بستیوں کی حفاظت کی جائے گی۔ تمہیں اپنی قوم کا نقیب مقرر کیا جاتا ہے جسے تمہاری قوم قبول کرتی ہے۔ اس معاہدے پر میں اور میرے ساتھ تمام مسلمان رضامند ہیں اور اسے قبول کرتے ہیں۔ اسی طرح تمہاری قوم بھی اس پر رضامند ہے اور اسے قبول کرتی ہے۔ آج سے تم ہماری حفاظت میں داخل ہو۔ ہم پر تمہاری حفاظت کی ذمہ داری ہے۔ ہم اسی صورت میں جزیہ لینے کے حق دار ہوں گے کہ تمہاری حفاظت سے عہدہ برآ ہوں۔ اگر ہم تمہاری حفاظت نہ کر سکے تو جزیہ کے حق دار نہ ہوں گے۔ اس معاہدے کے گواہ اور دستخط کرنے والے ہشام بن ولید' قعقاع بن عمرو' جریر بن عبداللہ الحمیری اور حنظلہ بن ربیع ہیں۔" (طبری جلد 2 ص 570)

طبری نے ان معاہدوں کی تاریخیں ماہ صفر غلط لکھی ہیں کیونکہ یہ دونوں معاہدے فتح حیرہ کے بعد ہوئے اور فتح حیرہ ربیع الاول میں ہوئی۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان معاہدوں کی تاریخیں صلح کرنے والون کی طرف سے نہیں لکھی گئیں بلکہ یہ راویوں کا اپنا اندراج ہے کیونکہ اس زمانہ میں معاہدوں کے ساتھ تاریخیں لکھنے کا رواج نہیں تھا۔

Marfat.com

ان معاہدات کے علاوہ سیدنا خالدؓ نے مختلف بلاد و قصبات اور دیہات میں فوجی دستے متعین فرمائے کیونکہ اب جنوب میں خلیج فارس، شمال میں حیرہ، مغرب میں بلاد عرب اور مشرق میں دجلہ تک وسیع علاقہ مسلمانوں کے قبضہ میں تھا۔ چنانچہ آپ نے سیدنا ضرار بن ازورؓ، ضرار بن خطابؓ، قعقاع بن عمروؓ اور مثنیٰ بن حارثہ شیبانیؓ وغیرہ نامور بہادروں کی قیادت میں ایک فوجی دستہ دے کر ان کو ان تمام علاقوں میں منتشر کر دیا تاکہ ان علاقوں کا ایک تو نظم و ضبط قائم رہے اور دوسرے مفتوحہ علاقوں میں کسی کو بغاوت اور سرکشی کی جرأت نہ ہو۔

سیدنا خالدؓ کے عمال و امراء

جزیے اور خراج کے جو معاہدات سیدنا خالدؓ نے اہل حیرہ اور دوسرے لوگوں سے کیے ان کے مطابق جزیہ وغیرہ کی وصول یابی کے لیے کچھ عمال اور امراء کو مقرر فرمایا جن کی تفصیل کچھ یوں ہے:

فلالیج کے بالائی علاقے میں عبداللہ بن وشمیہ النصری کو مقرر کیا۔ بانقیا اور بسماء پر جریر بن عبداللہ کا تقرر کیا۔ نرین پر بشر بن خصاصیہ کو، تتر پر سوید بن مقرنؓ کو اور زوذستان پر اُط بن ابی اُط کو مقرر کیا گیا۔ اس انتظام کے باعث تمام علاقوں کا خراج اور جزیہ پچاس دن کے اندر اندر سیدنا خالدؓ کے پاس پہنچ گیا۔

سرحدوں کی حفاظت کے لیے مندرجہ ذیل امراء کا تقرر کیا گیا۔

ضرار بن ازورؓ، ضرار بن خطابؓ، مثنیٰ بن حارثہؓ، ضرار بن مقرنؓ، قعقاع بن عمروؓ، بسر بن ابی وہمؓ، عتیبہ بن لناسؓ ـــــ یہ لوگ سرحدی چھاؤنی پر پہنچ کر مملکت کی سرحد کے ساتھ ساتھ قیام پذیر ہوگئے۔ سیدنا خالدؓ نے انہیں حکم دیا تھا کہ دشمن پر یورش کرتے رہیں اور اسے چین سے نہ بیٹھنے دیں۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اپنی سرحد سے آگے دجلہ کے کنارے تک سارا علاقہ دشمن سے چھین لیا تھا۔

دو مکتوب

سیدنا خالد بن ولیدؓ تقریباً ایک سال سے حیرہ میں بیٹھے سیدنا ابوبکرؓ کے احکام کا انتظار کر رہے تھے کیونکہ پیش قدمی کے لیے خلیفہ رسولؐ کی اجازت ضروری تھی۔ سیدنا

ابوبکرؓ نے انہیں حکم دے رکھا تھا کہ جب تک سیدنا عیاض بن غنمؓ دومتہ الجندل فتح کر کے ان کے پاس نہ پہنچ جائیں وہ حیرہ ہی میں قیام پذیر رہیں اور کسی علاقے کی طرف پیش قدمی نہ کریں۔ سیدنا عیاض بن غنمؓ کافی عرصہ سے دومتہ الجندل میں پھنسے ہوئے تھے اور وہاں انہیں کوئی کامیابی نہیں ہو رہی تھی۔ سیدنا خالدؓ ایک ماہر جرنیل تھے۔ ایک جرنیل کے لیے بیکار بیٹھنا بہت ہی مشکل ہوتا ہے۔ خالدؓ کے دل میں ایران کو مکمل طور پر فتح کرنے کی آرزو کروٹ لے رہی تھی' مگر سیدنا ابوبکرؓ کا حکم ماننا بھی ضروری تھا۔ حیرہ میں بیٹھنے نے ان کو سخت پریشان کر رکھا تھا۔ انہوں نے کئی دفعہ کئی لوگوں سے اس کا اظہار بھی کیا تھا کہ سیدنا ابوبکرؓ کے حکم نے میرے پاؤں باندھ رکھے ہیں ورنہ مدائن کب کا فتح ہو گیا ہوتا۔ بہرحال جب وہ بیٹھے بیٹھے کچھ زیادہ ہی اکتا گئے تو انہوں نے دو مکتوب دو آدمیوں مرہ اور حزقیل کے ہاتھ ملوک ایران اور امراء و عمال ایران کے نام بھیجے۔ ملوک ایران کے نام انہوں نے حیرہ کے شخص مرہ کے ہاتھ بھیجا اور اسے کہا کہ میرا یہ خط ملوک ایران کے پاس پہنچا دو۔ مجھے اللہ تعالیٰ سے پوری پوری امید ہے کہ یا تو وہ ان کے عیش و آرام کو تلخ کر دے گا یا وہ لوگ اسلام قبول کر لیں گے یا پھر ہم سے مصالحت کر لیں گے۔ ملوک ایران کے نام ان کا خط حسب ذیل تھا:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ خط خالد بن ولیدؓ کی طرف سے ملوک فارس کے نام بھیجا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے تمہارا نظام درہم برہم کر دیا۔ تمہارے مکر و فریب کو ناکام کر دیا اور تم میں اختلافات پیدا کر دیا۔ اگر وہ ایسا نہ کرتا تو اس میں تمہارا ہی نقصان تھا۔ اب تمہارے لیے یہی بہتر ہے کہ ہماری اطاعت قبول کر لو۔ اگر ایسا کرو گے تو ہم تمہیں اور تمہارا علاقہ چھوڑ کر دوسری طرف چلے جائیں گے' ورنہ تمہیں ایک ایسی قوم کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پڑیں گے جو موت کو اس سے زیادہ پسند کرتی ہے جتنا کہ تم زندگی کو پسند کرتے ہو۔"

ایرانی امراء اور عمال کے نام جو خط آپ نے حزقیل کے ہاتھ بھیجا۔ اس میں آپ نے لکھا:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ خط خالد بن ولیدؓ کی طرف سے ایرانی امراء اور حکام کے نام ہے۔ تم لوگ اسلام قبول کر لو' سلامت رہو گے یا پھر جزیہ ادا کرو۔ ہم

Marfat.com

تمہاری حفاظت کے ذمہ دار ہوں گے' ورنہ یاد رکھو! میں ایک ایسی قوم کے ساتھ تمہاری طرف آنے والا ہوں جو موت پر اتنی ہی فریفتہ ہے جتنے تم شراب نوشی پر۔ (قد جئتکم بقوم یحبون الموت کما تحبون شرب الخمر)
(طبری جلد 2 ص 572' البدایہ والنہایہ جلد 6 ص 348)

انبار کی فتح اور سیدنا خالدؓ

اس زمانے میں جب مسلمان دجلہ کے اس طرف فتح پر فتح حاصل کرنے میں مصروف تھے' اہل فارس اردشیر کی موت کے باعث اندرونی اختلافات اور انتشار میں الجھے ہوئے تھے۔ ان کی اس ژولیدہ حالی کی وجہ سے تخت ایران پر قبضہ کرنے کے لیے جوتیوں میں دال بٹ رہی تھی۔ اگرچہ سیدنا خالدؓ سے جنگ کرنے کے متعلق سب متفق و متحد تھے' لیکن جنگ کو ایک دوسرے پر ٹال رہے تھے۔ ایک سال تک ان کی یہ کیفیت رہی اور مسلمان دجلہ تک سواد عراق پر قبضہ کرتے چلے گئے اور حیرہ سے دجلہ تک اہل فارس کا کوئی اثر باقی نہ رہا۔ نہ اس علاقے کے لوگ ذمی ہی بنے سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے سیدنا خالدؓ سے باقاعدہ معاہدے کر لیے تھے۔ باقی اہل سواد یا تو جلا وطن تھے یا پھر کہیں قلعہ بند ہو کر مسلمانوں سے برسر پیکار تھے۔ اس عرصہ میں اہل فارس نے سواد بغداد میں مدائن کے قریب برشیر پر تو مدافعت کی لیکن باقی عرصہ بادشاہ بنانے اور معزول کرنے کے سوا اور کچھ نہ کیا۔

جب سیدنا خالدؓ کا خط ان کے پاس پہنچا تو ان کی آنکھیں کھلیں اور انہوں نے اپنے اختلافات اور تنازعات ختم کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس فیصلے کے مطابق انہوں نے بالاتفاق فرخ زاد بن بندوان کو (جو شاہی خاندان سے نہ تھا) عارضی طور پر اس وقت تک سلطنت کا نگران مقرر کر دیا جب تک آل کسریٰ میں سے کسی شہزادے کی بادشاہی پر سب متفق ہو سکیں۔ دوسری طرف سیدنا خالدؓ کو مفتوحہ علاقوں اور سرداروں کی حفاظت کے انتظامات سے متعلق پورا اطمینان ہو گیا تو وہ سیدنا قعقاع بن عمروؓ کو حیرہ میں اپنا نائب مقرر کر کے خود عیاض بن غنمؓ کی مدد کے لیے روانہ ہو گئے کیونکہ وہ کافی مدت سے دومتہ الجندل میں پھنسے ہوئے تھے۔ مقدمتہ الجیش پر سیدنا اقرع بن حابسؓ مقرر

تھے۔ حیرہ سے چل کر سیدنا خالدؓ سب سے پہلے فلوجہ پہنچے۔ وہاں سے کربلا گئے۔ کربلا کی فوجی چوکی پر سیدنا عاصم بن عمروؓ متعین تھے۔ یہاں آپ نے کچھ روز قیام فرمایا۔ اس کے بعد یہاں سے کوچ کا حکم دیا اور انبار پہنچے۔ انبار بغداد کے مغرب میں دس فرسخ کے فاصلے پر دریائے فرات کے کنارے واقع ہے۔ مورخین نے لکھا ہے کہ "انبار کو انبار کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہاں غلہ اور اناج کے انبار لگے رہتے تھے۔ نعمان بن منذر کے خاص لوگ اور اس کے دست کاروں کو یہیں سے غلہ فراہم کیا جاتا تھا۔"

انبار میں بڑی آبادیاں عربوں کی تھیں جن کے آباء و اجداد بخت نصر کے عہد حکومت میں یہاں آ کر آباد ہو گئے تھے۔ یہ لوگ عربی لکھنا بھی جانتے تھے۔

(فتوح البلدان بلاذری ص 255)

جب اہل انبار کو سیدنا خالدؓ کے آنے کی اطلاع ملی تو وہ شہر کے اردگرد خندق کھود کر قلعہ بند ہو گئے اور اس طرح اپنے آپ کو نہایت محفوظ سمجھتے ہوئے بیٹھ رہے۔ سیدنا خالدؓ مقدمۃ الجیش کے ساتھ ساتھ ہی وہاں پہنچے۔ خندق کے کنارے کنارے آپ نے قلعہ کا ایک چکر لگایا اور جنگ شروع کر دی۔ آپ کی عادت تھی کہ جہاں کہیں جنگ کا موقع نظر آتا آپ سے ضبط نہ ہو سکتا تھا۔ آپ نے اپنے تیراندازوں کو کہا: "جو لوگ ہمارے مقابلہ میں متعین ہیں وہ میرے خیال میں اصول جنگ سے واقف نہیں۔ اس لیے تم تاک تاک کر کے ان کی آنکھوں کو نشانہ بناؤ۔ چنانچہ تیراندازوں نے ایسا ہی کیا اور ایک ہی دن میں دشمنوں کے ایک ہزار آدمیوں کی آنکھیں بے کار کر کے رکھ دیں۔ ایک شور مچ گیا کہ اہل انبار کی آنکھیں جاتی رہیں۔ اسی وجہ سے اس جنگ کا دوسرا نام "ذات العیون" بھی ہے۔

(طبری جلد 2 ص 576' ابن اثیر جلد 2 ص 369)

اہل انبار کا قائد اور سپہ سالار شیرزاد اپنے زمانے کا نہایت مدبر اور عقل مند آدمی تھا۔ وہ ساباط کا رئیس تھا اور عرب و عجم دونوں میں بڑا ہر دل عزیز تھا۔ اس نے سیدنا خالدؓ سے صلح کی بات چیت شروع کی لیکن شرائط ایسی پیش کیں جو سیدنا خالدؓ کو کسی صورت منظور نہ تھیں۔ چنانچہ صلح کی بات چیت ناکام ہو گئی۔ اس کے بعد سیدنا خالدؓ فوج لے کر ایسے مقام پر آئے جہاں خندق بہت تنگ تھی۔ آپ نے حکم دیا کہ لشکر کے

Marfat.com

مریض اور ناکارہ اونٹ ذبح کر کے خندق میں ڈال دیے جائیں۔ چنانچہ مسلمانوں نے اونٹ ذبح کر کے خندق میں پھینک دیے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی لاشوں سے خندق کا ایک حصہ پٹ گیا اور ایک پل سا بن گیا۔ سیدنا خالدؓ فوج کو ساتھ لے کر خندق کے پار ہو گئے اور دشمن کو قلعہ کے اندر پسپا ہونا پڑا۔ یہ حالت دیکھ کر شیرزاد نے دوبارہ صلح کے لیے سلسلہ جنبانی شروع کی اور یہ پیش کش کی کہ اگر ان کی جان بخشی کر دی جائے تو سواروں کے ایک دستہ کے ساتھ جن کے پاس سامان وغیرہ کچھ نہ ہوگا' وہ خالی ہاتھ شہر سے باہر نکل جائے گا۔ سیدنا خالدؓ نے اس کی یہ پیش کش منظور کر لی اور شیرزاد شہر سے نکل گیا۔ شہر پر مسلمان قابض ہو گئے اور انبار کے نواحی علاقے کے لوگوں نے سیدنا خالدؓ سے مصالحت کر لی۔

سیدنا خالدؓ کے مقدمتہ الجیش کی خود قیادت کرنا' کمزور مقامات کی چھان بین کرنے کے لیے خندق کے گرد چکر لگانا' چکر لگانے کے فوراً بعد لڑائی شروع کر دینا' لڑائی شروع ہونے کے فوراً بعد یہ معلوم کر لینا کہ دشمن فنون حرب سے قطعاً ناواقف ہے' پھر دشمن کی ان تمام کمزوریوں کے باوجود لڑائی میں کوئی ناجائز حربہ یا حیلہ اختیار نہ کرنا' یہ سب باتیں ظاہر کرتی ہیں کہ سیدنا خالدؓ کو کس درجہ جنگی مہارت حاصل تھی۔

(طبری جلد 2 ص 576' ابن اثیر جلد 2 ص 269)

معرکہ عین التمر اور سیدنا خالدؓ

انبار فتح ہو گیا اور اس کے گرد و نواح کے علاقے بھی مسلمانوں کے قبضہ میں آ گئے۔ جب سیدنا خالد بن ولیدؓ یہاں سے فراغت حاصل کر چکے تو آپ نے انبار میں زبرقان بن بدر کو اپنا نائب مقرر کیا اور خود عین التمر کا رخ کیا۔ عین التمر کوفہ کے مغرب میں انبار کے قریب صحرا میں ایک قصبہ ہے۔ بعض حضرات نے لکھا ہے کہ عین التمر عراق اور بادیہ شام کے درمیان صحرا کے کنارہ پر واقع ہیں۔ سیدنا خالدؓ تین روز کی مسافت کے بعد یہاں پہنچے تھے۔ بہرام چوبین کا لڑکا مہران خان یہاں کا گورنر تھا۔ اس کے پاس ایرانیوں کی ایک بہت بڑی فوج کے علاوہ بنو تغلب' بنو تمر اور بنو ایاد کے بدوی قبائل اور بادیہ شام کے عربی النسل عیسائی قبائل بھی موجود تھے جن کی قیادت عقہ

Marfat.com

بن ابی عقہ اور ہذیل کے سپرد تھی اور ان سب کا سپریم کمانڈر مہران تھا جو بہران چوبین کا بیٹا تھا۔ سیدنا خالدؓ کے جب عین التمر پہنچنے کی اطلاع پہنچی تو عقہ نے مہران سے کہا: ''ہم عرب کے رہنے والے ہیں اور عربوں سے کس طرح لڑا جاتا ہے اس کو ہم بخوبی جانتے ہیں۔ تم ہمیں مسلمانوں سے لڑنے دو۔'' مہران نے کہا: ''تم صحیح کہتے ہو' عربوں سے لڑنے کا طریقہ تم ہی لوگوں کو معلوم ہے' لہذا تم ہی ان مسلمانوں سے لڑو۔ اگر ہماری ضرورت پڑی تو ہم بھی تمہاری مدد کے لیے حاضر ہیں۔'' ایران کے فوجی مہران کی بات کی تہہ تک نہ پہنچ سکے' اس لیے انہوں نے مہران کو جواب پر ملامت کی۔ مہران نے جواب دیا: ''تم مجھے ملامت نہ کرو' میں نے ایک بہت بڑی چال چلی ہے جو تم لوگوں کو فی الحال تو سمجھ میں نہیں آتی' لیکن یہ تمہارے لیے بڑی مفید ہے۔ مسلمانوں کا جو شخص لڑائی کے لیے آ رہا ہے اس کا نام خالد بن ولیدؓ ہے۔ اس نے تمہارے بڑے بڑے جرنیلوں اور امراء کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے اور تمہارے بڑے بڑے سپہ سالار اس کی خون آشام تلوار کا لقمہ بنے ہیں۔ اس نے تمہاری سلطنت کی چولیں ہلا کر رکھ دی ہیں۔ تمہاری اس کے مقابلہ میں کیا حیثیت ہے؟ تم تماشا دیکھو اور ان عربوں کو عربوں سے لڑنے دو۔ اگر عقہ اور اس کا لشکر خالدؓ کے مقابلہ میں کامیاب رہا تو پھر بھی ہماری فتح ورنہ عقہ اور مسلمان فوج لڑتے لڑتے کمزور ہو جائے گی اور ہم تازہ دم ہوں گے اور مسلمانوں کی فوج پر حملہ کر دیں گے اور مسلمانوں کی تھکی ہاری فوج کو آسانی کے ساتھ شکست دے دیں گے۔'' تجویز تو بہت اچھی تھی اس لیے مہران کی بات سن کر ایرانی فوجی خاموش ہو گئے۔

اب عقہ اپنی فوج لے کر سیدنا خالدؓ کی طرف بڑھا۔ اس کے میمنہ پر بجیر بن فلان تھا اور میسرہ پر ہذیل بن عمران۔ عقہ اور مہران کے درمیان چند میلوں کی مسافت تھی۔ عقہ نے ایک مقام پر پہنچ کر سیدنا خالدؓ کا راستہ روکا اور اپنی فوج کو ترتیب دینے لگا۔ سیدنا خالدؓ نے بھی اپنی فوج کی صف بندی کی۔ جب دونوں طرف صفیں آراستہ ہوئیں تو عقہ نے آگے بڑھ کر سیدنا خالدؓ پر حملہ کیا۔ دونوں ایک دوسرے پر وار کرتے رہے۔ آخر سیدنا خالدؓ نے پہلو بچا کر عقہ پر اچانک زور سے حملہ کیا کہ عقہ کو اپنے دونوں بازوؤں میں تھام کر گرفتار کر لیا۔ عقہ کی گرفتاری نے اس کی فوج کے پاؤں اکھاڑ

Marfat.com

دیے۔ عقہ کی فوج بدحواس ہو کر بھاگی۔ مسلمانوں نے ان کا تعاقب کر کے کافی لوگوں کو قتل بھی کیا اور گرفتار بھی۔ بعض حضرات نے لکھا ہے کہ جب عقہ اور خالدؓ ایک دوسرے پر وار کر رہے تھے تو مسلمانوں نے نہایت تیزی کے ساتھ کمند پھینکی اور عقہ کو پھانس لیا۔ بس عقہ کا گرفتار ہونا تھا کہ اس کی فوج بھاگ کھڑی ہوئی۔ بے شمار لوگ قتل ہوئے اور کافی گرفتار بھی ہوئے۔ ہذیل اور دوسرے کئی فوجی افسر جان بچا کر بھاگنے میں کامیاب ہو گئے۔

مہران نہایت اطمینان کے ساتھ عین التمر کے قلعہ میں بیٹھا مسلمانوں کی شکست اور عقہ کی کامیابی کی خبر کا انتظار کر رہا تھا اور اسے پورا اطمینان تھا کہ سیدنا خالدؓ کی فوج شہر پر حملہ نہیں کر سکے گی' لیکن جب اس کو عقہ کی گرفتاری اور اس کی فوج کی ہزیمت کی خبر پہنچی تو وہ سخت پریشان ہوا اور اپنی فوج کو ساتھ لے کر قلعہ سے بھاگ گیا۔ وہاں صرف معمولی سے سپاہی یا عقہ کی بھاگی ہوئی فوج کے سپاہی رہ گئے تھے۔ سیدنا خالدؓ نے آتے ہی قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ چند روز تک محصورین قلعہ سے پتھر پھینک کر مسلمانوں کی فوج کا مقابلہ کرتے رہے۔ پھر جب محاصرہ سے تنگ آ گئے تو اس شرط پر دروازے کھولنے پر تیار ہو گئے کہ ان کی جان بخشی کی جائے۔ سیدنا خالدؓ نے کہا کہ غیر مشروط طور پر ہتھیار ڈالے جائیں۔ آخر تنگ آ کر انہوں نے قلعہ کے دروازے کھول دیے اور سیدنا خالدؓ کے سامنے غیر مشروط طور پر ہتھیار ڈال دیے۔ جونہی قلعہ کے دروازے کھلے تو تمام لوگوں کو گرفتار کر لیا گیا اور قلعہ پر قبضہ کر لیا گیا۔ عقہ اور اس کے ساتھی جو سخت قسم کے فتنہ پرداز تھے ان سب کو قتل کر دیا گیا اور قلعہ کے تمام مال و اسباب پر قبضہ کر لیا گیا۔ اس قلعہ میں ایک گرجا تھا جس میں چالیس لڑکے بائبل کی تعلیم حاصل کیا کرتے تھے۔ جب مسلمان قلعہ میں داخل ہوئے تو گرجا کا دروازہ اندر سے بند تھا۔ دروازہ کھلوایا گیا تو اندر سے چالیس لڑکے بائبل پڑھتے ہوئے ملے۔ سیدنا خالدؓ نے پوچھا: ''تم کون ہو؟'' انہوں نے کہا: ''ہم اس کلیسا کے وقف ہیں۔'' سیدنا خالدؓ نے ان کو وہاں سے نکال کر فوجیوں میں تقسیم کر دیا۔ ان لڑکوں میں سے بعض مثلاً امام محمد بن سیرین تو بصرہ کے نامور فقیہ اور محدث تھے اور موسیٰ بن نصیر فاتح اندلس تھے۔ یہ وہ عظیم لوگ ثابت ہوئے جنہوں نے اسلامی سلطنت کے استحکام کے لیے گراں قدر

Marfat.com

خدمات انجام دیں۔

سیدنا خالدؓ نے ولید بن عقبہؓ کو خمس دے کر فتح کی خوش خبری کے ساتھ سیدنا ابوبکرؓ کی خدمت میں روانہ کر دیا۔ سیدنا ابوبکرؓ کو اس بات کا بالکل علم نہیں تھا کہ خالد حیرہ سے نکل کر کسی مقام پر ایرانی فوجوں سے مقابلہ کر رہے ہیں کیونکہ انہوں نے آپ کو عیاض بن غنمؓ کے دومتہ الجندل سے آنے تک حیرہ ہی میں رہنے کا حکم دیا تھا۔ ولید بن عقبہؓ نے سیدنا ابوبکرؓ کو جنگ کے تمام حالات تفصیل سے بیان کیے اور وہ وجہ بھی بتائی جس وجہ سے خالدؓ حیرہ سے نکل کر انبار اور پھر عین التمر کی فتح پر مجبور ہوئے۔ سیدنا ابوبکرؓ واقعات کی تفصیل سن کر خاموش ہوگئے۔ سیدنا عیاض بن غنمؓ قریباً ایک سال سے دومتہ الجندل میں بیٹھے تھے۔ ان کے اتنی دیر وہاں رہنے سے سیدنا ابوبکرؓ بھی پریشان تھے کیونکہ ان کے نزدیک دومتہ الجندل کو فتح کرنا کوئی زیادہ مشکل نہ تھا' لیکن سیدنا عیاض بن غنمؓ جب وہاں پہنچے تو انہیں بہت مشکلات کا سامنا کرنا پڑ گیا جس کی وجہ سے انہیں وہاں ایک سال کا عرصہ لگ گیا۔

ولید بن عقبہؓ دومتہ الجندل میں

سیدنا ابوبکرؓ نے تمام حالات کا تجزیہ کیا اور ولید بن عقبہؓ کو واپس عین التمر جانے کے بجائے دومتہ الجندل جانے کا حکم دیا۔ چنانچہ وہ آپ کے حکم کی تعمیل میں دومتہ الجندل روانہ ہوگئے۔ وہاں جا کر انہوں نے ایک عجیب حالت دیکھی کہ سیدنا عیاض بن غنمؓ نے دومتہ الجندل کا محاصرہ کیا ہوا ہے اور شہر والوں نے مسلمان فوجوں کے اردگرد مختلف قبائل کے لشکر بٹھا کر ان کو اپنے گھیرے میں لے رکھا ہے۔ اور اب حالت یہ ہے کہ نہ تو دومتہ الجندل کے لوگ نکل کر کہیں جا سکتے ہیں اور نہ ہی مسلمان فوج کے لیے کہیں آنے جانے کی کوئی صورت باقی رہی ہے۔ سیدنا ولیدؓ نے جنگی صورت حال کا جائزہ لیا اور پھر سیدنا عیاض بن غنمؓ کو کہا: "بعض حالات میں عقل کی ایک بات ایک زبردست لشکر سے بھی زیادہ مفید ثابت ہوتی ہے۔ اگر تم میری بات مانو تو خالد بن ولیدؓ سے مدد کی درخواست کرو۔ وہ انشاء اللہ آپ کو اس مصیبت سے نجات دلائیں گے۔ سیدنا عیاضؓ نے سیدنا ولید بن عقبہؓ کی بات سے اتفاق کیا اور سیدنا خالدؓ

کے پاس قاصد بھیج کر مدد کی درخواست کی۔ خالد بن ولیدؓ اس وقت عین التمر کے معرکہ سے فارغ ہو چکے تھے۔ جب سیدنا عیاضؓ کا قاصد ان کے پاس پہنچا۔ خط پڑھ کر سیدنا خالدؓ نے اس کا جو جواب دیا وہ تاریخ کے اوراق میں کچھ یوں ہے:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم --- خالد بن ولیدؓ کی طرف سے عیاض بن غنمؓ کے نام ---
میں بہت جلد تمہارے پاس آ رہا ہوں۔ یوں سمجھ لو کہ ایسی اونٹنیاں تمہارے پاس آنے والی ہیں جن پر کالے زہریلے ناگ سوار ہیں۔ فوج کے دستے پہنچ رہے ہیں جن کے پیچھے اور دستے بھی آ رہے ہیں۔"

سیدنا خالدؓ کے خط کے الفاظ اس بات کی غمازی کر رہے ہیں کہ وہ بغیر جنگ کے حیرہ میں بیٹھے اکتا گئے ہیں۔ وہ کوئی محاذ تلاش کرنے کے خواہش مند تھے جو اس خط سے انہیں مل گیا تھا جس سے وہ نہایت خوش تھے۔ چنانچہ انہوں نے عدیم بن کامل اسلمی کو اپنا نائب مقرر کیا اور خود فوج کی ایک بھاری جمعیت لے کر دومتہ الجندل روانہ ہو گئے۔

دومتہ الجندل کی سیاسی اور جغرافیائی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ یہ اسلام دشمن عناصر کا ایک اڈہ تھا کیونکہ یہ شہر اس مقام پر واقع تھا جہاں سے دو راہیں نکلتی ہیں۔ ایک راہ حیرہ اور عراق کی طرف جاتی ہے اور دوسری شام کی طرف۔ رسول اللہ صلی علیہ وسلم کی یہ خواہش تھی کہ شام اور جزیرہ نما عرب کی سرحدیں ہر صورت میں پرامن رہیں اور ایسا نہ ہو کہ رومی فوجیں کسی وقت دھوکے سے سرحد عبور کر کے عرب کی سرزمین میں داخل ہو جائیں۔ یہی وجہ تھی کہ آپؐ نے اس پر کڑی نظر رکھی اور اس کو اسلامی مملکت میں داخل کرنے کی کوشش کی۔ ربیع الاول سنہ 5 ہجری میں آپ کو خبر ملی کہ دومتہ الجندل میں دشمنوں کی ایک بہت بڑی فوج اکٹھی ہو رہی ہے۔ آپؐ ایک ہزار مسلمانوں کی جمعیت لے کر مدینہ طیبہ سے روانہ ہوئے لیکن دشمن آپ کی آمد کی خبر سن کر بھاگ گئے۔ بعد ازیں اکیدر بن عبدالملک الکندی جو قیصر کے زیر اثر تھا' سرکار دو عالمﷺ نے شوال 9 ہجری میں سیدنا خالدؓ کو اس کے مقابلہ کے لیے بھیجا۔ سیدنا خالدؓ اس کو گرفتار کر کے مدینہ لے آئے اور وہ مسلمان ہو گیا' لیکن آپؐ کی وفات کے بعد اس نے زکوٰۃ کی ادائیگی سے انکار کر دیا اور عہد شکنی کر کے مرتد ہو گیا۔

Marfat.com

سیدنا ابوبکرؓ کی بھی یہی خواہش تھی جو جناب ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی۔ اسی وجہ سے آپ نے سیدنا عیاض بن غنمؓ کو اسے فتح کرنے کے لیے بھیجا جو وہ ایک سال تک فتح نہ کر سکے بلکہ خود محصور ہو گئے۔

غرض سیدنا خالد بن ولیدؓ دومتہ الجندل پہنچے۔ بڑا طویل سفر تھا۔ عین التمر سے دومتہ الجندل تین سو میل کی مسافت پر تھا۔ یہ سفر آپ نے دس روز سے بھی کم مدت میں طے کیا۔ شمال سے جنوب کو جاتے ہوئے شام اور نفور کے لق و دق صحراؤں اور خوفناک جنگلوں میں سے گزرنا پڑتا تھا۔ اس ہولناک سفر کو انہوں نے نہایت تیزی سے طے کیا۔ سیدنا خالدؓ کے دومتہ الجندل پہنچنے سے پہلے ہی یہاں کے باشندوں کو ان کے آنے کی اطلاع مل گئی تھی اور وہ حیرانی اور پریشانی کے عالم میں تھے۔ بنو غسان اور بنو تغلب کے جن قبائل نے عراق کے محاذوں پر سیدنا خالدؓ سے شکست کھائی تھی وہ سب یہاں آ گئے تھے۔ ان کے علاوہ بنو کلب' تنوخ اور خجاعم اور دوسرے کئی عربی قبائل بھی یہاں اکھٹے تھے جو خالدؓ کی شکست کا بدلہ عیاضؓ بن غنم سے لینا چاہتے تھے۔ عیاضؓ اس صورت حال سے نہایت پریشان تھے۔

دومتہ الجندل کی فوج کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ ایک حصہ کی قیادت اکیدر بن عبدالملک کے ہاتھ میں تھی جب کہ دوسرے حصہ کی کمان جودی بن ربیعہ کے ہاتھ میں تھی۔ اکیدر نے جب اسلام قبول کیا تو اسے دومتہ الجندل کا حاکم مقرر کیا گیا تھا لیکن جب وہ مرتد ہو گیا تو سیدنا عیاضؓ کو اس کی سرکوبی کے لیے بھیجا گیا تھا۔ اکیدر بن عبدالملک کندی کو جب سیدنا خالد بن ولیدؓ کی آمد کا پتہ چلا تو وہ بہت پریشان ہوا۔ وہ فوری طور پر دوسرے جرنیل جودی بن ربیعہ کے پاس گیا جو عراق سے دومتہ الجندل آیا تھا۔ اس نے جودی سے کہا: ''میں تمہاری نسبت خالدؓ کو بہت زیادہ جانتا ہوں۔ آج دنیا میں خالدؓ سے بڑھ کر کوئی شخص خوش بخت سپہ سالار اور فنون حرب میں ماہر نہیں۔ جو قوم خالدؓ سے مقابلہ کرتی ہے وہ ناکام ہو جاتی ہے خواہ اس کی تعداد کم ہو یا زیادہ۔ بہر حال شکست اس کا مقدر ہو جاتی ہے' لہذا تم میری بات مانو اور خالدؓ سے صلح کر لو۔ اکیدر کی یہ رائے بالکل صائب اور سابقہ تجربوں پر مبنی تھی لیکن وہ لوگ گزشتہ جنگوں کی شکست کے انتقام لینے کی خواہش میں مبتلا تھے' اس لیے انہوں نے صلح کرنے سے صاف انکار کر

دیا۔ اکیدر نے انہیں بہت سمجھایا لیکن وہ نہ مانے۔ چنانچہ اکیدر ان لوگوں سے علیحدہ ہوگیا اور اپنی راہ لی۔ سیدنا خالدؓ کو جب اس بات کا پتہ چلا تو آپ نے عاصم بن عمرو کو اس کے تعاقب میں بھیجا۔ عاصم نے اکیدر کو گرفتار کر کے سیدنا خالدؓ کی خدمت میں پیش کیا۔ چونکہ وہ باغی اور مرتد تھا اس وجہ سے سیدنا خالدؓ کے حکم سے قتل کر دیا گیا۔

(ابن اثیر جلد 2 ص 270' البدایہ والنہایہ جلد 2 ص 350)

بعض روایت میں ہے کہ جودی وغیرہ سے الگ ہو کر اکیدر سیدنا خالدؓ کے خیمہ میں آ گیا۔ سیدنا خالدؓ نے اسے گرفتار کر کے سیدنا ابوبکرؓ کے پاس بھیج دیا۔ وہاں وہ عہد فاروقی میں رہا ہوا اور پھر عین التمر کے نزدیک ایک مقام پر جس کا نام "دومتہ" تھا سکونت اختیار کر لی اور زندگی کے آخری ایام تک وہیں رہا۔

سیدنا خالدؓ نے دشمن کی فوج کا ماہرانہ جائزہ لیا۔ پھر اپنی فوج کی صف بندی کی۔ آپ نے صف بندی کچھ اس طرح کی کہ دومتہ الجندل کو اپنی اور سیدنا عیاض بن غنمؓ کی فوج کے گھیرے میں لے لیا۔ جو عربی النسل عیسائی دومتہ الجندل والوں کی امداد کے لیے پہنچے تھے وہ قلعہ کے چاروں طرف جمع تھے کیونکہ قلعہ میں ان کے لیے گنجائش نہیں تھی۔ دومتہ الجندل والوں نے خالدؓ کی آمد پر کسی گھبراہٹ کا اظہار نہیں کیا۔ شاید وہ خالدؓ اور ان کے کارناموں سے واقف نہیں تھے۔ چنانچہ انہوں نے بڑے اطمینان سے صف بندی کی۔ جودی بن ربیعہ اور ودیعہ سیدنا خالدؓ کے بالمقابل اور ابن الحدرجان اور ابن الایہم عیاض بن غنمؓ کے بالمقابل صف آرا ہوئے۔ سیدنا خالدؓ نے جودی کو اور اقرع بن حابسؓ نے ودیعہ کلبی کو گرفتار کر لیا۔ باقی لوگ قلعہ کی طرف بدحواس ہو کر بھاگے' لیکن وہاں کوئی گنجائش نہ تھی۔ کچھ لوگ جو بھاگ کر اندر گئے انہوں نے اندر سے قلعہ کا دروازہ بند کر لیا اور اپنے ساتھیوں کو مسلمانوں کی تلواروں کے حوالے کر دیا۔ چنانچہ ایک بہت بڑی تعداد جو قلعہ سے باہر رہ گئی تھی لقمہ اجل بن گئی۔ یہ صورت حال دیکھ کر مسلمانوں کی فوج کے ایک افسر عاصم بن عمرو نے اپنے قبیلہ بنو تمیم سے اپنے حلیف قبیلہ بنو کلب کے لیے امداد کی درخواست کی۔ بنو تمیم فوراً اس کی حفاظت کے لیے پہنچ گئے۔ اس طرح بنو کلب کی جانیں بچ گئیں جو لوگ قلعہ کی طرف بھاگے تھے سیدنا خالدؓ نے ان کا پیچھا کیا اور اتنے آدمی قتل کیے کہ ان کی لاشوں سے دروازہ پٹ گیا اور

Marfat.com

اندر جانے کا راستہ نہ رہا۔ آخر دروازہ اکھڑوایا گیا اور قلعے میں چھپ کر بیٹھنے والے تمام لوگ قتل کر دیے گئے۔ جودی ابن ربیعہ جو قبائل عرب کا سردار تھا قتل کر دیا گیا اور اس کی بیٹی جو حسن و جمال میں مشہور تھی گرفتار ہو کر آئی۔ سیدنا خالدؓ نے پہلے اس کو خریدا اور پھر آزاد کر کے نکاح کر لیا۔ (فتوح البلدان بلاذری ص 69)

اسی طرح دومتہ الجندل جو ایک سال سے فتح نہیں ہو رہا تھا سیدنا خالدؓ کے ہاتھوں چند روز میں فتح ہو گیا۔

دومتہ الجندل کی فتح کے بعد سیدنا خالدؓ نے اقرع بن حابسؓ کو انبار واپس جانے کا حکم فرمایا اور خود دومتہ الجندل ہی میں مقیم رہے۔

عراق بغاوت کی زد میں

سیدنا خالد بن ولیدؓ دومتہ الجندل ہی میں تھے کہ ان کی غیر موجودگی میں ایرانیوں اور عراق کے عرب قبائل نے علم بغاوت بلند کر دیا۔ بنو تغلب جن کا سردار عقہ بن ابی عقہ عین التمر کے معرکہ میں مارا گیا تھا' وہ اس بغاوت میں پیش پیش تھے اور انہوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ مسلمانوں سے ہم ضرور انتقام لیں گے۔ سیدنا خالدؓ کا اللہ تعالیٰ نے قدرتی طور پر ایک رعب لوگوں کے دلوں میں ڈالا ہوا تھا۔ ان کی موجودگی میں تو کسی کو بدلہ لینے کی جرات اور ہمت نہ ہوئی لیکن جب آپ دو تین سو میل دور چلے گئے تو اب انہوں نے اکھٹے ہو کر بدلہ لینے کا علم بلند کر دیا۔ سیدنا قعقاع بن عمروؓ نے جنہیں سیدنا خالدؓ حیرہ میں اپنا قائم مقام بنا کر گئے تھے' انہوں نے مفتوحہ علاقہ تو ہاتھ سے نہیں جانے دیا' لیکن وہ سیدنا خالدؓ کی اس جنگی پالیسی پر عمل نہیں کر سکے کہ دشمن کے حملوں سے محفوظ رہنے کا اصل طریقہ یہ ہے کہ اس کے مختلف علاقوں پر بار بار حملے کیے جائیں تاکہ وہ دفاع میں الجھا رہے اور اس کو جارحیت کا موقع ہی نہ مل سکے۔ اس وقت مفتوحہ علاقوں کو بچائے رکھنا ہی ایک بہت بڑا کام تھا۔

سیدنا خالدؓ کو دومتہ الجندل میں اس بغاوت کی اطلاع ملی کہ ایرانی اور عرب قبائل نے اپنے چھنے ہوئے علاقے واپس لینے کا عزم کیا ہوا ہے' تو انہوں نے فوراً واپسی کی تیاری شروع کر دی۔ بعض روایات میں ہے کہ سیدنا اقرع بن حابسؓ واپس انبار

Marfat.com

نہیں آئے تھے بلکہ وہیں تھے اور سیدنا خالدؓ انہیں دومتہ الجندل میں متعین کر کے سیدنا عیاض بن غنمؓ کو اپنے ساتھ لے کر حیرہ روانہ ہو گئے۔ آپ نے حیرہ پہنچتے ہی حیرہ کی زمام انتظام سیدنا عیاض بن غنمؓ کے سپرد کر دی اور سیدنا قعقاعؓ کو حصید کی طرف جانے کا حکم دیا جہاں عرب قبائل اور ایران کے لوگوں نے مفتوحہ علاقوں کی واپسی پر غور کرنے کے لیے اپنا اجتماع طلب کر رکھا تھا۔ سیدنا خالدؓ نے بنو تغلب کو سخت سزا دینے کا تہیہ کر لیا۔

ایرانی اور عربی قبائل نے اپنے آپ کو کئی محاذوں پر تقسیم کر دیا تھا۔ ایرانی سردار روزمہر اور روزبہ نے انبار کا رخ کیا تھا اور دوسرے فوجی دستے حصید' خنافس وغیرہ مقامات پر جو انبار کے قرب و جوار میں تھے' ان میں بغاوت کی آگ بھڑکا رہے تھے۔ جب اہل عراق کو سیدنا خالدؓ کی واپسی کا پتہ چلا اور اس کے اوسان خطا ہو گئے اور وہ نہایت پریشان ہوئے۔ ان کے ذہن میں یہ بات تھی کہ جس طرح بعض قومیں یا بادشاہ لوٹ مار کے لیے دوسروں کے علاقوں پر حملے کرتے ہیں اور ترکتازی کے بعد پھر واپس چلے جاتے ہیں' اسی طرح مسلمان بھی لوٹ مار کے لیے آئے تھے اور اب وہ جلد ہی واپس چلے جائیں گے اور سیدنا خالدؓ جو واپس گئے ہیں وہ بھی اسی لیے گئے ہیں' لیکن خالدؓ کی عراق واپسی نے ان کے ذہن کے اس خیال کو غلط ثابت کر دیا۔

سیدنا خالدؓ نے حیرہ واپس آتے ہی سیدنا قعقاع بن عمروؓ کو حصید کے محاذ پر روانہ کر دیا جہاں اس وقت روزمہر اور روزبہ فروکش تھے اور ابولیلیٰ کو خنافس کے محاذ پر بھیج دیا اور انہیں ہدایت کی کہ دشمنوں کو بھڑکانے والوں کو گھیر کر ایک جگہ جمع کر دیں تاکہ مسلمان ان پر حملہ کر کے ایک ہی ہلے میں ان کا صفایا کر سکیں' لیکن ایسا نہ ہو سکا۔ انہوں نے مسلمانوں کے ارادوں کو بھانپ لیا اس لیے وہ اکٹھے نہ ہوئے۔ سیدنا قعقاع بن عمروؓ نے جب دیکھا کہ روزمہر اور روزبہ اپنی جگہ سے ہلنے کا نام ہی نہیں لیتے تو وہ حصید کی طرف بڑھے۔ حصید عراق کی حدود پر جزیرہ کی جانب ایک قصبہ تھا۔ اس جگہ عربی اور عجمی فوجوں کا سردار روزبہ تھا۔ جب اسے معلوم ہوا کہ قعقاعؓ اس کی طرف بڑھتے چلے آ رہے ہیں تو اس نے روزمہر سے امداد طلب کی۔ روزمہر نے مہبوذان کو اپنی فوج کا نائب مقرر کیا اور خود روزبہ کی امداد کے لیے حصید روانہ ہو گیا۔ یہاں حصید میں

Marfat.com

زبردست مقابلہ ہوا جس میں ایرانیوں کو شکست ہوئی۔ مسلمانوں نے دشمنوں کی ایک بھاری تعداد کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور بے شمار مال غنیمت ان کے ہاتھ لگا۔ جن لوگوں کو قتل کیا گیا ان میں روزمہر اور روزبہ بھی تھے۔ جو لوگ یہاں مسلمانوں کی تلواروں سے بچ گئے وہ بھاگ کر خنافس کے لشکر میں چلے گئے۔ خنافس کے محاذ پر جو لشکر جمع تھا اس کی کمان مہبوذان کے ہاتھ میں تھی۔ اس کی جانب ابو لیلیٰ روانہ ہوئے۔ جب مہبوذان نے مسلمانوں کی آمد کی خبر سنی تو وہ اپنے لشکر سمیت مصیخ نامی ایک مقام پر بھاگ گیا اور وہاں ہذیل بن عمران کے دامن میں پناہ لی جو وہاں کا حاکم تھا۔ چنانچہ خنافس پر بغیر کسی جنگ کے قبضہ ہو گیا۔

سیدنا خالدؓ کو جب ان محاذوں پر فتح کی اطلاع ملی اور یہ بھی پتہ چلا کہ ہذیل بن عمران کے ہاں اب مصیخ میں ایرانی اور عربی فوجیں جمع ہو رہی ہیں تو انہوں نے سیدنا قعقاع بن عمروؓ، ابو لیلیٰ، اعبد اور عروہ جو مختلف محاذوں پر متعین تھے، ان کو لکھا کہ فلاں رات اور فلاں وقت مصیخ میں جمع ہو جائیں۔ جب سب لوگ وقت مقررہ اکٹھے ہو گئے تو آپ نے تین اطراف سے ہذیل کی بے خبر سوتی پڑی فوج پر شب خون مار دیا۔ حملہ نہایت بھرپور تھا۔ ہذیل اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ بھاگنے میں کامیاب ہو گیا، لیکن دوسری فوج قتل کر دی گئی۔ کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ لاشوں سے میدان اس طرح پٹ گیا گویا بکریاں ذبح کی ہوئی پڑی ہیں۔

مصیخ کے شب خون میں جو لوگ مارے گئے ان میں دو آدمی ایسے بھی تھے جن کے مسلمان ہونے کی تصدیق خود سیدنا ابوبکرؓ نے کی تھی۔ ان کے نام عبدالعزیٰ بن ابی اہم اور لبید بن جریر تھے۔ ان دونوں کے پاس سیدنا ابوبکرؓ کا تصدیق نامہ بھی تھا۔ بعد میں یہ بھی معلوم ہوا کہ حملہ کی رات عبدالعزیٰ ایسے اشعار پڑھ رہا تھا جن میں صاف طور پر اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا ذکر تھا، تو آپ نے ان دونوں کا خون بہا ادا کر دیا اور حکم دیا کہ ان کی اولاد کے ساتھ حسن سلوک سے کام لیا جائے۔ سیدنا عمرؓ نے سیدنا خالدؓ کو جس طرح مالک بن نویرہ کے قتل کا مجرم قرار دیا تھا اسی طرح اب وہ ان پر ان شخصیتوں کے قتل ناحق کا الزام بھی لگاتے تھے۔ (ابن اثیر جلد 2 ص 272) لیکن اس میں سیدنا خالدؓ کا کوئی قصور نہیں تھا کیونکہ وہ دونوں

Marfat.com

شخص حملہ کی رات مسلمان ہونے کے باوجود دشمن کے کیمپ میں موجود تھے اور ہذیل بن عمران کے ساتھیوں میں تھے۔ اس بارہ میں سیدنا عمرؓ نے سیدنا ابوبکرؓ سے بات بھی کی اور خالدؓ کے خلاف اپنی ناراضگی اور برہمی کا اظہار بھی فرمایا لیکن سیدنا ابوبکرؓ کا جواب سیدنا عمرؓ کو یہ تھا کہ ”جو کوئی بھی مشرکین کے ساتھ قیام کرتا اس کا حشر یہی ہوتا ہے۔“
(ابن اثیر جلد 2 ص 272)

طبری میں ہے کہ سیدنا ابوبکرؓ نے ان دونوں کا خون بہا ادا کیا تو ساتھ ہی یہ بھی فرمایا: ”میں خون بہا ادا کرتا ہوں حالانکہ یہ میرے ذمہ ضروری نہیں ہے کیونکہ یہ دونوں اہل حرب کے ہاں مقیم اور ان کے مہمان تھے۔“ (طبری جلد 2 ص 581)

واقعہ بھی یہی ہے کہ اگر دونوں حضرات چاہتے تو دشمن سے علیحدہ ہو کر کسی اور جگہ رہ سکتے تھے۔ انہیں خواہ مخواہ ایسی جگہ ٹھہرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی جس کے متعلق انہیں اچھی طرح معلوم تھا کہ دشمنان اسلام کی جائے سکونت ہے اور عنقریب یہاں میدان کارزار گرم ہونے والا ہے۔ باقی دلوں کا حال اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

بنو تغلب پر حملہ

چونکہ یہ سارا فتنہ بنو تغلب کا پیدا کیا ہوا تھا اور انہوں نے یہ تہیہ کر رکھا تھا کہ عقہ بن ابی عقہ کے قتل کا بدلہ مسلمانوں سے ضرور لیں گے' لہٰذا سیدنا خالدؓ مصیخ سے فراغت کے بعد سیدنا قعقاعؓ اور ابو لیلیٰ کو مختلف راستوں سے بنو تغلب کی طرف روانہ کیا اور بنو تغلب پر حملہ کے لیے ایک رات مقرر کر دی۔ بنو تغلب اس وقت ثنی اور زمیل میں تھے۔ الثنی مشرقی اصافہ کے قریب جزیرہ کی سرحد پر ایک قصبہ اور الزمیل کا نام البشر بھی ہے اور الثنی اس سے ملحق ہے۔ یہ دونوں مقامات آج کل اصافہ کا مشہور حصہ ہیں۔ قعقاعؓ اور ابو لیلیٰ کو بھیج کر سیدنا خالدؓ خود بھی ان کے پیچھے روانہ ہو گئے۔ سیدنا خالدؓ نے الثنی سے اپنی مہم کا آغاز کیا اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر رات کے وقت تین اطراف سے دشمنوں پر زور شور سے حملہ کر دیا۔ اس حملہ میں بنو تغلب کا کوئی شخص دوسروں تک ان کی خبر پہنچانے والا بھی نہ بچا۔ اس حملہ میں جو عورتیں گرفتار ہوئی تھیں ان میں ربیعہ بن بجیر تغلبی حاکم ثنی کی بیٹی بھی تھی۔ یہ سب عورتیں اور مال غنیمت مدینہ

Marfat.com

پہنچا تو سیدنا علیؓ نے بنت ربیعہ کو جس کا نام الصہبا اور کنیت ام حبیب تھی' خرید لیا اور اس کے بطن سے آپ کا بیٹا عمرؒ اور بیٹی رقیہؒ پیدا ہوئے۔ (البدایہ والنہایہ جلد 6 ص 352)

الثنی سے سیدنا خالدؓ الزمیل روانہ ہوئے جہاں عتاب بن فلاں ایک لشکر جرار کے ساتھ موجود تھا۔ ربیعہ اور اس کی تمام فوج کے قتل کی خبر اسے مل چکی تھی۔ ہذیل نے بھی مصیخ بھاگ کر اسی کے ہاں پناہ لی تھی۔ سیدنا خالدؓ نے یہاں بھی رات کو تین جانب سے ایسا بھرپور حملہ کیا کہ دشمن کے کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ سیدنا خالدؓ نے مال غنیمت کا خمس صباح بن فلاں المزنی کے ہاتھ مدینہ منورہ روانہ کر دیا۔

الزمیل سے سیدنا خالدؓ نے الرضاب کا رخ کیا۔ وہاں کے حاکم ہلال بن عقبہ نے بغاوت برپا کر رکھی تھی' لیکن جونہی ہلال کے ساتھیوں نے سیدنا خالدؓ کے پہنچنے کی خبر سنی تو وہ ان کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔ اس لیے الرضاب بغیر جنگ کے فتح ہو گیا۔

جنگ فراض اور سیدنا خالد بن ولید

فراض وہ مقام ہے جو عراق اور شام کی سرحد پر دریائے فرات کے انتہائی شمال میں واقع ہے۔ تاریخ کے اوراق سے پتہ چلتا ہے کہ سیدنا ابوبکرؓ کا پلان تمام عراق اور شام کو زیر نگیں کرنے کا نہ تھا۔ وہ صرف ان دونوں ملکوں کی سرحدوں پر امن و امان قائم کرنے اور قائم رکھنے کے خواہش مند تھے جو ملک عرب سے ملتی ہیں تاکہ ایران اور روم کی فوجیں جزیرہ نما عرب پر حملہ آور نہ ہو سکیں' لیکن اللہ تعالیٰ کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ اس لیے حالات نے کچھ ایسی کروٹ لی جس کی آخری منزل یہ تھی کہ ان دونوں بڑے ملکوں پر مسلمانوں کی حکومت قائم ہو جائے۔ چنانچہ ہوا یہ کہ سیدنا خالدؓ عراقی قبائل کو مطیع و منقاد کرنے کے لیے چلے تو انتہائی شمال تک پہنچ گئے۔ اس طرح مسلمانوں کے لیے شام پر حملہ کرنے کی ایک آسان صورت پیدا ہو گئی۔ ایران کی سرحدی جانب سے روم پر حملہ آور ہونے کا راستہ کھل جانا گویا قدرت کی طرف سے روم پر حملہ کرنے کا ایک موقع فراہم کرنا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ سیدنا ابوبکرؓ کا ذہن کبھی اس کی طرف منتقل نہ ہوا ہو لیکن یہ موقع اس شخص کی مجاہدانہ تگ و تاز اور مساعی جلیلہ سے میسر آیا جس کی مثل بقول خلیفہ رسولؐ سیدنا ابوبکرؓ عرب و عجم کی مائیں پیدا نہ کر سکتی تھیں۔

Marfat.com

سیدنا خالدؓ عراق کی بغاوت کا سر قلم کر دینے کے بعد فراض پہنچے اور دریائے فرات کے کنارے خیمہ زن ہو گئے۔ رمضان کا مہینہ آیا وہ بھی آپ نے بے خوف و خطر وہیں گزار دیا۔ فراض میں اگرچہ وہ دشمن کے نرغے میں تھے لیکن سیدنا خالدؓ کو کسی قسم کا کوئی خطرہ لاحق نہ تھا۔ حالانکہ آپ کے مشرقی جانب ایران تھا جس کو پے در پے شکستیں کھانے کی وجہ سے آپ سے سخت عداوت تھی۔ مغرب کی طرف سلطنت روم تھی جسے یہ خیال دامن گیر تھا کہ اگر اس وقت مسلمانوں کے اس بڑھتے ہوئے سیلاب کو نہ روکا گیا تو وہ پوری بازنطینی سلطنت کو خس و خاشاک کی طرح بہا کر لے جائے گا۔ رومیوں اور عرب مسلمانوں کے درمیان صرف دریائے فرات تھا۔ ان تمام حالات سے خالدؓ بھی بخوبی آگاہ تھے لیکن وہ ایک ماہ سے بے خوف و خطر فراض میں اپنی تھوڑی سی فوج لیے بیٹھے تھے۔

رومیوں نے ایران کی ان فوجی چوکیوں سے مدد کی درخواست کی جو سرحد پر ان کے قریب واقع تھیں۔ ایرانیوں نے نہایت خوشی سے ان کی مدد کی اور مسلمانوں کے خلاف لڑائی کے لیے اپنی فوج بھیجی۔ رومی نہایت غصے میں تھے۔ وہ کسی صورت بھی یہ برداشت نہیں کر سکتے تھے کہ مسلمان اس طرح بے خوف و خطر دریائے فرات کے کنارے فراض میں بیٹھے رہیں۔ ایرانی فوج کے علاوہ بنو تغلب' بنو ایاد اور بنو تمر وغیرہ قبائل بھی رومی فوج کی امداد کے لیے میدان میں موجود تھے۔ غرض کہ ایک بہت بڑا لشکر مسلمانوں کے خلاف تیار ہو گیا۔ 15 ذی قعدہ 12 ہجری تک دونوں فوجیں اس طرح آمنے سامنے پڑی رہیں۔ ان دونوں کے درمیان صرف ایک دریائے فرات حائل تھا۔ پہلے تو رومی لشکر کے کمانڈر نے مسلمانوں کے سپہ سالار کو پیغام بھجوایا کہ تم لوگ دریا عبور کر کے ہماری طرف آؤ گے یا ہم تمہاری طرف آئیں؟ سیدنا خالدؓ نے جواب دیا کہ تم ہماری طرف آجاؤ۔ چنانچہ رومیوں کی فوج دریا عبور کر کے فراض کے میدان میں مسلمانوں کے لشکر کے سامنے خیمہ زن ہو گئی۔

جنگ شروع ہونے سے قبل رومی کمانڈر نے فوج کو حکم جاری کیا کہ ہر قبیلہ الگ الگ ہو جائے تا کہ یہ معلوم ہو سکے کہ کس جماعت اور کس قبیلے نے زیادہ تن دہی اور جرات و ہمت سے جنگ لڑی ہے۔ دوسری طرف اسلامی سپہ سالار نے اپنی فوج کو

یہ ہدایت دی کہ دشمن کو چاروں طرف سے گھیر لیا جائے' اور ان کی تمام فوج کو جمع کر کے نہایت تیزی کے ساتھ اس پر حملے کیے جائیں۔ چنانچہ جب رومی سپہ سالار نے اپنی فوج کو میدان میں اتارا تو سیدنا خالدؓ نے بھی اپنی فوج کی صف بندی کی اور جنگ شروع ہوگئی۔ نہایت گھمسان کا رن پڑا۔ مسلمان فوج نے سیدنا خالدؓ کی ہدایت پر عمل کیا اور دشمن کی فوج کو منتشر نہ ہونے دیا بلکہ اس کو چاروں طرف سے گھیر کر ایک جگہ پر جمع کر دیا اور پھر جلد ہی رومی' ایرانی اور عرب قبائل شکست کھا کر میدان سے دم دبا کر بھاگ اٹھے۔ بھاگتے دشمن کا مسلمانوں نے تعاقب کیا اور دور تک انہیں قتل کرتے گئے۔ ہزاروں کی تعداد میں میدان جنگ میں قتل ہوئے اور ہزاروں ہی کی تعداد میں تعاقب میں کام آئے۔ عراق میں سیدنا خالدؓ کی یہ آخری جنگ تھی۔

فتح کے بعد سیدنا خالدؓ نے فراض میں دس روز تک قیام فرمایا۔ دس روز بعد یعنی 25 ذی قعدہ 12 ہجری کو اپنی فوج کو حیرہ کی جانب کوچ کا حکم فرمایا کیونکہ عراق میں حیرہ ہی کو آپ نے اپنا فوجی ہیڈ کوارٹر بنایا تھا۔ آپ نے عاصم بن عمرو سے کہا کہ وہ لشکر کے ساتھ جائیں اور شجر بن الاغر کو ساقہ کا کمانڈر مقرر کیا۔ اپنے متعلق آپ نے یہ ظاہر کیا کہ جیسے ساقہ کے ساتھ آ رہے ہیں' لیکن اصل میں آپ لشکر کو چھوڑ کر خفیہ طور پر حج بیت اللہ کے لیے روانہ ہوگئے مگر کسی کو پتہ نہ چلا۔

یہ پہلی لڑائی تھی جو سیدنا ابوبکرؓ کے عہد خلافت میں رومیوں سے لڑی گئی۔ اس میں مسلمانوں کی تعداد بہت کم تھی جب کہ رومیوں کی تعداد ان سے کئی گنا زیادہ تھی۔ رومیوں کی کثرت تعداد کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ ایک لاکھ آدمی تو ان کے قتل ہوگئے' جو بھاگ گئے ان کی تعداد کا اگرچہ تاریخ کی کتابوں میں ذکر نہیں ملتا تاہم وہ بھی کافی تعداد میں ہوں گے' لیکن اللہ کی تلوار (سیف اللہ) سیدنا خالدؓ نے ان کی اس تعداد کی اس قدر زیادتی کی کوئی پروا نہ کی اور میدان جنگ میں ان کو اتنی زبردست شکست دی کہ دشمن مہینوں اس کے زخم چاٹتا رہا۔

سیدنا خالدؓ کی حج بیت اللہ کو روانگی

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد سیدنا خالد بن ولیدؓ کے

Marfat.com

ہاتھوں مرتدین کا خاتمہ ہوا کیونکہ ارتداد کے سلسلہ میں جس قدر لڑائیاں ہوئیں ان سب میں خالد بن ولیدؓ پیش پیش تھے۔ جیسا کہ طبری میں ہے: ''ان الفتوح فی اھل الردۃ کلھا کانت لخالد بن ولید وغیرہ'' یعنی ارتداد کے سلسلہ میں جس قدر لڑائیاں ہوئیں وہ خالد بن ولیدؓ وغیرہ کا کارنامہ ہے۔ پھر عراق کی تمام فتح بھی انہی کی مرہون منت ہے۔ کسریٰ کے اچھے خاصے علاقہ پر مسلمانوں کا قبضہ بھی انہی کی وجہ سے ہوا۔ فراض پر قبضہ کے نتیجہ میں رومیوں کی وسیع سلطنت کی طرف پیش قدمی کا راستہ کھل گیا۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے علاقے خالدؓ کی وجہ سے مسلمانوں کے زیر نگین آ گئے اور چار دانگ عالم میں اسلام کی شہرت کا بول بالا ہونے لگا۔ سیدنا خالدؓ ان تمام کامیابیوں اور فتوحات کو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کا ثمرہ سمجھتے تھے' لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ سب فتوحات آپ کے ہاتھوں کرائیں' لہٰذا خالدؓ کے دل میں اللہ تعالیٰ کے لیے تشکر و امتنان کے بے پناہ جذبات موجزن تھے۔ اس کے اظہار کے لیے وہ بیت اللہ کا حج کر کے اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ شکر ادا کرنا چاہتے تھے' لیکن اس کے لیے ان کے راستہ میں مزاحمتیں تھیں اور کچھ خطرات بھی تھے کیونکہ ان کی غیر موجودگی میں یہ خطرہ تھا کہ پھر کہیں بغاوت کا فتنہ سر نہ اٹھا لے۔ پہلے کی طرح جب دشمن کو پتہ چلے گا کہ خالدؓ عراق میں نہیں ہیں تو وہ ان کی اس غیر حاضری سے فائدہ اٹھا کر بغاوت کا علم بلند کر سکتا ہے۔

ایک مسئلہ یہ بھی تھا کہ وہ عراق میں مسلمان فوجوں کے سپریم کمانڈر تھے۔ اتنے بڑے عہدہ دار کے لیے عراق کو چھوڑ کر مکہ جانے کے لیے خلیفہ رسولؐ سے اجازت لینا ضروری تھا' لیکن اگر وہ اجازت طلب کرتے ہیں تو ممکن ہے کہ امیرالمومنین اجازت نہ دیں کیونکہ ان کے پیش نظر بہت سی باتیں ہوتی ہیں۔ تو اجازت نہ ملنے کی صورت میں شوق حج پورا نہ ہو سکے گا اور اللہ تعالیٰ کے تشکر و امتنان کے بارہ میں جو وسوسے اور جذبات دل کی اتھاہ گہرائیوں اور دماغ کے گوشوں میں موجزن تھے' ان کے سکون و اطمینان کا کوئی انتظام نہ ہو سکے گا۔ اور اگر وہ اجازت دے دیتے ہیں تو تمام لشکروں کو اس کا علم ہو جائے گا کہ خالدؓ عراق میں نہیں ہیں اور ممکن ہے کہ اس کی خبر دشمن کے کانوں میں بھی پہنچ جائے اور وہ مسلمانوں پر حملہ کر دے۔ اس قسم کے اور کئی خطرات ان کے قلب میں اٹکھیلیاں لے رہے تھے' لیکن اس مردِ مجاہد نے حج بیت اللہ کا

Marfat.com

مصمم ارادہ فرما لیا اور امکانی خطرات سے بچنے کا حل ان کے ذہن نے یہ سوچا کہ کسی کو ان کے حج پر جانے کا علم نہ ہو اور وہ نہایت خفیہ طور پر فریضہ حج ادا کر کے جلد از جلد واپس آ جائیں۔ فوج کے صرف چند ذمہ دار حضرات کو ہی اس کا پتہ چلنا چاہیے۔ اور کسی کو اس کے بارے میں کچھ علم نہیں ہونا چاہیے۔ اور اگر سیدنا ابوبکرؓ کو ان کا کسی طریقہ سے علم ہو گیا اور انہوں نے بلا اجازت جانے پر باز پرس کی تو وہ ان سے معذرت کریں گے اور وہ اپنی رحم دلی کے باعث معذرت قبول بھی فرمالیں گے۔

چنانچہ 25 ذی قعدہ 12 ہجری کو فراض میں دس روز قیام کے بعد انہوں نے اپنے لشکر کو عاصم بن عمرو کی قیادت میں واپس حیرہ روانہ کر دیا تو انہوں نے یہ محسوس کرایا کہ وہ خود "ساقہ" کے ساتھ آ رہے ہیں' لیکن وہ چند ساتھیوں کے ساتھ حج بیت اللہ کے لیے روانہ ہو گئے اور لشکر میں کسی سپاہی کو اس بات کا علم نہ ہو سکا۔ سفر میں بھی وہ آبادیوں سے دور دور رہے تاکہ کوئی انہیں پہچان نہ لے اور بات پھیل جائے۔ فراض سے مکہ مکرمہ کا راستہ نہایت خطرناک اور دشوار گزار تھا۔ راستہ میں لق و دق اور گھنے جنگلات کے سلسلے مختلف جگہوں پر ان کی مزاحمت کے لیے اپنا دامن پھیلائے ہوئے تھے' لیکن وہ اللہ پر توکل کر کے بغیر کسی راہبر و راہنما کے وادیوں' جنگلوں' ٹیلوں اور صحراؤں میں اپنے گھوڑے کو دوڑاتے ہوئے اور منزلوں پر منزلیں طے کرتے ہوئے اللہ کے گھر کی طرف جا رہے تھے۔ کوئی رکاوٹ ان کا راستہ نہ روک سکی۔ حج سے چند روز قبل وہ مکہ پہنچے۔ تمام مناسک حج نہایت اچھے طریقے سے ادا کیے۔ مکہ میں قیام کے دوران کسی شخص کو بھی ان کی موجودگی کا علم نہ ہو سکا۔ خود سیدنا ابوبکرؓ جو اس سال امیر حج تھے ان کو بھی پتہ نہ چل سکا کہ خالدؓ حج کے لیے آئے ہوئے ہیں۔ بعض روایات میں ہے کہ اس سال امیر حج سیدنا عمر بن خطابؓ تھے' لیکن مورخین کے نزدیک مستند روایت سیدنا ابوبکرؓ کے امیر حج والی ہے۔ بہر حال امیر حج ان دونوں میں کوئی بھی ہو' کسی کو بھی سیدنا خالدؓ کے بارہ میں علم نہیں ہوا کہ حج میں موجود ہیں۔

حج سے فراغت کے بعد سیدنا خالدؓ جس راستہ سے مکہ مکرمہ گئے تھے اسی راستہ سے واپس حیرہ آ گئے۔ ابھی لشکر کا آخری حصہ حیرہ پہنچا بھی نہ تھا کہ وہ "ساقہ" سے آ ملے اور اس کے ساتھ ہی حیرہ شہر میں داخل ہو گئے۔ اسی طرح سے ان کے لشکر اور نہ

Marfat.com

ہی عراق میں کسی اور لشکر کو خواہ وہ مسلمانوں کا تھا یا دشمن کا' یہ پتہ چلا کہ خالدؓ حج بیت اللہ کے لیے گئے تھے۔ چنانچہ جب وہ اپنے لشکر کے ساتھ شہر میں داخل ہوئے تو وہ بہت خوش تھے۔ فتوحات کی خوشی بھی تھی اور حج بیت اللہ کی مسرت بھی۔

سیدنا ابوبکرؓ کو سیدنا خالدؓ کے لشکر کو اس طرح چھوڑ کر حج بیت اللہ پر چلے جانے کی اطلاع مل گئی تھی۔ اگرچہ آپ نے اس کو بہت مخفی رکھنے کی کوشش کی تھی لیکن بارگاہ خلافت میں اس کی اطلاع مل گئی۔ سیدنا ابوبکرؓ کو بخوبی علم تھا کہ اس خبر کا اثر آپ کے لشکر اور دشمن کے لشکر پر کیا ہو سکتا تھا۔ آپ جانتے تھے کہ خالدؓ سے یہ فعل اس لیے سرزد ہوا ہے کہ انہیں ہر مرحلہ پر اپنی فتح اور دشمن کی ناکامی کا پورا پورا یقین ہوتا ہے اور دشمن کی حیثیت معمولی سمجھتے ہیں۔ سیدنا خالدؓ کے اس فعل کو سیدنا ابوبکرؓ نہایت نامناسب سمجھتے تھے اور محاذ جنگ سے ان کا اس طرح چلے جانا اور وہ بھی بغیر اجازت سے۔ ان کا یہ عمل نظم و ضبط کے خلاف تھا اور فوج کو موت کے منہ میں دھکیلنے کے مترادف بھی۔ مصلحت اور دوراندیشی کے خلاف بھی کہ عین میدان جنگ میں ہزاروں لاکھوں دشمنوں کے درمیان گھرے ہوئے لشکروں کو چھوڑ کر خود سپہ سالار حج بیت اللہ کو چلا جائے۔

اس لیے سیدنا ابوبکرؓ کو جب اس خبر کا پتہ چلا تو آپ نے سیدنا خالد بن ولیدؓ کو ایک عتاب نامہ لکھا کہ تم کو اپنی فتوحات پر نازاں اور فرحاں نہیں ہونا چاہیے' اور سخت تاکید فرمائی کہ مستقبل میں اس طرح کی کوئی ایسی حرکت سرزد نہ ہو۔ (طبری جلد 2 ص 584)

واپس حیرہ پہنچ کر سیدنا خالدؓ ذہنی طور پر نہایت مطمئن تھے۔ اب وہ مستقبل میں ایران کے دارالحکومت مدائن پر حملہ کی منصوبہ بندی میں مشغول ہو گئے' لیکن اللہ تعالیٰ کو کچھ اور ہی منظور تھا کہ فراض کی فتح کے بعد وہ اب عراق کے بجائے شام کو اپنی توجہ کا مرکز بنائیں کیونکہ فراض کی فتح نے اب اس کی طرف بڑھنے اور پیش قدمی کی راہ صاف کر دی تھی۔ سیدنا خالدؓ کا عراق میں قیام ایک برس دو ماہ رہا یعنی محرم 12 ہجری سے صفر 12 ہجری تک۔ اس قلیل مدت میں عراق میں جتنی فتوحات کیں' دنیا کا کوئی فاتح اس کی مثال پیش نہیں کر سکتا۔ ان جنگوں کا دائرہ خلیج فارس سے شام کی سرحد فراض تک تھا۔ پھر یہ جنگ بھی تین قوموں سے تھی: ایرانیوں' رومیوں اور عرب قبائل سے جو اپنی کثرت تعداد اور جدید اسلحہ کے باعث اسلام کے جانبازوں سے ہر طرح بہتر اور برتر

Marfat.com

تھے' لیکن سیدنا خالدؓ کی دور بینی' دور اندیشی' جنگی بصیرت اور فنون حرب میں مہارت کے باعث ایک مقام پر بھی مسلمانوں کو شکست سے دو چار نہ ہونا پڑا۔ پھر سیدنا خالدؓ نے سکندر اعظم اور چنگیز خان کی طرح صرف فتوحات ہی نہیں کیں بلکہ آپ نے جو بھی شہر یا قصبہ فتح کیا' اس میں نظم و ضبط اور قانون کی حکمرانی کو یقینی بنایا۔ آپ لوگوں کی فلاح و بہبود کے اصول وضع فرماتے۔ وہاں کا نظم و نسق چلانے کے لیے ایک نگران اور حاکم کا تقرر کرتے۔ حاکم کا فرض ہوتا کہ وہ وہاں کے مظلوم طبقہ یعنی کسانوں' کاشتکاروں اور ہاریوں کو ایک تو زبردست زمینداروں اور جاگیرداروں کے ظلم و ستم سے نجات دلائے اور دوسرے ان سے غیر معمولی رعایت اور ملاطفت کا معاملہ کرے اور ان کی دل جوئی کے لیے ان کے ماضی کے ظلم و ستم کے زخموں کو مندمل کرے۔

اس لحاظ سے سیدنا خالدؓ نہ صرف ایک عظیم فاتح ہی تھے بلکہ ایک عظیم مدبر بھی تھے اور ایک عظیم منتظم بھی۔ وہ صرف میدان جنگ میں تلوار ہی کے دھنی نہ تھے بلکہ مفتوحہ علاقوں کے بہترین منتظم بھی تھے۔ اگرچہ میدان جنگ میں ان کی تلوار نے بڑی خون آشامیاں کیں کیونکہ قوت اور زندگی کا سرچشمہ آب حیات خون کی ندیوں اور فواروں ہی میں ہے' عدل کے قیام کے لیے' محبت کے قیام کے لیے اور نوع انسانی کی عالم گیر اخوت کے قیام کے لیے ضرورت ہے کہ جنگ کا وجود ہو۔ لڑائی کا وجود ہو' قتال کا وجود ہو جو خدا کی زمین کو پامال کرنا چاہیں۔ جن کا وجود دنیا میں ظلم کے لیے ہے بلاشبہ ان کے وجود کی گندگی اور غلاظت سے زمین کو پاک کرنے کی ضرورت ہے کہ تلوار بھی ہو اور وہ سرخی بھی ہو جو انسانوں کے خون سے تلوار پر جمتی ہے۔ بہرحال ان کی یہ تمام فتوحات' مہمات اور جنگیں انسانیت کی تعمیر کے لیے تھیں نہ کہ ظالموں کا ہاتھ بٹانے کے لیے۔

============

Marfat.com

فتوحات شام اور سیدنا خالدؓ

سیدنا خالد بن ولیدؓ نے عراق میں ایرانی حکومت کو دو پے در پے شکستیں دیں انہوں نے جہاں مسلمانوں میں خوشی اور مسرت کے جذبات کو جنم دیا' وہاں رومی سلطنت کو بھی پریشان کر کے رکھ دیا' کیونکہ رومی حکومت ان تمام حالات سے بے خبر نہیں رہ سکتی تھی۔ پھر ان کے حالات بھی ایرانی حکومت کی طرح تھے۔ جس طرح عراق کی سرحد پر بنولخم اور بنو تغلب وغیرہ عربی النسل قبائل مدتوں سے آباد تھے' اسی طرح شام کی سرحد پر بنوغسان' بنو بکر' بنو عدوان اور بنو عذیرہ وغیرہ عربی قبائل مدتوں سے آباد چلے آ رہے تھے۔ ان قبائل کو ان دونوں حکومتوں نے اپنی ذاتی اغراض کے لیے آباد کیا ہوا تھا اور وہ ان حکومتوں کے لیے ایک ڈھال کا کام دیتے تھے۔ اب جب رومی حکومت نے دیکھا کہ مسلمان فوجوں نے عراق پر مسلسل حملے کر کے ان کی سرزمین کے بہت بڑے علاقے کو اپنے قبضہ میں لے لیا ہے تو انہیں بہت فکر لاحق ہوئی کہ کل کو اگر مسلمان فوجوں نے ادھر کا رخ کر لیا تو کہیں ہمارے ساتھ بھی وہی صورت پیش نہ آ جائے جو ایرانیوں کے ساتھ پیش آئی۔ مسلمان فوجوں کی جرات و بہادری اور شجاعت و جواں مردی اور جنگی فنون میں مہارت بھی انہیں سخت پریشان کر رہی تھی' لہٰذا انہیں ہر دم یہ خطرہ پیدا ہو گیا کہ مسلمان موقع پا کر ادھر نہ بڑھ آئیں' لہٰذا ان کے لیے یہ ضروری ہو گیا کہ وہ اپنی سرحدات کو مضبوط کریں تا کہ اگر مسلمان فوجیں اس طرف کا رخ کریں تو سرحد عبور کرنے سے پہلے ہی ان کے قدم روک دیے جائیں اور وہ آگے نہ بڑھ

Marfat.com

سکیں۔

رومی حکومت جنگ موتہ میں مسلمانوں کی بہادری اور جرات سے روشناس ہو چکی تھی جب تین ہزار افراد پر مشتمل مسلمان فوج نے دو لاکھ رومی عیسائیوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور کامیاب و کامران ہو کر واپس آئے۔ پھر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد جب سیدنا اسامہؓ کا تین ہزار کا لشکر مدینہ سے اتنی دور آ کر شامیوں پر غیر مسلح فتح و کامرانی حاصل کر کے واپس گیا تو اس صورت حال نے قیصر روم کو بوکھلا دیا۔ چنانچہ جب سیدنا اسامہؓ کا چھوٹا سا لشکر کامیاب و کامران ہو کر واپس گیا تو:

"ہرقل اس وقت حمص میں تھا۔ اس کو جیش اسامہ کی کامیابی کی خبر پہنچی' اس نے اپنے بڑے بڑے پادریوں کو اکٹھا کر کے کہا: "یہی وہ بات ہے جس سے میں تم لوگوں کو خوف دلاتا تھا لیکن تم لوگ میری اس بات کو تسلیم کرنے سے گریز کرتے تھے۔ دیکھو! یہ عرب ایک مہینہ کی مسافت طے کر کے آتے ہیں۔ تم لوگوں پر ترکتازی اور لوٹ مار مچاتے ہیں اور فوراً ہی زخم کھائے بغیر واپس چلے جاتے ہیں۔" (اس کا یہ اشارہ جیش اسامہ کی طرف تھا کیونکہ وہ ایک ماہ کا سفر کر کے شام گیا' ساٹھ روز کے بعد کامیاب واپس آیا) اس پر ہرقل کے بھائی نیاف نے کہا کہ آپ بلقاء میں ایک فوجی دستہ متعین کر دیجئے۔ اس کی بات پر عمل کرتے ہوئے' ہرقل نے ایسے ہی کیا اور بلقاء میں ایک دستہ فوج متعین کر دی اور اپنا ایک نہایت معتبر آدمی اس کا آفیسر انچارج بنا دیا۔ یہ دستہ اس وقت تک برابر یہاں متعین رہا جب تک کہ ابوبکرؓ اور عمرؓ کی خلافتوں کے زمانہ میں شام کی طرف لشکر آنے شروع نہ ہو گئے۔" (ابن عساکر جلد 1 ص 124)

اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ مسلمانوں کے حملوں سے بچنے کے لیے قیصر روم اپنی سرحدیں مضبوط بنا رہا تھا۔ جب قیصر روم اپنی سرحدوں پر فوجی دستے متعین کر رہا تھا تو یہ نہیں ہو سکتا تھا کہ سیدنا ابوبکرؓ جیسا صاحب بصیرت اور دور اندیش شخص اپنی سرحدوں کو مستحکم نہ کرتا۔ آپ ایران اور روم دونوں حکومتوں کی کارروائیوں پر برابر نگاہ رکھے ہوئے تھے۔ وہ سربراہ مملکت ہی کیا جو اپنی سرحدات کا دفاع نہ کر سکے۔ حکومت میں فوج کا محکمہ اسی مقصد کے لیے ہی ہوتا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

Marfat.com

انتقال کے بعد جب ملک میں ارتداد و بغاوت کی آندھیاں چلنے لگیں اور ملک کے مختلف حصوں میں بغاوت کے علم بلند ہوگئے اور مسلمان فوجیں ان کی سرکوبی کے لیے اندرون ملک مختلف علاقوں میں مصروف جنگ ہوگئیں' اس زمانہ میں ان سرحدوں کا دفاع اور زیادہ ضروری ہوگیا۔ ہر لحہ یہ خطرہ تھا کہ کہیں اندرونی خلفشار سے فائدہ اٹھاتے ہوئے رومی فوجیں اسلامی ریاست کی سرحدوں کو عبور کر کے ملک کے اندر نہ گھس آئیں۔

اس خطرے کی پیش بندی کے لیے سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے سیدنا خالد بن سعیدؓ کو جو السابقون الاولون میں سے تھے' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یمن کا گورنر بنایا تھا اور آپؐ کے انتقال تک وہ یمن ہی میں رہے۔ پھر فتنہ ارتداد کی سرکوبی میں بڑی سرگرمی دکھائی اور مشہور مرتد عمرو بن معدی کرب کو جو اسود عنسی کا پیروکار تھا' زخمی کیا تھا اور اس کی تلوار اور گھوڑا چھین لیا تھا' شام کی سرحد پر ایک فوجی چوکی تیماء کا امیر بنا کر بھیجا تاکہ وہ اسلامی سرحد کی حفاظت کر سکیں اور اندرونی خلفشار سے فائدہ اٹھاتے ہوئے دشمن کو ملک کے اندر نہ گھسنے دیں۔ چنانچہ حافظ ابن حجرؒ نے ان کے بارہ میں لکھا ہے:

"ان ابابکر امرہ علیٰ مشارف الشام فی الردۃ"

"سیدنا ابوبکرؓ انہیں ارتداد کے دنوں میں شام کی چوٹیوں (Heights) کا انچارج مقرر کیا تھا۔" (الاصابہ تذکرہ خالد بن سعیدؓ)

سیدنا خالد بن سعیدؓ کو سیدنا ابوبکرؓ کی طرف سے یہ حکم تھا کہ وہ دوسرا حکم پہنچنے تک یہیں رہیں۔ اپنی جگہ سے ادھر ادھر نہ ہوں اور جب تک دشمن ان پر حملہ نہ کرے اس وقت تک وہ ان پر حملہ آور نہ ہوں۔ سیدنا خالد بن سعیدؓ نے سیدنا ابوبکرؓ کے احکام و ہدایات پر پوری طرح عمل کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت ہی کم عرصہ میں ان کی ایک عظیم الشان فوج تیار ہوگئی۔ سرحد پر مسلمانوں کی اس فوج کو دیکھ کر قیصر روم ہرقل نے اپنی فوج کو سرحد پر اکٹھا کرنا شروع کر دیا۔ سیدنا خالد بن سعیدؓ نے یہ سارے حالات سیدنا ابوبکرؓ کو لکھے۔ سیدنا ابوبکرؓ مجلس شوریٰ سے مشورہ کیا اور حالات کی نزاکت سے انہیں آشنا کیا۔ فیصلہ یہ ہوا کہ دشمن کے علاقہ میں پیش قدمی کی جائے۔ چنانچہ سیدنا ابوبکرؓ نے سیدنا خالد بن سعیدؓ کو ان کے خط کے جواب میں لکھا:

Marfat.com

"آگے بڑھو' پیچھے نہ ہٹو۔ تمہیں شامی سرحدوں کی طرف پیش قدمی کی اجازت دی جاتی ہے۔ ہمیشہ اللہ سے امداد کے طالب رہنا کیونکہ ہر شے اسی کے ہاتھ میں ہے۔" (طبری جلد 2 ص 587)

سیدنا ابوبکرؓ نے سیدنا خالد بن سعیدؓ کو سرحد عبور کر کے دشمن کے علاقے میں گھسنے کی اجازت تو دی تھی لیکن ساتھ ہی یہ تاکید بھی کی تھی کہ "آگے بڑھتے رہو لیکن دشمن کے علاقے میں زیادہ دور تک نہ گھس جانا تاکہ وہ عقب سے تم پر حملہ نہ کر دے۔" (طبری جلد 2 ص 587' ابن عساکر جلد 1 ص 131)

سیدنا ابوبکرؓ نے عکرمہ بن ابی جہلؓ ، ولید بن عقبہؓ اور ذوالکلاع حمیریؓ کی کمان میں متعدد رسالے بھیجے۔ اس کمک سے حوصلہ پا کر سیدنا خالد بن سعیدؓ جادۂ احتیاط سے ہٹ گئے اور جوش میں آ کر سیدنا ابوبکرؓ کی ہدایات کو نظرانداز کر دیا اور سرحد پار رومیوں کے علاقہ میں دور تک گھس گئے۔ باہان جو کچھ عرصہ قبل سیدنا خالد بن سعیدؓ کے ہاتھوں شکست کھا چکا تھا' ان کی گھات میں بیٹھا تھا۔ اس نے سیدنا خالد بن سعیدؓ سے کوئی تعرض نہ کیا' لہٰذا وہ رومی علاقے کے خوب اندر چلے گئے۔

باہان بڑا چالاک تھا اور اپنے زمانے کا نامور ماہر جنگ تھا۔ اس نے پسپا ہوتے ہی دمشق کا رخ کر لیا۔ خالد بن سعیدؓ بھی اس طرف اس کے تعاقب میں چل پڑے۔ ان کا ارادہ یہ تھا کہ واقوصہ اور دمشق کے درمیان مرج الصفر کے نام سے جو مقام ہو' وہاں پہنچ کر دم لیں گے اور اس کو اپنی فوجی قیام گاہ بنائیں گے' لیکن دراصل باہان کی یہ پسپائی نہ تھی بلکہ ایک نہایت خطرناک جنگی چال تھی اور اس قسم کی چالوں سے محفوظ رہنے کا مشورہ سیدنا ابوبکرؓ نے کئی بار دیا تھا۔ باہان کی ایک جنگی چال سے مسلمانوں کو نہایت جانی اور مالی نقصان ہوا جس کی تفصیل ہم نے اپنی کتاب "سیدنا ابوبکرؓ" میں دی ہے۔

سیدنا ابوبکرؓ کو مسلمانوں کی اس شکست اور ان کے جانی اور مالی نقصان کا پتہ چلا تو انہیں سخت ملال ہوا' اور خالد بن سعیدؓ کو سخت الفاظ میں خط لکھا اور مدینہ آنے سے روک دیا۔ کہا جاتا ہے کہ وہ انتہائی غم و افسوس کے عالم میں مفرور ساتھیوں کے ساتھ ذوالمروہ ہی میں مقیم رہے۔ یہ ایک نہایت افسوس ناک واقعہ تھا جس کا اگرچہ سیدنا ابوبکرؓ

کو نہایت صدمہ تھا لیکن اس واقعہ نے آپ کے حوصلے اور عزم کو پست نہ ہونے دیا۔ انہیں جب معلوم ہوا کہ سیدنا عکرمہؓ اور ذوالکلاع حمیری پوری اسلامی فوج کو دشمن کے نرغے سے بحفاظت نکال کر شام کی سرحد پر لے آئے ہیں' اور اب دارالخلافہ سے مدد کا انتظار کر رہے ہیں تو آپ نے فوراً فوج بھیج دی۔

مسلمان فوجیں بغیر مزاحمت کے

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مسلمان فوجیں بغیر مزاحمت کے رومی سرحد کو عبور کر کے کیسے آگے بڑھ گئیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ رومی حکومت نے شام کی سرحدوں کی حفاظت اور دفاع کے لیے عرب کے بدوی قبائل کو متعین کر رکھا تھا۔ یہ قبائل بہادر اور جرات مند تو ضرور تھے لیکن زبان اور نسل کے اعتبار سے خالص عرب تھے' لہٰذا انہیں مسلمان عربوں سے جو محبت ہو سکتی تھی وہ رومیوں کو نہیں ہو سکتی تھی کیونکہ مسلمان فوج میں بھی زیادہ تر سرحدی قبائل ہی کے مسلمان تھے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ بدوی عرب قبائل رومیوں کی طرح عیسائی مذہب کے علم بردار تھے' لیکن ان دونوں کی عیسائیت میں بہت نمایاں فرق تھا۔ رومیوں کی عیسائیت حاکمانہ تھی' غرور سے بھرپور تھی۔ اس میں تکبر تھا' تبختر تھا اور زبردستی تھی جب کہ بدوی عرب قبائل کی عیسائیت میں محکومی تھی' زبردستی تھی' عاجزی تھی اور بے بسی تھی' لہٰذا تھے وہ دونوں عیسائی لیکن ان کے ذہنوں میں اتنا بعد تھا جتنا مشرق اور مغرب میں ہوتا ہے۔ پھر ان دونوں میں فرقہ پرستی کے جراثیم بھی تھے۔ عرب قبائل آرتھوڈکس (Orthodox) تھے جب کہ رومی کیتھولک (Catholic) فرقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ اس ذہنی اور قلبی بعد کی وجہ سے رومیوں نے اپنی سرحدات کی حفاظت کے لیے صرف عرب قبائل کو تعینات کیا ہوا تھا۔ خود رومی فوجیں ان کے ساتھ نہیں تھیں۔

عربی قبائل نے جب دیکھا کہ رومی حکومت خود تو مسلمان عربوں کے سامنے آنے سے گریز کر رہی ہے اور ہمیں فرنٹ لائن پر رکھا ہوا ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ وہ ہمیں مسلمانوں کے ہاتھوں قتل کرانا اور رومیوں کو ان سے محفوظ رکھنا چاہتی ہے۔ اس خیال سے ایک تو ان کی ہمت جواب دے گئی' حوصلے پست ہو گئے' جراتیں

Marfat.com

پس پردہ ہو گئیں، ہمتوں پر بزدلی کی تہیں چڑھ گئیں۔ دوسرا انہوں نے یہ خیال کیا کہ دوسرے ملک کی حفاظت کے لیے اپنے عرب بھائیوں سے جنگ کرنا اور برسرپیکار ہونا اوران کے گلے کاٹنا کوئی دانش مندی کی بات نہیں، لہٰذا انہیں کیا ضرورت پڑی ہے کہ وہ دوسرے کے ملک کی حفاظت اور دفاع کے لیے اپنی جانیں قربان کریں۔ چنانچہ وہ پیچھے ہٹ گئے اور مسلمان عربوں کی مزاحمت کو یکم قلم ترک کر دیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ سیدنا خالد بن سعیدؓ شام کی سرزمین میں بلا روک ٹوک داخل ہوئے اور بڑھتے بڑھتے بحیرہ مردار تک چلے گئے۔

لشکروں کی ترتیب اور روانگی

سیدنا ابوبکرؓ شام کی طرف لشکر روانہ کرنا چاہتے تھے کیونکہ حالات کی کروٹیں انہیں اس بات پر مجبور کر رہی تھیں۔ آپ کی مجلس شوریٰ کے ایک رکن سیدنا عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے انہیں کہا تھا "انما الروم و بنو الاصفر حد حدید و رکن شدید" بے شک رومی نہایت تیز دھار اور مضبوط ستون ہیں۔ اس لیے خلیفہ رسولؐ اس مہم کے لیے جو قدم بھی اٹھاتے نہایت غور وفکر سے اٹھاتے تھے۔

بالآخر سیدنا ابوبکرؓ نے لشکروں کی ترتیب شروع کی۔ شام کے لیے جو لشکر روانہ ہونے والے تھے ان میں بڑے تجربہ کار اور جنگی ماہرین کو زیادہ سے زیادہ تعداد میں شامل کرنے کی کوشش کی گئی۔ چنانچہ ان میں تین سو کے قریب ایسے بہادر اور اکابر صحابہ کرامؓ شامل تھے جو بدر واحد کے علاوہ دوسرے بڑے بڑے غزوات میں شرکت کا شرف حاصل کر چکے تھے اور اسلام کی بڑی ممتاز شخصیتیں سمجھے جاتے تھے۔

مدینہ سے سیدنا ابوبکرؓ نے جو لشکر شام کے محاذ پر بھیجے۔ ان میں بڑے لشکر تو چار تھے۔ ان چار میں سب سے بڑا لشکر سیدنا یزید بن ابوسفیانؓ کا تھا۔ آپ نے ان لشکروں کو مناسب ہدایات دیں۔ ان لشکروں کو رخصت کرنے کے بعد سیدنا ابوبکرؓ نے نہایت اطمینان کا اظہار فرمایا۔ انہیں پورا یقین تھا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے عراق میں مسلمانوں کو فتح ونصرت سے نوازا ہے اسی طرح وہ انہیں شام میں بھی کامیابی وکامرانی سے ہم کنار کرے گا۔ ان لشکروں میں ایک ہزار سے زائد وہ انصار اور مہاجر صحابہ کرامؓ

Marfat.com

تھے جنہوں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علایہ وسلم کی ہم رکابی میں مختلف جنگوں میں شرکت کی تھی۔ جن کے دلوں میں اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا بے پناہ جذبہ تھا اور جن کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی تھی کہ ''اے اللہ! اگر تو نے آج اس مختصر سی جماعت کو ہلاک کر دیا تو آئندہ کبھی بھی روئے زمین پر تیری عبادت نہیں کی جائے گی۔'' انہی لوگوں کے بارہ میں قرآن حکیم کی کئی آیات اتری تھیں۔ جن میں ان کے صدق و اخلاص کی اللہ تعالیٰ نے تعریف فرمائی تھی۔ یہ وہ لوگ تھے جن کی بہادری' شجاعت' جلالت قدر اور اولوالعزمی مسلم تھی۔

اسلامی افواج کے یہ چاروں لشکر مختلف سپہ سالاروں کی قیادت میں مختلف محاذوں پر پہنچے۔ سیدنا ابوعبیدہؓ دمشق کے راستہ میں شرحبیل بن حسنہؓ طبریہ اور نہر اردن کے بالائی حصہ میں' سیدنا یزید بن ابی سفیانؓ بلقاء میں جہاں سے بصریٰ پر آسانی سے حملہ کر سکتے تھے اور سیدنا عمر بن العاصؓ عربہ میں حبرون کے لیے خطرہ کی گھنٹی بنے پڑے تھے۔ یہ چاروں لشکر اگرچہ ایک دوسرے سے الگ الگ تھے لیکن باہمی مراسلت کا سلسلہ ان کے امراء میں برابر جاری تھا۔ ان تمام لشکروں کی مجموعی تعداد تیس (30) ہزار بتائی جاتی ہے۔

قیصر روم کی ان لشکروں کے مقابلہ کی تیاری

قیصر روم کو جب ان لشکروں کا علم ہوا تو اس نے بھی ان کا مقابلہ کرنے کے لیے ایک بہت بڑا لشکر ترتیب دیا۔ اس کی بنیادی پالیسی یہ تھی کہ یہ چاروں لشکر الگ الگ ہی رہیں اور ایک جگہ اکٹھے نہ ہوسکیں کیونکہ اگر یہ اکٹھے ہوگئے تو پھر ان کی اجتماعی قوت سے مقابلہ مشکل ہو جائے گا' لہٰذا اس نے ایسی پالیسی اختیار کی کہ جن مختلف محاذوں پر اب یہ چاروں لشکر ہیں' انہی محاذوں پر ان کا مقابلہ کیا جائے کیونکہ مختلف محاذوں پر بٹ کر مسلمان رومی فوج کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔ ہرقل خود حمص آیا جہاں شام کی ایک عظیم الشان چھاؤنی تھی اور جہاں بیٹھ کر اس نے لشکروں کی ترتیب اور ان کے اسلحہ اور دیگر ساز و سامان کی فراہمی خود اپنی نگرانی میں کی۔ یہ سب تیاریاں مکمل ہونے کے بعد اس نے بھی اپنے چاروں لشکر مسلمانوں کے چاروں محاذوں اور چاروں

Marfat.com

لشکروں کے مقابلہ کے لیے اس طرح روانہ کیے:

1- سب سے بڑا لشکر جو نوے ہزار سپاہیوں پر مشتمل تھا' سیدنا عمرو بن العاصؓ کے مقابلہ کے لیے بھیجا گیا۔ اس لشکر کی قیادت ہرقل کا بھائی تھیوڈورس جس کا نام عربی تاریخوں میں "تذارق" لکھا ہے' کر رہا تھا۔ اس نے نوے ہزار کے رومی لشکر کے مقابلہ میں سیدنا عمرو بن العاصؓ کے پاس صرف آٹھ ہزار سپاہی تھے جو کہ نہایت ناکافی تھے۔

2- ہرقل کا دوسرا لشکر ساٹھ ہزار سپاہیوں پر مشتمل تھا۔ یہ لشکر سیدنا ابوعبیدہ بن الجراحؓ کے مقابلہ کے لیے بھیجا گیا۔ اس لشکر کا سپہ سالار پیٹر (Peter) تھا جس کو عربی زبان میں فیقار بن نسطوس کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ اس کے مقابلہ میں سیدنا ابوعبیدہؓ کا لشکر سات آٹھ ہزار کے قریب تھا۔

3- تیسرا لشکر چالیس ہزار سپاہیوں پر مشتمل تھا اور اس کی قیادت وراقص کر رہا تھا۔ یہ سیدنا شرحبیل بن حسنہؓ کے مقابلہ کے لیے بھیجا گیا تھا' جب کہ شرحبیلؓ کی فوج سات ہزار کے لگ بھگ تھی۔

4- چوتھا لشکر سرجیس (Serguis) کی قیادت میں تھا۔ عرب مورخین نے اس کے کمان دار کا نام جرجہ بن توذرا لکھا ہے۔ یہ لشکر سیدنا یزید بن ابی سفیانؓ کے مقابلہ کے لیے بھیجا گیا تھا۔

ہرقل خود حمص میں بیٹھا ان تمام لشکروں کی نگرانی کر رہا تھا اور لحہ بہ لحہ حالات کا جائزہ لے رہا تھا۔ ہرقل کی حمص میں آ کر بیٹھنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ اسے میدان جنگ کی خبریں نہایت عجلت کے ساتھ پہنچتی رہیں۔ ہرقل نے کچھ عرصہ قبل کسریٰ ایران کو ایک شکست فاش دی تھی۔ اب اس کی خواہش یہ تھی کہ اب میرا بھائی تھیوڈورس عربوں کی ذلت آمیز شکست سے تواضع کرے۔

مسلمانوں کو ان لشکروں کی کثرت تعداد کا علم ہوا تو انہیں پہلے تو اپنی قلت تعداد کے باعث گھبراہٹ اور پریشانی لاحق ہوئی' لیکن ان لوگوں کا اللہ پر توکل تھا اور انہیں یاد تھا کہ فتح کثرت و قلت کی وجہ سے نہیں ہوتی بلکہ جذبہ ایمانی اور اللہ کے حکم سے ہوتی ہے۔ انہوں نے سیدنا عمرو بن العاصؓ کو لکھا کہ اس صورت حال میں کیا کرنا

Marfat.com

چاہیے۔ اسی اثناء میں سیدنا عمرو بن عاصؓ نے بھی سیدنا ابوبکرؓ کو دشمن کی کثرت تعداد کی اطلاع دی۔ سیدنا عمرو بن العاصؓ نے مسلمان سپہ سالاروں کے خطوط کے جواب میں انہیں لکھا کہ اتنی بڑی فوج سے الگ الگ مقابلہ کرنا مناسب نہیں۔ مسلمانوں کے تمام لشکروں کو ایک مقام پر اکھٹے ہو کر ان کا مقابلہ کرنا چاہیے۔ اگر ہم ایک جگہ اکٹھے ہو جائیں تو دشمن اپنی کثرت تعداد کے باوجود بھی ہمارے مقابلہ میں قدم نہیں جما سکتا' اور اگر ہم نے الگ الگ مقابلہ کیا تو پھر کامیابی کی امید بہت کم ہے۔

سیدنا عمرو بن العاصؓ کا یہ مشورہ بالکل درست تھا کیونکہ بارگاہ خلافت سے بھی سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے یہی فرمایا:

"آپ سب اکٹھے ہو کر ایک لشکر ہو جایئے اور متحد ہو کر مشرکوں کی اس بڑی فوج کا مقابلہ کیجئے۔ آپ اللہ کے اعوان (مددگار) ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے اعوان کی ضرور مدد کرتا ہے۔ اور باغیوں کو چھوڑ کر الگ ہو جاتا ہے اور ان کو اپنی نصرت کا بھی مستحق نہیں سمجھتا۔ آپ لوگ اپنی فوجی کمی کے باعث ہرگز شکست نہیں کھا سکتے۔ دس ہزار فوجوں کی دس ہزار یا اس سے زیادہ سے ہارنے کی وجہ ان کی بداعمالی ہوتی ہے' لہٰذا تم لوگ بداعمالی سے بچتے رہو۔ سب سالار اپنی فوج کے ساتھ اپنے اپنے جھنڈوں کے نیچے یرموک میں اکٹھے ہو جائیں اور تم میں سے ہر شخص اپنے ساتھیوں کے ساتھ نماز پڑھے۔" (طبری جلد 2 ص 590' البدایہ والنہایہ جلد 7 ص 5)

سیدنا ابوبکرؓ کی ہدایت کے مطابق مسلمانوں کے چاروں لشکروں نے دریائے یرموک کے بائیں کنارے جا کر اپنے خیمے گاڑ دیے۔ دریائے یرموک حوران کے پہاڑوں سے نکلتا ہے اور مختلف پہاڑوں کے درمیان سے نہایت تیزی سے گزرتا ہوا اردن کے دریا اور بحر مردار (Dead Sea) میں جا گرتا ہے۔ اردن کے دریا اور یرموک کے دریا کے سنگم سے چالیس میل اوپر ایک مقام ہے جس کا نام "واقوصہ" ہے۔ یہ مقام ایک وسیع نشیبی علاقہ میں ہے جسے تین اطراف سے بلند و بالا پہاڑوں نے گھیر رکھا ہے۔ یہ مقام نہایت وسیع ہے' اس لیے قیصر روم کی فوجوں نے اپنے قیام کے لیے یہ جگہ منتخب کی' لیکن ان کا انتخاب جنگی نقطۂ نظر سے نہایت غلط تھا کیونکہ اس کو تین

اطراف سے پہاڑوں نے گھیرا ہوا تھا' لہٰذا رومی فوج جس کی تعداد دو لاکھ چالیس ہزار تھی' تین اطراف سے پہاڑوں میں محصور ہو کر رہ گئی اور ان کے سامنے جو راستہ تھا اس پر مسلمان قوم قبضہ کیے ہوئے تھی۔ چنانچہ سیدنا عمرو بن عاصؓ جو فنون حرب میں نہایت مہارت رکھتے ہیں اور ان کی ساری زندگی اسی دشت کی سیاحی میں گزری تھی' انہوں نے جب رومی فوج کے پڑاؤ کی یہ صورت حال دیکھی تو فرط مسرت سے فرمایا: " مسلمانو! خوش ہو جاؤ' رومی تمہارے گھیرے میں آ گئے ہیں اور تجربہ بتاتا ہے کہ گھری ہوئی فوج کا گھیرنے والی فوج کی گرفت سے نکل جانا نہایت مشکل ہوتا ہے۔"

اب معاملہ یہ تھا کہ نہ رومی فوج اپنی بے پناہ طاقت کے باوجود مسلمانوں پر غالب آ سکتی تھی اور نہ ہی مسلمان اس فوج کے محصور ہونے کے باوجود اسے مغلوب کرنے کی طاقت رکھتے تھے۔ رومیوں کی اس دو لاکھ چالیس ہزار فوج کا سپریم کمانڈر ہرقل کا بھائی تھیوڈورس (تذارق) تھا اور اس کے ہراول دستے کا انچارج سرجیس' میمنہ اور میسرہ کے انچارج باہان اور دارقص اور پورے میدان کا انچارج پیٹر (Peter) تھا۔ دونوں فوجوں کو ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے قریباً دو ماہ ہو گئے۔ اس دوران آپس میں معمولی جھڑپوں کے علاوہ کھل کر کوئی لڑائی نہ ہوئی۔ مسلمان چونکہ رومیوں کی راہ روکے ہوئے تھے' اس لیے جب وہ اپنے کیمپوں سے باہر نکلنے کی کوشش کرتے تو مسلمان انہیں مار مار کر پیچھے دھکیل دیتے۔ اور جب ان پر حملہ کرتے تو اس خطرے کے پیش نظر فوراً واپس آ جاتے کہ یہ انہیں گھیرے میں نہ لے لیں۔ دو ماہ تک دونوں فوجوں کا آمنے سامنے بیٹھے رہنا کوئی خوش آئند بات نہ تھی۔ اس صورت حال کا باقی رہنا مایوسی کا باعث ہو سکتا تھا اور دوسری جگہ کے مسلمانوں پر بھی اس کے مایوس کن اثرات پھیلنے کا خطرہ تھا۔ اس وجہ سے سیدنا ابوبکرؓ کو ان تمام حالات اور اس معاملہ کے تمام پہلوؤں کے بارہ میں مطلع کیا گیا اور مزید کمک بھیجنے کی بھی درخواست کی گئی۔

جب یہ ساری اطلاعات مدینہ منورہ میں سیدنا ابوبکرؓ کے پاس پہنچیں تو آپ اس صورت حال سے کچھ فکر مند ہوئے۔ سیدنا عمرؓ، سیدنا علیؓ اور دوسرے صحابہ کرامؓ سے مشورہ کیا کہ اب اس نازک صورت حال میں کیا کرنا چاہیے؟ سب نے اپنی اپنی مختلف آراء دیں۔ سیدنا ابوبکرؓ اس بارے میں خود زیرک اور سمجھدار تھے۔ ان کے ذہن میں آیا

Marfat.com

کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ شام کے محاذ پر بڑے بڑے جنگ جو' بہادر اور فنون حرب کے ماہر مسلمان جرنیل موجود ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ ابو عبیدہؓ بڑے اچھے ہیں لیکن انتہائی نرم دل ہیں۔ عمرو بن العاصؓ نہایت عاقل اور ذہین ہونے کے باوجود بعض جنگی معاملات کا کامل ادراک نہیں رکھتے۔ عکرمہ بلاشبہ ایک ماہر اور کامیاب جرنیل ہیں' لیکن فوری طور پر پیش آنے والے بعض جنگی مسائل کا صحیح اندازہ لگانے اور ان کا صحیح بدل تلاش کرنے میں غلطی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ان تمام حضرات نے اگرچہ دشمن کے مقابلہ میں بہت سی جنگیں لڑی ہیں' بہت سی فوجوں کی قیادت کی ہے' لیکن اتنی بڑی تعداد پر مشتمل فوجوں سے انہیں کبھی واسطہ نہیں پڑا۔ جتنی بڑی تعداد رومی میدان جنگ میں لے کر آئے تھے' رومیوں کی تعداد دو لاکھ چالیس ہزار اور مسلمان صرف تیس سے چالیس ہزار۔ ان تمام حضرات میں سے کسی کو آج تک اتنی بڑی تعداد سے مقابلہ کا موقع نہیں ملا تھا۔ یہ ایک اہم مسئلہ تھا جس کو سلجھانا تھا اور ابو بکرؓ کا ذہن اس اہم مسئلہ کو سلجھانے میں مصروف تھا۔

آپ کے ذہن نے اس کا حل یہ تلاش کیا کہ خالد بن ولیدؓ ایک ایسا جرنیل ہے جس پر پورا اعتماد کر کے یہ مقابلہ جیتا جا سکتا تھا کیونکہ یہ جنگ کوئی معمولی جنگ نہ تھی بلکہ ایک اہم جنگ تھی۔ کفر اور اسلام کی جنگ' حق و باطل کی جنگ' سچ اور جھوٹ کی جنگ' کثرت اور قلت کی جنگ ---- سیدنا خالد بن ولیدؓ عراق کے محاذ پر اس قسم کے کئی مقابلے کر چکے تھے کثیر التعداد فوجوں سے ان کی کئی مرتبہ پنجہ آزمائی ہو چکی تھی۔ یہ خالدؓ ہی تھے جنہوں نے جنگ موتہ میں دو لاکھ رومیوں کے مقابلہ میں اپنے صرف تین ہزار آدمیوں کو فتح و کامرانی سے ہم کنار کروایا تھا۔ چنانچہ آپ نے فیصلہ کیا کہ عراق کے محاذ سے سیدنا خالد بن ولیدؓ کو جلد از جلد بلوا کر شام کے محاذ کی سپہ سالاری سونپی جائے۔ آپ نے مجلس شوریٰ کے سامنے اپنی یہ تجویز رکھی اور ساتھ ہی یہ فرمایا کہ شام کا یہ وسیع علاقہ مسلمانوں کے زیر نگیں آنے کے لیے خالد بن ولیدؓ کی تلوار کا منتظر ہے۔ سیدنا ابو بکرؓ کو سیدنا خالد بن ولیدؓ کی قیادت اور ان کے فن حرب و ضرب اور ان کی جنگی مہارت پر اس قدر اعتماد تھا کہ بقول حافظ ابن کثیرؒ انہوں نے فرمایا:

"واللہ لاشغلن النصاری عن وساوس الشیطان بخالد بن ولید"

Marfat.com

(البدایہ والنہایہ جلد 7 ص 5)

سیدنا ابوبکرؓ کا سیدنا خالدؓ کے نام خط

تمام صحابہ کرامؓ نے سیدنا ابوبکرؓ کی اس تجویز سے پورا پورا اتفاق کیا۔ چنانچہ آپ نے سیدنا خالدؓ کو اس بارہ میں حسب ذیل خط لکھا۔

"میرا یہ خط ملتے ہی تم اپنی جنگ سے روانہ ہو کر مسلمانوں کے لشکر سے یرموک میں جا ملو' اس لیے کہ یرموک میں اسلامی لشکر دشمن کے گھیرے میں ہے۔ خبردار! پھر ویسی حرکت نہ کرنا (یہ اشارہ سیدنا خالدؓ کے خفیہ حج کی طرف ہے) جو تم نے کی۔ خدا کے فضل سے کوئی دوسرا شخص دشمن کی زندگی تمہاری طرح منغض نہیں کر سکتا اور نہ کوئی دوسرا تمہاری طرح مسلمانوں کی پریشانی اور گھبراہٹ دور کر سکتا ہے۔ ابوسلیمان! (سیدنا خالدؓ کی کنیت) دعا ہے کہ جہاد کی لگن اور اللہ تعالیٰ کے انعام سے تم ہمیشہ بہرہ ور اور مسرور رہو۔ اس لگن کو پایہ تکمیل تک پہنچا دو۔ اللہ تعالیٰ انعام بھی پورا پورا دے گا۔ تمہارے دل میں غرور و تمکنت ہرگز داخل نہیں ہونی چاہیے ورنہ تمہاری ساری کارگزاری خاک میں مل جائے گی اور اللہ تعالیٰ تمہاری مدد سے ہاتھ کھینچ لے گا۔ اپنے کسی کام پر بھروسہ نہ کرو کیونکہ کامیابی انسانی عمل سے نہیں اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم سے حاصل ہوتی ہے اور اچھے اور برے عمل کی جزا اور سزا بھی وہی دیتا ہے۔" (طبری ص 592)

ابن عساکرؒ نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ سیدنا ابوبکرؓ نے سیدنا خالدؓ کو اور باتوں کے علاوہ یہ بھی لکھا ہے کہ "تین ہزار سواروں کو ساتھ لے کر عراق سے چل دو اور شام جا کر اپنے بھائیوں کی مدد کرو۔ یہ کام پوری عجلت سے ہونا چاہیے۔ بخدا! شام کا ایک دیہات جو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح کروایا' میری نظر میں عراق کے ایک قصبے سے بہتر ہے۔" (ابن عساکر جلد 1 ص 147)

جس وقت سیدنا خالد بن ولیدؓ کو یہ خط موصول ہوا اس وقت وہ عراق میں مصروف جہاد تھے۔ بعض روایات کے مطابق وہ اس وقت حیرہ کے شمال مغرب میں مشرقی فرات کے قصبوں اور فوجی چوکیوں کو دریا کے کنارے کنارے شام' میسوپوٹیمیا

کی سرحد تک فتح کر کے واپس حیرہ جا رہے تھے کہ انہیں یہ خط موصول ہوا۔ سیدنا خالدؓ دراصل اس وقت عراق کی سرزمین چھوڑنا نہیں چاہتے تھے جب تک اس کا دارالحکومت مدائن فتح نہیں ہو جاتا اور کسریٰ ایران کی شہنشاہیت ختم نہیں ہو جاتی۔ وجہ اس کی یہ تھی کہ سیدنا خالدؓ کی مدبرانہ قیادت نے کسریٰ ایران کی فوجوں کو بددل کر دیا تھا اور اب کسی بھی میدان میں ثابت قدمی اور استقلال سے لڑنا نہ صرف مشکل بلکہ ان کے لیے ناممکن ہوگیا تھا۔ چنانچہ جب انہیں بارگاہِ خلافت سے شام جانے کا خط موصول ہوا تو انہیں کچھ گھبراہٹ اور ذہنی دھچکا لگا۔ اس خط نے ان کے عراق کی بابت تمام ذہنی منصوبوں کا تیا پانچہ کر دیا تھا۔ ان کے ذہن میں اس خط کو پڑھ کر سب سے پہلی بات یہ آئی کہ یہ سارا کام سیدنا عمر بن خطابؓ کا ہے جو نہیں چاہتے کہ عراق میری جدوجہد سے فتح ہو۔ سیدنا ابوبکرؓ کو اس بات کا پورا پورا یقین تھا کہ اس حکم سے خالدؓ کے دل میں ضرور تکدر کے آثار ابھرے ہوں گے' لیکن شام میں بھی رومی فوج کے مقابلہ میں ان کی سخت ضرورت تھی۔ اس شدید ضرورت کے بعد سیدنا ابوبکرؓ نے انہیں عراق سے شام بلایا تھا۔ سیدنا خالدؓ نے خط پڑھ کر شام جانے کا عزم فرما لیا کیونکہ یہ خلیفہ رسولؐ کا حکم تھا جس کی تعمیل وہ ضروری سمجھتے تھے۔ سیدنا ابوبکرؓ نے خط کے آخر میں لکھا تھا کہ مثنیٰ ابن حارثہؓ کو اپنا نائب بنا دیں۔ چنانچہ خالدؓ عراق کے تمام معاملات سے فارغ ہو کر شام کے لیے روانہ ہوگئے۔ سیدنا مثنیٰ بن حارثہؓ فوج کے ایک دستہ کے ساتھ صحرا تک انہیں رخصت کرنے گئے۔ خالدؓ عراق سے اپنے ساتھ کتنی فوج لے کر آئے' اس بارہ میں مورخین کا اختلاف ہے۔ چھ ہزار' آٹھ سو' چھ سو اور پانچ سو کی تعداد مختلف روایات میں مرقوم ہے۔

(ابن اثیر جلد 2 ص 679)

لیکن بلاذری نے آٹھ سو سے پانچ سو کی تعداد بتائی ہے (فتوح البلدان ص 116) ہمارے نزدیک یہی درست اور صحیح ہے اس لیے کہ شام کے محاذ پر فوج سے زیادہ جرنیل کی اشد ضرورت تھی۔ فوج تو برابر مدینہ سے آ رہی تھی۔ وہاں صرف سپہ سالار اعظم کی ضرورت تھی' چنانچہ سیدنا خالدؓ کی تعیناتی تمام افواج کے سپریم کمانڈر کی حیثیت سے تھی۔

Marfat.com

سیدنا خالدؓ کی عراق سے شام روانگی

سیدنا خالدؓ عراق سے شام کے لیے روانہ ہوئے ہی تھے کہ ایک اور مسئلہ درپیش ہوا کہ راستہ کون سا اختیار کیا جائے؟ راستہ کوئی ایسا ہونا چاہیے جو دشمن سے محفوظ ہو، بے خطر ہوتا کہ جلد از جلد منزل مقصود پر پہنچا جا سکے۔ عراق سے شام جانے کے دو ہی راستے تھے۔ ایک راستہ لق و دق صحرا اور طویل و عریض جنگل تھا۔ یہ راستہ نہ صرف خوفناک تھا بلکہ تکلیف رساں بھی تھا۔ پھر اس میں بھول بھلیاں بھی بہت تھیں۔ اگر ایک دفعہ آدمی راستہ بھول گیا تو پھر صحیح راستہ معلوم کرنا نہایت مشکل ہو جاتا تھا۔ مزید ایک خرابی یہ بھی تھی کہ شام کی سرحد پر عربی قبائل آباد تھے جو راستہ روک سکتے تھے۔

دوسرا راستہ یہ تھا کہ عراق سے پہلے عرب پہنچا جائے اور پھر وہاں سے شام جانے والا راستہ اختیار کیا جائے۔ یہ راستہ وہی تھا جس کے ذریعہ سیدنا ابوعبیدہؓ، سیدنا عکرمہؓ اور دوسرے حضرات شام گئے تھے۔ لیکن یہ راستہ نہایت طویل تھا اور منزل مقصود پر پہنچنے میں اس راستہ سے بہت دیر لگتی تھی۔ سیدنا خالدؓ اس معاملہ میں ذہنی طور پر سخت پریشان تھے کہ راستہ کون سا اختیار کیا جائے؟ خالدؓ اس بارہ میں اپنے ساتھیوں سے بات کر رہے تھے کہ ایک شخص نے ایک راستہ کی نشاندہی کی۔ ابتداء میں تو وہی راستہ تھا جو سیدنا خالدؓ نے اس وقت اختیار کیا تھا جب وہ سیدنا عیاض بن غنمؓ کی مدد کے لیے حیرہ سے دومتہ الجندل گئے تھے۔ اس راستہ سے وہ پہلے دومتہ الجندل گئے اور پھر وہاں سے یرموک جانے کے لیے وادی سرحان کا راستہ اختیار کیا۔ جب وہ اس راستہ پر سفر کر رہے تھے تو ایک بستی آئی جس کا نام قرار تھا۔ اس میں بنو کلب کے کچھ قبائل آباد تھے۔ سیدنا خالدؓ نے حملہ کر کے اس بستی کو فتح کر لیا اس سے آگے وہ وادی سرحان کے معروف و مشہور راستہ پر گامزن ہوتے تو چند روز کے بعد وہ بصریٰ پہنچ جاتے۔ وہاں سیدنا ابوعبیدہؓ کا لشکر مقیم تھا۔ اسے ساتھ لے کر یرموک میں اسلامی فوجوں سے جا ملتے' لیکن ان کے ذہن میں آیا کہ بصریٰ پہنچنے سے پہلے ہی رومی فوجیں ان کا راستہ روک کر کھڑی ہو جائیں گی اور ان کے یرموک پہنچنے میں بہت دن لگ جائیں گے۔ اب انہوں نے اپنے رفقائے سفر سے پوچھا کہ کوئی ایسا راستہ بتاؤ جس پر چل کر ہم جلد از جلد اپنی منزل

مقصود پر پہنچ کر رومی فوجوں کے عقب میں جا کھڑے ہوں۔ وہاں تک پہنچنے میں کوئی ایسا مقام نہیں آنا چاہیے جہاں رومی فوجوں سے تصادم کا خطرہ ہو۔ کچھ لوگوں نے بتایا کہ ایک راستہ تو ہے لیکن یہ راستہ اس قدر تنگ ہے کہ بیک وقت صرف ایک ہی شخص گزر سکتا ہے۔ دو چار آدمی اکھٹے اس راستہ سے نہیں گزر سکتے۔ اس لیے بہتر یہ ہے کہ وہ راستہ نہ اختیار کیا جائے کیونکہ ایسے راستے سے لشکر کو نقصان پہنچنے کا شدید خطرہ ہے' لیکن سیدنا خالدؓ کو خطرات سے محبت تھی ور بقول اقبال مرحوم۔

سفر بہ کعبہ نرفتم کہ راہ بے خطر است

خالدؓ نہ مانے۔ انھوں نے وہی پر خطر راستہ اپنانے پر اصرار کیا۔ فرمایا:

"خوب جان لو کہ تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کے لیے نکلے ہو۔ اب تمہارا قدم پیچھے نہیں ہٹنا چاہیے۔ یہ بات ذہن میں رکھو کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت و تائید کا انحصار نیت پر ہے اور اجر کا تعلق عمل خیر سے۔ کسی مسلمان کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ حق تعالیٰ شانہ' کی مدد بھی طلب کرے اور خطرات اور مشکلات سے گھبرائے بھی۔"

اپنے جرنیل کی یہ بات تمام لشکر کے دل کی اتھاہ گہرائیوں میں اتر گئی اور ان کا اضطراب دور ہو گیا۔ دل و دماغ خوف و خطر سے پاک ہو گئے اور سب نے یک زبان ہو کر کہا: "امیر لشکر! ہم سب آپ کے ساتھ ہیں اور جو کچھ آپ حکم دیں گے دل و جان سے اس کی تعمیل ہو گی۔" سیدنا خالدؓ نے پوچھا: "اس لشکر میں کوئی ایسا شخص ہے جو اس پُر خطر راستہ پر سفر کے لیے ہماری راہ نمائی کر سکے؟" لوگوں نے رافع بن عمیر طائی کا نام لیا۔ سیدنا خالدؓ نے انہیں بلا کر پوچھا: "اس راستہ پر تم ہماری راہ نمائی کا فریضہ انجام دے سکتے ہو؟" رافع نے نہایت ادب سے گزارش کی: "امیر! آپ کے ساتھ ایک پورا لشکر ہے۔ گھوڑے بھی ہیں اور ساز و سامان بھی۔ وہ راستہ نہایت تنگ ہے۔ اتنے بھاری بھرکم لشکر کا وہاں سے گزرنا ناممکن ہے۔ صرف ایک آدمی اور وہ بھی نہایت خوف و خطر کے ساتھ وہاں سے گزر سکتا ہے۔ پھر سفر بھی کم از کم پانچ راتوں کا ہے۔ راستہ سے بھٹک جانے کا بھی بہت امکان ہے۔ پھر راستہ میں پانی بھی نایاب' لہٰذا میری رائے یہ ہے کہ آپ لشکر کو لے کر اس راستہ سے سفر نہ کریں۔ سیدنا خالدؓ نے

اس کی بات نہایت غور وخوض سے سنی' لیکن فیصلہ یہ کیا کہ ہم اس خطرناک راستہ ہی سے سفر کریں گے۔ پھر اس سے پوچھا: ''تم یہ بتاؤ کہ ہمیں اس سفر کے لیے کیا انتظام کرنا چاہیے؟'' رافعؓ نے انتظامات کی تفصیل بتائی اور کہا: ''اگر آپ نے اسی راستہ پر سفر کرنے کا فیصلہ کرلیا ہے تو لوگوں کو تین باتوں کا حکم دیجئے:

1- کافی مقدار میں پانی اپنے ساتھ لیں۔

2- ہر شخص اپنی اونٹنی کو زیادہ سے زیادہ پانی پلا کر اس کے ہونٹ باندھ دے کیونکہ اس سفر میں کئی خطرات پیش آ سکتے ہیں۔

3- بیس موٹی تازی اور بڑی عمر کی اونٹنیاں مجھے دی جائیں۔

سیدنا خالدؓ نے رافعؓ کی اس خواہش کے مطابق بیس موٹی تازی اونٹنیاں مہیا کر دیں۔ رافعؓ نے پہلے تو ان اونٹنیوں کو خوب پیاسا رکھا یہاں تک کہ وہ پیاس کی شدت سے نڈھال ہوگئیں۔ پھر انہیں خوب پانی پلایا اور ان کے ہونٹ باندھ دیے تاکہ وہ جگالی نہ کرسکیں۔ جب یہ سب کچھ ہو چکا تو رافع نے سیدنا خالدؓ سے کہا کہ اب لشکر کو کوچ کا حکم دیں۔ سیدنا خالدؓ اپنے لشکر کے ساتھ اس کے ہم سفر ہوئے۔ راستہ میں جس مقام پر قیام کرتے ان اونٹنیوں میں سے چار کو ذبح کر کے ان کے پیٹ چیر لیے جاتے اور جو پانی ان کے معدوں سے نکلتا وہ گھوڑوں کو پلا دیا جاتا اور جو پانی انہوں نے اپنے مشکیزوں میں رکھا ہوا تھا وہ لشکر کے آدمی اپنی پیاس بجھانے کے لیے پی لیتے۔ یوں ان کا سفر جاری رہا۔ تاحد نگاہ خوف ناک اور لق و دق صحرا میں سفر کے آخری دن سیدنا خالدؓ نے رافع کو دیکھا کہ اسے آشوب چشم کا عارضہ لاحق ہوگیا ہے۔ خالدؓ نے کہا کہ پانی ختم ہو چکا ہے' اب کیا کرنا چاہیے؟ اس نے جواب دیا: ''پریشان ہونے کی ضرورت نہیں' ہم انشاء اللہ بہت جلد پانی تک پہنچ جائیں گے۔ تھوڑی دور چل کر فوج ریت کے دو بڑے ٹیلوں کے پاس پہنچی تو رافع نے کہا: ''اچھی طرح غور سے دیکھو کہ یہاں کوئی ایسی جھاڑی دکھائی دیتی ہے جو آدمی کے سرین کی طرح ہو؟ لوگوں نے اِدھر اُدھر دیکھا اور کہا کہ یہاں تو کوئی ایسی جھاڑی نہیں۔ رافعؓ نے انا للہ پڑھا اور کہا کہ اگر اپنی خیریت چاہتے ہو تو اس قسم کی جھاڑی کو فوراً تلاش کرو۔ تمام لشکر نے اس صحرا میں اس قسم کی جھاڑی کی تلاش شروع کر دی۔ آخر کار کچھ دیر کے بعد وہ ڈھونڈھ لی گئی۔

ڈھونڈھنے میں دقت اس لیے ہوئی کہ اسے کسی نے کاٹ دیا تھا اور اس کا صرف تنا باقی رہ گیا تھا۔ جب وہ جھاڑی مل گئی تو رافع نے خوشی سے اچھل کر زور سے نعرہ تکبیر بلند کیا۔ اور ساتھیوں سے کہا کہ اس جھاڑی کی جڑ کے قریب سے مٹی کھودو۔ مٹی کھودی گئی تو وہاں سے ایک ٹھنڈے پانی کا چشمہ نکلا جس سے تمام لشکر کے آدمیوں' گھوڑوں اور اونٹوں نے پانی پیا۔ جب تمام پانی پی چکے تو رافع نے کہا کہ میں بہت چھوٹی عمر میں ایک مرتبہ اپنے والد کے ساتھ آیا تھا تب سے یہ جھاڑی اور چشمہ مجھے یاد ہے۔

رافع بن عمیرؓ کی یہ روایت ظاہری طور پر ایک افسانہ معلوم ہوتی ہے لیکن سیدنا خالدؓ کی پوری زندگی کو اگر دیکھا جائے تو ان کی ساری زندگی ہی ایک افسانوی زندگی نظر آتی ہے۔ انہوں نے اپنی زندگی میں جو جو کام کیے اور جو جو معرکے لڑے وہ عقل انسانی سے ماوراء تھے۔ جنگ موتہ میں دو لاکھ رومی فوج سے اپنی تین ہزار کی فوج کو لڑایا' اور اس طریقہ سے لڑایا کہ تین ہزار فاتح اور دو لاکھ کا لشکر مفتوح ہو گیا۔ مسیلمہ کذاب کی سرکوبی جیسے انہوں نے کی وہ ایک عام آدمی کا کام نہیں تھا۔ دومتہ الجندل کی فتح کے بعد خفیہ حج بیت اللہ بھی سیدنا خالدؓ کے عجائبات میں سے ہے کہ کانوں کان کسی شخص کو ان کے اس حج کی خبر نہ ہوئی اور ساقہ کے حیرہ میں داخل ہونے کے ساتھ وہ بھی داخل حیرہ ہو گئے۔ لہٰذا ہمارے نزدیک ان کا یہ سفر اگر ایسے ہی ہوا تو یہ کوئی اچنبھے کی بات نہیں۔

غرض کہ عام تاریخوں کے مطابق سیدنا خالدؓ جب عراق سے شام روانہ ہوئے تو پہلے تدمر آئے جو صحرائے شام کے کنارہ پر وادی شام سے متصل ہے اور دمشق ڈیڑھ سو میل دور اس کے شمال مشرق میں واقع ہے۔ راستہ میں پانی کی قلت کے باعث انہیں بڑی دشواریاں پیش آئیں' لیکن سیدنا خالدؓ کی پوری زندگی ہی دشواریوں سے مرتب تھی۔ اسی اثناء میں کچھ قبائل سے آپ کی مڈبھیڑ بھی ہوئی لیکن سیدنا خالدؓ ان سب کو پسپا کرتے ہوئے آگے بڑھتے چلے گئے۔ تدمر سے ثنیۃ العقاب گئے اور وہاں سے مرج راہط پہنچے جو غوطہ دمشق میں ہے اور یہاں سے جنوبی سمت میں روانہ ہو کر بصریٰ پہنچے۔ مرج راہط جو دمشق سے پندرہ میل کے فاصلہ پر ہے غسانیوں کا ایک بہت بڑا مرکز تھا۔ یہ لوگ مذہبا عیسائی تھے۔ یہاں سیدنا خالدؓ نے جنگ کر کے ان کو مغلوب کیا۔ یہاں سے وہ بصریٰ آئے تو یہاں سیدنا ابوبکرؓ کے حکم کے مطابق شرحبیل بن حسنہؓ اور یزید بن

Marfat.com

ابی سفیانؓ اس شہر کا محاصرہ کئے ہوئے تھے لیکن وہ فتح نہیں ہو رہا تھا۔ سیدنا خالدؓ نے آتے ہی اس زور کا حملہ کیا کہ رومیوں کا سپہ سالار رومانس (Romanus) پسپا ہو کر بصریٰ کے اندرونی حصہ میں پناہ گزین ہو گیا اور شہر فتح ہو گیا۔ بعض روایات میں ہے کہ وہ بعد میں مسلمان ہو گیا اور اسلام کی حمایت میں کارہائے نمایاں سرانجام دیے۔

معرکہ اخبادین اور سیدنا خالدؓ

شام میں داخل ہو کر سیدنا خالدؓ نے سب سے پہلا شہر بصریٰ فتح کیا۔ بصریٰ کی فتح کے بعد سیدنا خالدؓ چاہتے تھے کہ دمشق کی طرف پیش قدمی کی جائے لیکن انہیں اچانک یہ اطلاع ملی کہ قیصر روم نے ایک لاکھ کا لشکر جرار اخبادین میں اکٹھا کیا ہوا ہے اور اس کے علاوہ تمام باشندے اور وہ عرب قبائل جو شام میں مقیم ہیں' رومی فوجوں کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے مقابلہ کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ یہ خبر نہایت تشویش ناک تھی۔ یہ خبر بھی پہنچی کہ عیسائی مذہب کے پادریوں اور راہبوں نے تمام ملک کا دورہ کر کے لوگوں کو مسلمانوں کے خلاف مشتعل کر کے دلوں میں ایک آگ سی لگا رکھی ہے۔ یہ خبر سنتے ہی سیدنا خالدؓ نے پہلی تدبیر یہ کی کہ اسلامی لشکر جو مختلف محاذوں پر تھے' ان سب کے امیروں کو خط لکھا کہ اخبادین کے محاذ پر جمع ہو جائیں۔ ایک روایت میں ہے کہ سیدنا ابو عبیدہؓ سیدنا خالدؓ کے ساتھ ہی تھے۔ جب خالدؓ اور ابو عبیدہؓ دمشق سے نکلے اور اخبادین کو روانہ ہوئے تو سیدنا ابو عبیدہؓ فوج کے پچھلے حصہ میں تھے۔ اہل دمشق نے ان کا راستہ روک لیا۔ سیدنا خالدؓ کو اس کا علم ہوا تو فوراً لشکر لے کر موقع پر پہنچے اور سیدنا ابو عبیدہؓ کو رومیوں کے نرغے سے نکالا۔ دمشق کے لوگ سیدنا خالدؓ کے حملہ کی تاب نہ لا سکے اور بھاگ کر قلعے میں جا بیٹھے۔ چنانچہ خالدؓ اور ابو عبیدہؓ اخبادین روانہ ہو گئے۔ سیدنا خالدؓ جس وقت اخبادین پہنچے ٹھیک اسی وقت ''دردان'' جو ایک نامور ماہر رومی سپہ سالار تھا' ایک لشکر جرار کے ساتھ اخبادین پہنچ گیا۔

ہم یہاں ایک بات کی وضاحت کر دینا ضروری سمجھتے ہیں وہ یہ کہ سیدنا خالدؓ سیدنا ابو بکرؓ کے حکم کی تعمیل میں عراق کو چھوڑ کر جنگ یرموک کے لیے شام آئے تھے اور راستہ کی صعوبتیں برداشت کرتے ہوئے جنوب مشرق کی سمت سے حدود شام میں داخل

ہوئے۔ شام میں داخل ہو کر جب انہیں پتہ چلا کہ رومی فوجیں واقوصہ (یرموک) کے مقام پر جنگ کے لیے ڈیرے جمائے ہوئے ہیں تو انہوں نے واقوصہ کو میدان جنگ بنانا مناسب نہ سمجھا کیونکہ وہ مقام تین اطراف سے پہاڑوں میں گھرا ہوا تھا اور ایک طرف سے کھلا تھا۔ اسی شے کو دیکھ کر سیدنا عمرو بن العاصؓ نے خوشی اور مسرت کا اظہار کیا تھا' لیکن یہ ان کی ذاتی رائے تھی۔ سیدنا خالدؓ کی رائے اس کے خلاف تھی ان کا خیال تھا کہ دشمن کو اس طرح گھیر کر خصوصاً اس وقت جب کہ وہ اتنی بڑی تعداد اور ساز و سامان کے ساتھ آیا ہو' جنگ کرنا کوئی دانش مندی نہیں ہے' بلکہ ایسی صورت میں ہمیشہ دشمن کے لیے راہ فرار چھوڑ کر جنگ لڑنی چاہیے۔ اس لیے سیدنا خالدؓ نے شام میں داخل ہوتے ہی واقوصہ (یرموک) کے بجائے پہلے دمشق کی طرف رخ کیا۔ اب مسلمان فوجیں جو دو تین ماہ سے رومیوں کا راستہ روکے بیٹھے تھیں' وہاں سے ہٹ گئیں۔ جب وہ ہٹیں تو رومیوں نے بھی سکھ کا سانس لیا اور اب انہوں نے اجنادین میں اپنا مورچہ جما لیا اور قریباً ایک لاکھ فوج یہاں لا کر جمع کر دی۔ سیدنا خالدؓ کو پتہ چلا تو انہوں نے دمشق کا ارادہ ترک کر کے اجنادین کا رخ کر لیا اور یہاں اپنی فوج کے ساتھ رومیوں کے مقابلہ کے لیے پہنچ گئے۔

شامی فوجوں میں سیدنا خالدؓ کی حیثیت

سیدنا خالدؓ عراق میں تو تمام اسلامی فوجوں کے سپہ سالار اور سپریم کمانڈر تھے۔ یہاں شام پہنچ کر آپ کی حیثیت کیا تھی؟ اس بارہ میں مورخین کی مختلف رائے ہیں۔ طبری کی بعض روایات میں ہے کہ سیدنا ابوبکرؓ نے سیدنا خالدؓ کو تمام افواج شام کا سپریم کمانڈر بنا کر بھیجا تھا۔ طبری کے علاوہ مورخ مقدسی بھی لکھتے ہیں کہ سیدنا ابوبکرؓ نے سیدنا خالدؓ کو عراق سے تمام اسلامی فوجوں کا سپہ سالار بنا کر شام بھیجا۔ سیدنا ابوبکرؓ کا جو خط سیدنا خالدؓ کو عراق میں ملا تھا اس میں انہیں شام جانے کا حکم دیا گیا تھا۔ اس میں تھا کہ شام میں انہیں مسلمانوں کی فوجوں کا سپہ سالار بنا کر بھیجا جا رہا ہے۔ اس پر انہوں نے اطمینان کا اظہار کیا۔ سیدنا ابوبکرؓ نے ایک طرف سیدنا خالدؓ کو خط لکھا تو دوسری طرف سیدنا ابوعبیدہ بن جراحؓ کے نام بھی خط ارسال فرمایا جس میں لکھا:

Marfat.com

"میں نے رومی فوجوں سے جنگ کرنے کی ذمہ داری خالد بن ولیدؓ کے سپرد کر دی ہے۔ ان کی اطاعت کرنا تمہارے لیے ضروری ہے کہ انہیں تمہارا امیر مقرر کیا گیا ہے۔ مجھے خوب معلوم ہے کہ دینی اعتبار سے تمہارا مقام خالدؓ سے بہت اونچا ہے لیکن اسے جنگی مہارت تم سے زیادہ ہے۔ اللہ ہمیں اور تمہیں سیدھی راہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔" (فتوح الشام ازدی ص 74، فتوح الشام واقدی ص 40)

سیدنا ابو عبیدہؓ امین الامت تھے اور تمام صحابہ کرامؓ کے نزدیک ایک نہایت محترم اور مکرم شخصیت تھے۔ خود سیدنا خالدؓ ان کا بے حد احترام کرتے تھے، اس لیے انہوں نے بھی سیدنا ابو عبیدہؓ کو ایک خط لکھا:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ابو عبیدہ بن جراحؓ کی خدمت میں خالد بن ولید کی طرف سے السلام علیک۔ میں اس معبود برحق کا شکر گزار ہوں جس کے سوا اور کوئی دوسرا عبادت کے لائق نہیں۔ اللہ تعالیٰ سے التجا ہے کہ خوف (قیامت) کے روز مجھے اور آپ کو جہنم کی سزا اور دنیا میں آزمائشوں اور مصیبتوں سے محفوظ رکھے۔ خلیفہ رسول (ابوبکرؓ) کا فرمان موصول ہوا ہے جس میں انہوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ شام جا کر وہاں کی فوجوں کی کمان اپنے ہاتھ میں لوں۔ بخدا! میں نے نہ تو کبھی اس عہدہ کی درخواست کی اور نہ کبھی اس کی خواہش میرے دل میں پیدا ہوئی اور نہ ہی ان سے اس بارہ میں کوئی خط و کتابت ہوئی۔ آپ پر خدا کی رحمت ہو۔ (میرے سالار اعلیٰ ہونے کے باوجود) آپ کی حیثیت وہی رہے گی جو تھی۔ آپ کے کسی حکم کو ٹالا نہیں جائے گا اور نہ ہی آپ کی رائے اور مشورہ کو نظر انداز کیا جائے گا اور نہ ہی آپ کی صلاح اور مشورہ کے بغیر کوئی فیصلہ ہوگا۔ آپ اہل اسلام کی ایک نہایت برگزیدہ شخصیت ہیں۔ نہ تو آپ کے فضل سے انکار کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی آپ کی رائے سے بے پروائی برتی جا سکتی ہے۔ خدا سے دعا ہے کہ ہم دونوں کے لیے اپنی مہربانیوں کو پایہ تکمیل تک پہنچائے۔ مجھے اور آپ کو جہنم کے عذاب سے محفوظ رکھے۔ والسلام علیک و رحمۃ اللہ۔

(فتوح الشام ازدی ص 62)

ویسے بھی واقعات کا تسلسل یہ بتا رہا ہے کہ سیدنا ابوبکرؓ نے انہیں فوجی امداد

Marfat.com

کے لیے نہیں بلکہ ایک جرنیل اور کمانڈر کی حیثیت سے ان کی خدمات کو عراق سے شام منتقل کیا گیا تھا۔ فوجی امداد تو مدینہ سے آ رہی تھی۔ عراق میں تو خود فوج کی قلت تھی۔ وہاں بھی مقابلہ ایک سپر پاور (SuperPower) سے تھا۔ یہاں فوج کی نہیں صرف خالدؓ کی خدمات حاصل کی گئی تھیں کیونکہ دوسرے چاروں لشکروں کے جو سپہ سالار تھے انہیں اتنی بڑی فوج کے ساتھ جنگ کرنے کا کوئی تجربہ نہ تھا۔ چنانچہ طبری میں لکھا ہے کہ جب سیدنا ابوبکرؓ کو شام کے ان امراء کا خط پہنچا جس میں کمک بھیجنے کی درخواست کی گئی تھی تو اس خط کو پڑھتے ہی سیدنا ابوبکرؓ نے فرمایا: ''خالد لھا (یعنی یہ معرکہ خالدؓ ہی کے سر رہے گا) گویا سیدنا خالدؓ کو شام منگوایا گیا تھا نہ کہ انؓ سے لشکر کی امداد طلب کی گئی تھی بلکہ ان کی جنگی مہارت کی امداد طلب کی گئی تھی جس کے لیے وہ تعمیل حکم کرتے ہوئے عراق کی تمام مہمات کو خیر باد کہہ کر شام آ گئے۔ (طبری جلد 2 ص 591)

علامہ بلاذری نے لکھا ہے کہ جب سیدنا خالدؓ بصریٰ پہنچے اور اسلامی افواج سے ملے تو تمام سپہ سالاروں نے متفقہ طور پر ان کو اپنا امیر منتخب کر لیا۔ اس سے بلاذری یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ سیدنا خالدؓ کو سپریم کمانڈر سیدنا ابوبکرؓ نے نہیں بنایا تھا بلکہ شام میں مسلمان فوجوں کے تمام امراء نے متفقہ طور پر انہیں اپنا سپریم کمانڈر مقرر کیا تھا۔

بہرحال ہماری رائے تو یہی ہے کہ سیدنا ابوبکرؓ ہی نے تمام افواج کا سپریم کمانڈر آپ کو بنایا تھا لیکن اگر امراء لشکر نے متفقہ طور پر خود بنایا تھا تو یہ بات اور زیادہ سیدنا خالد بن ولیدؓ کی عظمت و فضیلت کو اجاگر کرتی ہے۔ لیکن اس بات میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ سیدنا فاروق اعظمؓ کے سیدنا خالدؓ کو معزول کرنے تک جس قدر لڑائیاں بھی آپ نے لڑیں اور جس محاذ پر بھی لڑیں وہ سپہ سالاری کی حیثیت سے لڑیں۔ چنانچہ اجنادین کی جنگ میں جو سیدنا خالدؓ کے شام میں داخل ہونے کے بعد سب سے پہلی جنگ تھی، سیدنا خالدؓ ہی کے زیر کمان لڑی گئی تھی۔

اجنادین کی فتح

سیدنا خالدؓ کے اجنادین پہنچنے کے وقت سیدنا عمرو بن عاصؓ، سیدنا یزید بن ابی سفیانؓ اور سیدنا شرحبیل بن حسنہؓ بھی سیدنا خالدؓ کی دعوت پر اجنادین اپنی فوجوں

Marfat.com

کے ساتھ پہنچ چکے تھے۔ اخبادین پہنچتے ہی سیدنا خالدؓ نے تمام فوجوں کی کمان اپنے ہاتھ میں لے لی اور فوجوں کو ایک خاص نظم اور ترتیب میں لانے کا سلسلہ شروع کر دیا۔ پیدل فوج کی قیادت سیدنا ابوعبیدہؓ کے سپرد کی' میمنہ پر سیدنا معاذ بن جبلؓ کو مامور کیا' میسرہ پر سیدنا سعید بن عامر بن حریم جمحیؓ کو متعین کیا اور سوار فوج پر سیدنا سعید بن زیدؓ کا تقرر عمل میں لایا گیا اور خود خالدؓ نے مسلمانوں کو جنگ کے لیے جوش دلانے کی غرض سے صفوں کے درمیان گشت شروع کر دیا۔ اب دونوں طرف کی فوجیں ایک دوسرے کے بالمقابل کھڑی تھیں اور جنگ کرنے کے لیے حکم کی منتظر تھیں۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ عموماً جنگ نماز ظہر کے بعد شروع کرتے تھے۔ سیدنا خالدؓ نے اس سنت نبویؐ پر عمل کرنے کے خیال سے اپنی فوج کو حکم دیا کہ نماز ظہر تک جنگ شروع نہ کی جائے' لیکن رومیوں نے اس سے قبل ہی مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ میمنہ کے افسر سیدنا معاذ بن جبلؓ اور میسرہ پر سیدنا سعید بن عامر بن حریم تھے۔ رومیوں نے ان دونوں بازوؤں پر اس زور سے تیر برسائے کہ مجاہدین کے گھوڑے بدکنے لگے اور خود مسلمانوں میں ایک انتشار کی کیفیت پیدا ہوگئی' لیکن وہ سیدنا خالد بن ولیدؓ کے حکم کے منتظر تھے۔ آخر سیدنا خالدؓ نے حکم دیا کہ حملہ کریں اور خود اس میں پیش قدمی کی۔ سیدنا خالدؓ کا حملہ کرنا تھا کہ پوری فوج سیل رواں کی طرح آگے بڑھی اور دشمن پر اس شدت سے حملہ کیا کہ رومیوں کو بھاگنے کے سوا اور کوئی چارہ نہ رہا۔ رومی فوج کا سپہ سالار اعظم تھیوڈورس نے خود بھاگ کر حمص میں جہاں ہرقل پہلے سے موجود تھا' پناہ لی۔ دوسری فوج میں سے کچھ نے دمشق میں اور کچھ نے حمص میں بھاگ کر پناہ تلاش کی۔ ہرقل کو تھیوڈورس پر بہت غصہ آیا اور اس نے بڑے ذلیل طریقہ سے اس کو معزول کر دیا اور آخر کار اسی ذلت وخواری کی حالت میں مر گیا۔

ابن اثیر نے اپنی تاریخ جلد 2 ص 160 میں لکھا ہے کہ دونوں طرف کی فوجیں اخبادین میں آمنے سامنے ڈیرے ڈالے ہوئے تھیں تو رومی سپہ سالار تھیوڈورس نے ایک عربی شخص کو مسلمانوں کے لشکر میں اس غرض سے بھیجا کہ وہ وہاں جا کر مسلمانوں کی اندرونی حالت کی خبر لائے۔ یہ شخص چونکہ خود عربی تھا لہٰذا مسلمانوں کے لشکر میں آملا اور ایک رات دن رہ کر مسلمانوں کے شب و روز کے حالات دیکھے۔ انہیں

Marfat.com

راتوں کو تہجد پڑھتے اور تلاوت قرآن حکیم کرتے دیکھا۔ ہر شخص کو کہ بلا تکلف اپنی عبادت میں مشغول ہے۔ ایک دوسرے کا باہمی معاملات میں نہایت صفائی سے برتاؤ ہے۔ ہر شخص اپنے امیر کے حکم کا دل و جان سے فرماں بردار ہے۔ یہ تمام حالات دیکھ کر وہ واپس ہوا۔ رومی سپہ سالار نے جب اس سے پوچھا کہ تم نے مسلمانوں کے لشکر میں کیا دیکھا۔ اس نے کہا:

"بالليل رهبان و بالنهار فرمسان' ولو سرق ابن ملكهم قطعوه' ولوزئ رجم لاقاقة الحق فيهم"

"یعنی یہ لوگ رات کو راہب (عبادت گزار) اور دن میں شہ سوار ہیں۔ اگر ان کے بادشاہ کا بیٹا بھی چوری کرے تو اس کا ہاتھ کاٹ ڈالیں' اور اگر وہ زنا کرے تو رجم (سنگ سار) کر دیں' حق کے جاری کرنے میں کسی کی رعایت نہیں کرتے۔"

سپہ سالار تھیوڈورس نے جب یہ سنا تو کہا: "اگر تو نے یہ بات سچ بیان کی ہے تو زمین کے اندر اتر جانا یعنی مر جانا ان لوگوں کا مقابلہ کرنے سے بہتر ہے۔"

اخبادین کی جنگ 10 جمادی الاولی یا دو جمادی الآخرۃ 13 ہجری کو ہوئی (فتوح البلدان ص 120) لیکن ازدی کا بیان ہے کہ 28 جمادی الاولیٰ 13 ہجری کو دوپہر کے وقت یہ جنگ لڑی گئی۔ (فتوح الشام ص 79)

فتح کے بعد سیدنا خالد بن ولیدؓ عبدالرحمٰن بن حنبل الجمعی کے ہاتھ سیدنا ابوبکرؓ کے نام ایک خط بھیجا جس میں لکھا کہ: "ہم میں اور مشرکوں (یعنی عیسائیوں) میں جنگ ہوئی۔ ان لوگوں نے ہمارے مقابلہ میں مقام اخبادین میں بہت بڑے لشکر جمع کر رکھے تھے۔ یہ لوگ اپنی صلیبیں اور کتابیں اٹھائے ہوئے تھے' اور میدان جنگ سے فرار اختیار نہ کرنے کی قسم کھا رکھی تھی اور اس بات کی بھی قسم کھا رکھی تھی کہ وہ ہم کو اپنے ملک سے باہر نکال کر ہی دم لیں گے۔ ہم اللہ پر بھروسہ اور توکل کر کے ان کے مقابلہ کے لیے آگے بڑھے۔ پھر ہم نے اپنے تیروں سے کام لیا' اس کے بعد تلوار کی نوبت آئی۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے ہم پر اپنی مدد نازل کر کے اپنا وعدہ پورا کیا۔"

یہ واقعہ سیدنا ابوبکر صدیقؓ کے انتقال سے چوبیس (24) روز پہلے کا ہے۔

Marfat.com

آپ کو سیدنا خالدؓ کا یہ خط موصول ہوا تو نہایت خوش ہوئے اور فرمایا: ''سب تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے مسلمانوں کی مدد کی اور میری آنکھیں اس فتح کے مژدہ سے ٹھنڈی ہوئیں۔'' (فتوح الشام ازدی ص 81)

سیدنا خالدؓ دمشق میں

اخبادین کی فتح کے بعد سیدنا خالدؓ واپس دمشق آ گئے اور آتے ہی دمشق کا محاصرہ کر لیا۔ سیدنا خالدؓ کا قیام ایک گرجے میں تھا جو دمشق[1] کے باب شرقی کے قریب تھا۔ سیدنا ابوعبیدہؓ کا باب جابیہ کے بالمقابل، سیدنا عمرو بن عاصؓ باب توما، سیدنا شرحبیل بن حسنہؓ باب فرادیس کے قریب اور سیدنا یزید بن ابی سفیانؓ باب صغیر کے متصل ڈیرے ڈالے ہوئے تھے۔ اس طریقہ سے مسلمانوں نے پورے شہر کو اپنے گھیرے میں لے رکھا تھا۔ مسلمانوں کے اس محاصرہ سے شہر کے تمام باشندے سخت پریشان تھے۔ چنانچہ انہوں نے اپنی اس پریشانی کے بارہ میں ہرقل کو ایک خط لکھا جو اس وقت حمص میں تھا، اور اس سے مدد کی اپیل کی تاکہ انہیں مسلمانوں کے اس چنگل سے نجات دلائے۔ خط سنتے ہی ہرقل نے دمشق کے لوگوں کی مدد کے لیے فوج روانہ کی۔ مرج اصغر کے مقام پر سیدنا خالدؓ کی فوج سے ان کا آمنا سامنا ہو گیا۔ رومی شکست کھا کر واپس بھاگ گئے۔ سیدنا خالدؓ نے پھر فوج سمیت واپس دمشق آ کر شہر کا محاصرہ جاری رکھا۔

اس محاصرے سے شہر کے باشندے سخت تکلیف میں تھے۔ ہرقل کی مدد ناکام ہو گئی۔ خود اہل دمشق نے اپنی طاقت کے مطابق سیدنا خالدؓ کی فوجوں کا مقابلہ کیا لیکن وہ اسلامی فوج کا محاصرہ ختم نہ کروا سکے اور رومیوں کی کوئی حفاظتی تدبیر انہیں فائدہ نہ پہنچا سکی۔

1۔ اس شہر کا صحیح تلفظ دِمَشق ہے یعنی دال پر زیر، میم پر زبر اور شین پر جزم۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا نوح علیہ السلام نے طوفان کے بعد کشتی سے اتر کر سب سے پہلے دو بستیاں آباد کیں۔ پہلے حران اور دمشق۔ بعض روایات میں ہے کہ اس کو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے ایک غلام ''دمشق'' نے آباد کیا تھا۔ اور بعض تاریخوں میں ہے کہ یہ بستی ذوالقرنین نے بسائی تھی۔ اگرچہ روایات اس بارے میں مختلف ہیں لیکن یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ دمشق دنیا کا سب سے پرانا شہر ہے جو اب تک آباد ہے۔ (انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا جلد 7 ص 1)

Marfat.com

اب پھر سرکردہ لوگوں نے ہرقل کو خط لکھا اور اپنی اس پریشانی اور تکلیف کا اظہار کر کے اس پر واضح کیا کہ اگر آپ نے اس نازک موقع پر ہماری کوئی موثر مدد نہ کی تو ہم مسلمانوں سے مصالحت کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ ہرقل نے انہیں جواب میں یہ لکھا کہ ہمت اور حوصلے کے ساتھ مسلمانوں کا مقابلہ کرو اور ہر ممکن کوشش کرو کہ شہر پر ان کا قبضہ نہ ہو' تمہاری امداد کے لیے فوجیں بھیج رہا ہوں۔ ہرقل کا فوجیں بھیجنے کا وعدہ' وعدہ ہی رہا جس میں ایفا کی کوئی بو نہ تھی۔ جب باشندگان دمشق ہرقل کی فوجوں کا انتظار کرتے کرتے تھک گئے تو مجبوراً انہوں نے مسلمانوں سے صلح کر لی۔

بعض روایات میں ہے کہ جن دنوں مسلمانوں نے دمشق کا محاصرہ کیا ہوا تھا۔ محاصرہ کے دوران دمشق کے پادری کے ہاں بچہ کی ولادت ہوئی۔ اس کے جشن میں اہل شہر نے خوب شرابیں پیں اور بدمست ہو کر سو گئے۔ سیدنا خالد بن ولیدؓ امیر لشکر ہونے کے ناطے راتوں کو سوتے نہ تھے بلکہ گھوم پھر کر دشمن کی مخبری کرتے تھے۔ انہیں اس جشن کی خبر ہوئی اور پتہ چلا کہ فوج اور اہالیان شہر بدمست ہو کر سوئے ہوئے ہیں۔ انہوں نے چند مسلمانوں کو ساتھ لے کر شہر کی فصیل پر کمند ڈالی اور شہر کے اندر داخل ہو گئے۔

پھاٹک کے محافظ بھی مستی میں اونگھ رہے تھے۔ آپ نے ان سب کو قتل کر کے مسلمان فوجوں کے لیے شہر کے پھاٹک کھول دیے۔ پھاٹک کھلتے ہی مسلمان فوج شہر میں داخل ہو گئی۔ مسلمان فوج کے شہر میں داخل ہونے سے اہل شہر بوکھلا گئے۔ ان کی سمجھ میں کچھ نہیں آتا تھا کہ کیا کیا جائے۔ وہ سیدھے سیدنا ابو عبیدہؓ کے پاس پہنچے جو شہر کی دوسری طرف متعین تھے' اور ان سے پناہ اور صلح کی درخواست کی۔ انہیں صحیح صورت حال کا علم نہیں تھا لہٰذا انہوں نے صلح قبول کر لی۔ چنانچہ شہر کی ایک سمت سے سیدنا خالدؓ فاتحانہ داخل ہوئے اور دوسری طرف سے سیدنا ابو عبیدہ بن الجراحؓ مصالحانہ طور پر۔ سیدنا ابو عبیدہؓ چونکہ مصالحت کر چکے تھے' اس لیے یہ فتح مصالحانہ قرار دی گئی' لہٰذا نہ مال غنیمت حاصل کیا گیا اور نہ ہی کسی کو لونڈی اور غلام بنایا گیا۔

بعض روایات میں ہے کہ اہل دمشق نے جابیہ کے متصل سیدنا ابو عبیدہؓ سے صلح کر لی تھی۔ صلح کے بعد جب وہ شہر میں داخل ہوئے تو انہیں پتہ چلا کہ سیدنا خالد

Marfat.com

بن ولیدؓ باب شرقی کی طرف سے اپنی فوج کے ساتھ اہل شہر سے جنگ کرتے ہوئے زبردستی شہر میں داخل ہو گئے ہیں۔ آگے چل کر شہر کے وسط میں جب خالدؓ اور ابو عبیدہؓ کی ملاقات ہوئی تو سیدنا ابو عبیدہؓ نے کہا کہ اہل شہر نے ان سے صلح کر لی ہے' لہٰذا انہیں کسی قسم کا جانی اور مالی نقصان پہنچانا شرعی طور پر مسلمانوں کے لیے جائز نہیں۔ سیدنا خالدؓ نے جواب دیا کہ انہوں نے اپنی تلوار اور طاقت کے زور سے اس شہر کو فتح کیا ہے' اس لیے ان سے وہی سلوک کیا جائے گا جو مفتوحین سے کیا جاتا ہے۔ غرضیکہ اسلامی فوج کے ان دونوں سرداروں کے مابین تھوڑی سی بحث ہوئی۔ پھر فیصلہ ہوا کہ صلح بحال رکھی جائے اور اہل شہر سے مفتوحین کا سا برتاؤ اور سلوک نہ کیا جائے۔

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ جب شہر کا نصف حصہ فتح ہو گیا تو دوسری طرف کے اہل شہر نے سیدنا ابو عبیدہؓ سے صلح کر لی۔ چنانچہ باقی نصف شہر صلح سے فتح ہوا۔ اور اسلام کا یہ اصول ہے کہ جو علاقہ لڑائی اور جنگ سے فتح ہو اس کے بارہ میں اسلامی حکومت کو یہ مکمل اختیار حاصل ہے کہ وہ اس پر جو تصرف چاہے کرے۔ لیکن جو علاقہ صلح کے ذریعہ فتح ہو اس میں صلح کی شرائط کی پابندی ضروری ہے۔ جہاں دمشق میں آج کل "جامع اموی" ہے وہاں عیسائیوں کا ایک گرجا "کلیسا یوحنا" تھا۔ اس کلیسا کا نصف حصہ لڑائی سے اور باقی نصف صلح سے فتح ہوا۔ جنگ سے فتح ہونے والے حصہ میں تو مسلمانوں نے شرعی اختیار پر عمل کرتے ہوئے وہاں ایک مسجد بنالی لیکن صلح سے فتح ہونے والے حصہ پر "کلیسا یوحنا" برقرار رہا۔ فتح دمشق کے بعد کئی سالوں تک کلیسا اور مسجد دونوں آمنے سامنے قائم رہے' لیکن جب اموی خلیفہ ولید بن عبدالملک کا عہد خلافت آیا تو نمازیوں کی کثرت کے باعث مسجد اپنی تنگ دامانی کا شکوہ کرنے لگی۔ دوسرے مسجد کے بالکل برابر کلیسا ہونے کی وجہ سے ایک مستقل بدمزگی چلی آ رہی تھی۔ ولید بن عبدالملک نے کلیسا کے ذمہ دار لوگوں کو بلا کر انہیں اس جگہ کے بدلہ میں چار کلیساؤں کے برابر جگہ دینے یا اس کے بدلہ میں منہ مانگی رقم دینے کی پیش کش کی لیکن عیسائی نہ مانے۔ بعض روایات میں ہے کہ ولید بن عبدالملک نے اس حصہ پر زبردستی قبضہ کر کے اس کو مسجد میں شامل کر لیا۔ سیدنا عمر بن عبدالعزیزؒ کے عہد خلافت میں عیسائیوں نے اس زبردستی کی شکایت کی تو انہوں نے عیسائیوں کے حق میں فیصلہ دے

Marfat.com

دیا اور اس حصے سے مسجد ختم کر کے اس کو عیسائیوں کے حوالہ کرنے کا ارادہ فرما لیا لیکن بعد میں دمشق کے حاکم نے عیسائیوں کو منہ مانگا معاوضہ دے کر راضی کر لیا اور وہ اپنی خوشی سے اس حصہ سے دست بردار ہو گئے۔ (اس واقعہ کی تفصیل ہم نے اپنی کتاب ''سیرۃ عمر بن عبدالعزیزؒ'' میں بھی دی ہے۔) (فتوح البلدان' بلاذری ص 149)

تاریخ کے رپورٹر بتاتے ہیں کہ مسلمانوں نے جب دمشق کا محاصرہ کیا ہوا تھا' اسی دوران ہی سیدنا ابوبکرؓ کا انتقال ہو گیا اور اس کی جگہ سیدنا عمرؓ خلیفہ ہو گئے۔ یہ بیان ابو اسماعیل ازدی کا ہے' لیکن بلاذری کی روایت یہ ہے کہ جب رومیوں کا اجتماع واقوصہ میں ہوا اور مسلمان ابھی واقوصہ (یرموک) ہی میں تھے اور جنگ ابھی نہیں ہوئی تھی کہ سیدنا ابوبکرؓ کا انتقال ہو گیا۔ اسی وجہ سے بلاذری اور واقدی وغیرہ کی تحقیق یہ ہے کہ یرموک کی جنگ سیدنا ابوبکرؓ کی وفات کے بعد سیدنا عمر الفاروقؓ کے عہد خلافت میں ہوئی۔

سیدنا ابوبکرؓ کے زمانہ میں شام میں سب سے بڑی جنگ اجنادین کی جنگ ہی ہے۔ سیدنا ابوبکرؓ کے عہد خلافت میں یرموک میں جنگ نہیں ہوئی بلکہ وہاں صرف دونوں فوجوں کا اجتماع ہوا۔ چنانچہ طبری جو جنگ یرموک کو خلافت صدیقی سے منسوب کرتا ہے اس نے بھی اپنی کتاب جلد 2 ص 611 پر علی بن محمد کی سند کے ساتھ یہی لکھا ہے کہ عہد صدیقی میں صرف دونوں افواج واقوصہ میں اکٹھی ہوئیں جو قریباً دو تین ماہ تک آمنے سامنے بیٹھی رہیں۔ سیدنا خالدؓ کے نزدیک وہاں مسلمان فوجوں کا رومیوں سے جنگ کرنا مفید نہیں تھا' لہٰذا مسلمان فوجیں وہاں سے اٹھ آئیں۔ رومی بھی چلے آئے اور رومیوں نے اجنادین میں اپنی فوجیں اکٹھی کیں جہاں مسلمان فوجوں سے ان کا مقابلہ ہوا اور رومیوں نے شکست کھائی۔ پھر جنگ یرموک 15 ہجری میں ہوئی اور اس وقت سیدنا عمر فاروقؓ کی خلافت کا زمانہ تھا۔

حمص کی فتح

14 ہجری میں دمشق فتح ہوا۔ یہ شام کا ایک مرکزی مقام تھا' چنانچہ رومیوں نے ذی قعدہ 14 ہجری میں اردن کے شہر بیسان میں فوجیں جمع کر کے اس فتح کا

Marfat.com

انتقام لینے کے لیے مسلمانوں کا مقابلہ کیا لیکن شکست فاش کھائی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دمشق واپس لینے کے بجائے اردن کا پورا صوبہ رومیوں کے ہاتھ سے نکل گیا۔ یہ سب کچھ سیدنا خالد بن ولیدؓ کی سپہ سالاری میں ہوا کیونکہ وہ اب فتوحات شام کے سپریم کمانڈر تھے۔

دمشق اور اردن کی فتح کے بعد بیت المقدس، حمص اور انطاکیہ تین بڑے شہر رہ گئے تھے جن کا فتح ہونا شام کا فتح ہونا تھا۔ انطاکیہ میں تو خود شاہ روم ہرقل قیام پذیر تھا۔ حمص ان دونوں سے زیادہ قریب اور جمعیت و سامان دونوں سے کم تھا۔ سیدنا عمرؓ کا خط پہنچا کہ اور شہروں کا خیال چھوڑ کر حمص کو فتح کیا جائے اور پھر انطاکیہ کو۔ سیدنا عمرؓ کے اس حکم کی تعمیل میں سیدنا ابوعبیدہؓ اور سیدنا خالد بن ولید حمص کی طرف روانہ ہو گئے۔ حمص اس زمانہ میں شام کے اضلاع میں ایک بہت بڑا ضلع اور قدیم شہر تھا۔ قدیم زمانہ میں اس کی شہرت اس وجہ سے تھی کہ یہاں آفتاب کے نام پر ایک بہت بڑا ہیکل تھا جس کے تیرتھ کے لیے دور دراز کے لوگ آیا کرتے تھے اور اس کا پجاری ہونا ایک بہت بڑے فخر کی بات سمجھی جاتی تھی۔ دمشق کے قریب شمال مشرق میں مرج الروم پہنچ کر ان کا سامنا ایک رومی لشکر سے ہوا جو بطریق توذر کی زیر قیادت تھا۔ اسلامی فوج اس کے سامنے ٹھہر گئی۔ اسی اثنا میں ایک اور لشکر جس کا جرنیل شنس رومی تھا، توذر کی امداد کے لیے پہنچ گیا، لیکن شنس نے اس سے ذرا ہٹ کر اپنا پڑاؤ ڈالا۔ سیدنا ابوعبیدہؓ اور سیدنا خالدؓ نے باہمی مشورہ سے یہ طے کیا کہ توذر کا مقابلہ خالدؓ کریں گے اور شنس کا ابو عبیدہؓ۔ سیدنا خالدؓ اور سیدنا ابوعبیدہؓ رات بھر دشمن کا مقابلہ کرنے کا پلان تیار کرتے رہے لیکن صبح جب خالدؓ اٹھے تو دیکھا کہ توذر کا لشکر وہاں موجود نہیں ہے۔ سیدنا خالدؓ سخت حیران تھے کہ یہ لشکر کہاں چلا گیا؟ اور کیسے چلا گیا؟ سیدنا خالدؓ کی دور بینی نے فوری طور پر اس بات کا اندازہ لگا لیا کہ دشمن رات کے پہلے حصے میں اپنی فوج کو لے کر دمشق چلا گیا ہے۔ دمشق میں سیدنا یزید بن ابی سفیانؓ صرف پانچ سو مجاہدین کے ساتھ مقیم تھے۔ توذر کی فوج کے مقابلہ میں یہ بہت کم فوج تھی؛ اس لیے خطرہ تھا کہ دمشق کے محافظین اس کے مقابلہ کی تاب نہ لا سکیں گے۔ سیدنا خالدؓ نے سیدنا ابوعبیدہؓ سے توذر کے لشکر کا تعاقب کرنے کے لیے کہا اور سیدنا خالدؓ سواروں کا ایک دستہ لے کر اس کے

تعاقب میں روانہ ہوگئے۔ خالدؓ اور اس کے ساتھیوں کے گھوڑے ہوا سے باتیں کرتے ہوئے جا رہے تھے۔ یزید بن ابی سفیانؓ اس روز صبح کو اٹھے تو انہیں دمشق سے آگے گرد وغبار کا طوفان سا اٹھتا ہوا نظر آیا۔ معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ دشمن کا ایک لشکر حملہ کرنے آ رہا ہے۔ سیدنا یزیدؓ نے حکم دیا کہ شہر کے دروازے بند کر دو اور مدافعانہ جنگ لڑنے کی تیاری کرلو۔ توذر نے دیکھا کہ مسلمان قلعہ بند ہوگئے ہیں لیکن پھر بھی اس نے حملہ کر دیا اور توذر دمشق واپس لینے کے خواب دیکھنے لگا۔ توذر کے حملہ کے دوران ہی خالدؓ اپنے دستہ کے ساتھ عقب میں پہنچ گئے اور سارے دستے نے مل کر نعرہ تکبیر بلند کیا۔ مسلمانوں کی قلعہ بند فوج نے جو یہ نعرہ سنا تو ان کے حوصلے جوان ہوگئے اور دل بڑھ گئے' عزائم میں نئی زندگی پیدا ہوگئی۔ توذر کی فوج کو جب پتہ چلا کہ خالدؓ آ گئے ہیں تو ان کے پاؤں اکھڑ گئے اور صفیں درہم برہم ہوگئیں۔ چنانچہ سامنے سے سیدنا یزیدؓ نے اور عقب سے سیدنا خالد بن ولیدؓ نے انہیں تلواروں کی باڑھ پر رکھ لیا اور ان میں سے صرف وہی بچ سکا جو کسی طرح بھاگ نکلا۔ میدان جنگ دشمنوں کی لاشوں سے پٹ گیا۔ توذر مارا گیا لیکن اس کی لاش اٹھانے والا کوئی نہ رہا۔ رومیوں کے گھوڑے' باربرداری کے جانور اور دوسرا بہت سا سامان مسلمانوں کے ہاتھ لگا۔ سیدنا یزیدؓ تو فتح کے پھریرے اڑاتے ہوئے دمشق واپس چلے گئے' لیکن خالدؓ واپس مرج الروم چلے آئے۔ یہاں پہنچ کر پتہ چلا کہ سیدنا ابوعبیدہؓ بھی شنس کو شکست دے چکے ہیں۔ شنس مارا گیا اور انہیں بھی بہت سا مال غنیمت حاصل ہوا۔

اب سیدنا خالدؓ اور سیدنا ابوعبیدہؓ پھر حمص کی طرف بڑھے۔ ان دنوں ہرقل حمص ہی مقیم تھا۔ اس نے جب توذر اور شنس کی ہزیمت اور شکست کا سنا تو وہ اہل حمص کو مقابلہ کی ہمت دلا کر خود بھاگ گیا' اور اہل شہر قلعہ بند ہوگئے۔ سردیوں کا موسم تھا۔ مسلمانوں نے شہر کا محاصرہ تو کرلیا لیکن کڑاکے کی سردی سے عربوں کے جسم ٹھٹھر کر برف ہوگئے۔ ادھر سردی مسلمانوں کو تنگ کر رہی تھی ادھر اہل حمص محاصرے سے تنگ آ چکے تھے اور ہرقل کی فوج کا انتظار کر رہے تھے۔ ہرقل کی مدد تو نہ آنا تھی نہ آئی لیکن مسلمانوں نے نہایت صبر وثبات سے کام لیا۔ چنانچہ سردی کا موسم تو گزر گیا۔ اہل حمص نے سمجھا کہ اب مسلمانوں کا مقابلہ کرنا مشکل ہے اور مسلمان ان کے گلے کا پھندا روز

Marfat.com

بروز کستے چلے جائیں گے۔ ابھی یہ صلح کے بارہ میں غور وفکر ہی کر رہے تھے کہ اچانک زلزلہ آیا اور شہر کی فصیل شق ہوگئی اور اندرون شہر بہت سے مکان مٹی کا ڈھیر ہوگئے۔ چنانچہ اہل شہر ڈر کر اپنے سرداروں اور قائدین کے پاس گئے اور صلح کے لیے ان پر زور دیا۔ ان کے سرداروں نے مسلمانوں سے صلح کی درخواست کر دی۔ مسلمانوں نے ان کی اس درخواست کو قبول کر لیا اور دمشق کی طرح جزیہ اور خراج پر صلح کر لی اور اس کی اطلاع سیدنا عمرؓ کو دے دی گئی۔ آپ نے ابو عبیدہؓ کو وہیں ٹھہرنے کا حکم فرمایا۔

قنسرین کی فتح

سیدنا ابو عبیدہؓ سیدنا عمرؓ کی ہدایت کے مطابق حمص ہی میں مقیم تھے کہ 15 ہجری کا آدھا موسم بہار گزر گیا اور فوج پر سے جاڑے اور سرد ہواؤں کا اثر جاتا رہا تھا تو فتح کی امنگ پھر دلوں میں چٹکیاں لینے لگی۔ اسی دوران شام کے طاقتور قبائل بھی ان سے آملے۔ اب سیدنا ابو عبیدہؓ نے سیدنا خالدؓ سے مشورہ کیا کہ اب کہاں جایا جائے؟ سیدنا خالدؓ نے کہا کہ ایک طرف انطاکیہ اور دوسری طرف حلب پر حملہ کرنا ضروری ہے۔ انطاکیہ کا راستہ ارند کے کنارے ہو کر جاتا ہے اور حماۃ اور شیزر اس کے درمیان میں پڑتے ہیں۔ لاذقیہ کی فوجی چوکیاں اس کی حفاظت کرتی ہیں اور حلب کے راستہ میں قنسرین کا قلعہ تھا جس کو چاروں طرف سے پہاڑوں نے گھیر رکھا تھا۔

سیدنا ابو عبیدہؓ سیدنا عبادہ بن صامتؓ کو حمص میں اپنا قائم مقام بنا کر خود حماۃ کی طرف روانہ ہوگئے۔ اہل حماۃ نے فوری طور پر ان کے آگے سر تسلیم خم کر دیا۔ شزر والوں کو معلوم ہوا کہ اسلامی فوجیں ان کی طرف بڑھ رہی ہیں تو انہوں نے بھی حماۃ والوں کی طرح صلح کر لی۔ سیدنا ابو عبیدہؓ نے سلمیہ فتح کیا اور اس کے بعد لاذقیہ شہر کا محاصرہ کرنے سے پہلے اس کے تمام نشیب و فراز پر غور کیا۔ اس کے محاصرہ میں انہوں نے اپنے لیے کئی نقصانات محسوس کئے ان میں ایک یہ تھا کہ محاصرہ کی طوالت انطاکیہ جانے میں رکاوٹ بن جائے گی۔ بہر حال آپ نے ایک جنگی چال سے شہر کو فتح کر لیا۔

اب سیدنا ابو عبیدہؓ انطاکیہ کی طرف بڑھے اور سیدنا خالدؓ حلب کی طرف۔

Marfat.com

راستہ میں قنسرین تھا جو صوبہ حلب کا سب سے بڑا اور سب سے بارونق شہر تھا۔ اس کے قلعہ کو راستہ پہاڑوں پر سے ہو کر جاتا ہے۔ میناس حلب کا گورنر تھا۔ وہ اس وقت قنسرین ہی میں موجود تھا۔ اس کو ہرقل کے بعد سب سے بڑا مانا جاتا تھا۔ اس نے اعلان کیا کہ اب مسلمانوں کی فوجوں کو کچل کر رکھنا ہے۔ انہیں یہ بتانا ہے کہ ہماری سرحدوں میں در آنے والوں کا کیا حشر ہوتا ہے۔ اس نے فوج کو صف بندی کا حکم دیا اور کہا کہ ہر چھوٹا بڑا مادر وطن کی حفاظت کے لیے سینہ سپر ہو جائے۔

سیدنا خالدؓ جنگ سے پہلے میدان جنگ کو اچھی طرح دیکھنے بھالنے کے عادی تھے۔ میدان کو دیکھ بھال کر وہ لڑائی کا نقشہ بناتے تھے۔ اس مرتبہ انہوں نے جو نظر ڈالی تو قنسرین پر حملہ کا مرحلہ بہت مشکل نظر آیا۔ اب انہوں نے حملہ کا نیا پلان تیار کیا۔ اپنی فوج کا ایک بڑا حصہ تو انہوں نے دشمن کی نظروں کے سامنے چھوڑ دیا اور خود کچھ مجاہدوں کو لے کر میناس کے لشکر کے قریب پہاڑوں کے پیچھے سے ہو کر رات ہی رات ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں سے دشمن پر حملہ کرنا بہت آسان تھا۔

جب سورج نے افق مشرق سے جھانکا تو میناس نے پہاڑی کے نیچے اپنی ایک جمعیت کو ترتیب دینا شروع کیا۔ مسلمانوں کا لشکر اس کی آنکھوں کے سامنے پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا اور اسے پورا اطمینان تھا کہ اتنے میں سیدنا خالدؓ کسی نامعلوم سمت سے میناس کی فوج پر حملہ آور ہو گئے۔ جونہی اللہ اکبر کے فلک شگاف نعرے لگے میناس کی بکھری ہوئی فوج تتر بتر ہو گئی۔ میناس نے بہت چاہا کہ اس ناگہانی حملے کو روکے لیکن بے سود۔ جب انہیں پتہ چلا کہ یہ حملہ خالدؓ کے فوجی دستے کا ہے اور خالدؓ خود بھی اس میں موجود ہے تو خالدؓ کا نام سنتے ہی ان کے دل ہلنے لگے اور وہ حوصلہ ہار بیٹھے۔ ان کے ارادے مسمار ہو گئے۔ وہ مسلمانوں کے سامنے کس طرح ٹھہر سکتے تھے جب کہ دمشق حمص، حماۃ اور لاذقیہ میں اسلامی فتوحات کی خبریں وہ اور ہرقل سن چکے تھے۔ چنانچہ انہوں نے بھاگنا چاہا لیکن سیدنا خالدؓ نے فرار کی ساری راہیں مسدود کی ہوئی تھیں۔ میدان جنگ میں لاشوں کے ڈھیر لگ گئے۔ خون کی ندیاں بہ نکلیں، انسانی لاشوں کا لاوا ابل پڑا۔ میناس کو بھی مسلمانوں نے اس کے خون سے نہلا دیا۔ کچھ رومی بھاگ کر قنسرین میں قلعہ بند ہو گئے۔ سیدنا خالدؓ نے انہیں ایک تہدیدی پیغام بھیجا:

Marfat.com

"یاد رکھو! اگر تم بادلوں میں بھی جا چھپو گے تو اللہ ہم کو تمہارے پاس پہنچا دے گا یا پھر تمہیں ہماری طرف پھینک دے گا۔"

قلعہ اگرچہ ان کا بہت مضبوط تھا لیکن سیدنا خالدؓ کی ایک ہی دھمکی سے ان کی قوتیں ٹوٹ چکی تھیں۔ چنانچہ اہل شہر نے اپنے حاکم کو مجبور کیا کہ کسی طرح مسلمانوں سے صلح کر لی جائے کیونکہ ان سے مقابلہ ممکن نہیں۔ چنانچہ انہوں نے درخواست کی کہ اہل حمص کی شرائط صلح پر انہیں امان دے دی جائے لیکن سیدنا خالدؓ ان کو حکم عدولی کی سزا دینے کا فیصلہ کر چکے تھے' اس لیے شہر کو تباہ کرنے کے سوا کسی بات پر راضی نہ ہوئے اور اہل قنسرین اپنے مال و متاع اور اہل و عیال کو تقدیر کے حوالے کر کے انطاکیہ سے بھاگ گئے۔ شہر کے قلعے اور فصیلیں منہدم کر دی گئیں کیونکہ یہی وہ دیواریں تھیں جن پر ان کو اتنا ناز تھا کہ خدا کو بھولے ہوئے تھے۔ بعد میں اہل شہر کو درخواست کے مطابق امان دے دی گئی اور شہر کے نصف حصے پر مسلمان قابض ہو گئے۔ ایک روایت میں ہے کہ شہر کی کچھ زمین لے کر اس پر مسجد تعمیر کرا دی گئی اور باقی سب کچھ بدستور اہل شہر کے پاس رہا۔ اور جو لوگ انطاکیہ بھاگ گئے تھے وہ بھی جزیہ قبول کر کے واپس آ گئے۔

سیدنا عمرؓ کو جب اس فتح کا خط پہنچا اور قاصد نے خالدؓ کے کارناموں اور میناس پر ان کی فتح اور قنسرین میں ان کے داخلہ کی تفصیل بیان کی اور سیدنا خالدؓ کی وہ بات بھی نقل کی جو انہوں نے قنسرین والوں سے کہی تھی کہ: "اگر تم بادلوں میں بھی جا چھپو گے تو اللہ تعالیٰ ہم کو تمہارے پاس پہنچا دے گا یا تمہیں ہماری طرف پھینک دے گا۔" سیدنا عمرؓ کو خالدؓ کی عبقریت پر بڑا تعجب ہوا اور فرمایا:

"خالدؓ نے اپنے آپ کو امیر بنا لیا ہے۔ اللہ ابوبکرؓ پر رحم فرمائے۔ وہ مجھ سے زیادہ مردم شناس تھے۔"

اور آپ سیدنا خالدؓ کے اس جملہ کو بار بار دہراتے۔

==========

Marfat.com

جنگ یرموک

جیسا کہ گزشتہ صفحات میں بتایا گیا ہے کہ سیدنا ابوبکرؓ نے چار سپہ سالاروں کی زیر قیادت چار لشکر بھیجے تھے۔ قیصر روم کو جب ان لشکروں کا پتہ چلا تو اس نے بھی چار لشکر ترتیب دیے۔ مجاہدین اسلام کو جب ان لشکروں کی تعداد اور ان کے سامان حرب و ضرب کا علم ہوا تو انہیں اپنی تعداد کی کمی کی وجہ سے کچھ اندیشہ ہوا۔ چنانچہ انہوں نے خلیفہ رسولؐ سیدنا ابوبکرؓ کو دشمن کی کثرت تعداد کی اطلاع دی لیکن بارگاہِ خلافت سے جو جواب آیا وہ یہ تھا:

''تم سب ایک جگہ ہو جاؤ اور ایک لشکر بنا لو۔ اپنی قلت تعداد کا غم نہ کرو۔ تم اللہ کے دین کے مددگار رہو' وہ ضرور تمہاری مدد کرے گا' اور تم سب یرموک میں جمع ہو جاؤ۔''

قیصر روم نے پہلے ہی یرموک کو اپنے فوجی ہیڈکوارٹر کے لیے منتخب کیا ہوا تھا۔ مسلمان دریائے یرموک کے دائیں بازو کو عبور کر کے رومیوں کے بالمقابل خیمہ زن ہو گئے۔ اب رومی تین طرف سے پہاڑوں سے گھرے ہوئے تھے اور ان کے سامنے کی طرف اسلامی فوجیں قابض تھیں۔ دونوں فوجیں دو تین ماہ تک آمنے سامنے پڑی رہیں۔ اس مدت میں معمولی جھڑپیں ہوتی رہیں لیکن کھل کر جنگ نہ ہوئی۔ سیدنا ابوبکرؓ کو جب اس کی اطلاع ملی تو وہ بہت فکر مند ہوئے اور آپ نے سیدنا خالد بن ولیدؓ کو جو اس وقت عراق میں تھے' لکھا کہ عراق میں مثنیٰ بن حارثہ شیبانیؓ کو اپنا قائم مقام بنا کر فوراً

شام کے لیے روانہ ہو جاؤ۔ ابن اثیر کی روایت میں ہے کہ سیدنا ابو بکرؓ نے خالدؓ کو لکھا کہ:

"تم روانہ ہو جاؤ یہاں تک کہ یرموک میں جو مسلمان اکٹھے ہیں ان سے جا ملو کیونکہ وہ غمزدہ ہیں۔"

خالدؓ حکم کی تعمیل میں شام کی طرف چلے تو ایک روایت کے مطابق کوئی نو ہزار کا لشکر ان کے ساتھ تھا۔ افسوس کہ اس زمانہ میں سیدنا ابو بکرؓ بیمار ہو گئے اور یرموک کی جنگ سے کوئی دس روز قبل یعنی 8 جمادی الآخرۃ 13 ہجری کو انتقال فرمایا۔ خالدؓ منزلوں پر منزلیں طے کرتے اور راستہ میں مختلف شہروں کو فتح کرتے ربیع الآخر میں یرموک پہنچے۔

ادھر باہان جو راستہ میں بیٹھا اپنی فوج کے عقبی راستے کی حفاظت کر رہا تھا اپنے لشکر سے جا ملا۔ باہان کا آنا تھا کہ رومی اپنی گھاٹی سے نکل آئے۔ تھیوڈورس (تذارق) نے یرموک کے کنارے اپنی فوجوں کو ترتیب دیا۔ چالیس ہزار سپاہی زنجیروں میں باندھ کر کھڑے کیے گئے تا کہ جان دینے کے سوا قدم پیچھے ہٹانے کا خیال بھی کسی کے دل میں نہ آئے۔ سپاہیوں کو میدان میں کھڑا کرنے کے بعد تذارق یہ سمجھتا تھا کہ یہ ایک لوہے کی دیوار ہے جس سے دشمن ٹکرا کر پاش پاش ہو جائے گا۔ یہی نہیں کہ بازنطینی جانبازوں میں سے اسی ہزار کے پاؤں میں بیڑیاں پڑی ہوئی تھیں تا کہ جہاں ان کو کھڑا کیا جائے وہیں یہ پہاڑ کی طرح جمے رہیں۔ چالیس ہزار نے خود کو اپنی پگڑیوں سے باندھا تھا۔ اسی ہزار سوار اور اسی ہزار پیدل تھے۔ ان کے پاس وہ سامان حرب وضرب تھا کہ کیا کسی کے پاس ہوگا۔ یہ وہ جیالے تھے جو آسمان سے ستارے نوچ لائیں۔ ان کے آگے آگے راہب اور کاہن تھے جو ترانے سناتے' بڑھاوے دیتے چلے جا رہے تھے۔ سب کے حوصلے بلند اور ہمتیں جوان تھیں۔

مسلمانوں کے پاس سیدنا خالدؓ کے ساتھ عراق سے آئی ہوئی فوج کو ملا کر کل پچیس ہزار مجاہد تھے۔ (بلاذری نے 25 ہزار' طبری نے 36 ہزار اور ابن اثیر نے 50 ہزار بتائی ہے) تعداد اور سامان حرب وضرب کا اتنا بڑا فرق کہ عقل محو تماشائے لب بام تھی۔ (یہ فرق تو مسلمانوں کے ساتھ ہر جنگ میں رہا ہے) چار سالار جنگ الگ الگ اپنی

Marfat.com

فوجیں لڑ رہے تھے۔ سیدنا خالدؓ نے یہ حال دیکھا تو سب سالاروں کو ایک جگہ جمع کیا اور صورتحال کے بارہ میں غور و فکر کرنے لگے۔ جنگی چالیں سوچی گئیں۔ آخر میں سیدنا خالد بن ولیدؓ نے کہا:

''آج کا دن ایک یادگار دن ہے۔ یہ ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ دشمن بڑی ترتیب و تنظیم سے لڑنے آیا ہے۔ ہمیں خاندانی فخر یا اپنے شرف اور مرتبے کا خیال چھوڑ کر صرف اللہ کے لیے لڑنا ہے۔ اس لیے آیئے ہم سب ایک ہو کر لڑیں۔ ہم میں سے ایک آدمی کو فوج کی کمان سپرد کر دی جائے اور سب اس کے حکم کی تعمیل کریں۔''

متفقہ طور پر طے پایا کہ امیر لشکر خالد بن ولیدؓ ہوں گے۔ سیدنا خالدؓ نے ایک نئے ڈھنگ سے مسلمان فوج کو میدان جنگ میں اتارا۔ سارا لشکر 36 دستوں میں تقسیم کیا گیا۔ سیدنا قعقاعؓ بن عمرو اور سیدنا عکرمہؓ قلب کے دو بازوؤں کے سالار بنائے گئے۔ اٹھارہ دستے درمیانی حصے میں رکھے گئے۔ سیدنا ابوعبیدہؓ ان پر کمانڈر بنائے گئے۔ دس دستے میمنہ پر سیدنا عمرو بن العاصؓ اور سیدنا شرجیل بن حسنہؓ کی کمان میں دیئے گئے۔ ہر دستے پر ایک آزمودہ کار سالار مقرر کیا گیا جنہیں ہدایت تھی کہ انہوں نے اپنے سالار کے حکم کی تعمیل کرنی ہے۔

سیدنا ابوسفیان بن حربؓ بھی فوج میں بھرتی ہو کر آئے تھے۔ ان کا صاحبزادہ یزیدؓ بائیں بازو کا سالار اور باپ لشکر کے نقیب بنائے گئے۔ سیدنا مقداد بن اسودؓ قاری مقرر ہوئے۔ سیدنا ابوسفیانؓ کا پورا گھرانہ اس جنگ میں شریک تھا۔ بیوی ہندؓ بیٹی جویریہ بھی شریک لشکر تھیں۔ اور بھی مسلمان گھرانوں کی بہو بیٹیاں اس فوج کے ساتھ موجود تھیں۔

اسلامی لشکر کی صف آرائی کے دوران کسی شخص کے منہ سے نکل گیا: ''بازنطینی کتنے زیادہ اور مسلمان کتنے کم ہیں۔'' سیدنا خالدؓ نے جب یہ سنا تو فرمایا:

''مسلمان کتنے زیادہ اور بازنطینی کتنے کم ہیں۔ مسلمانو! یاد رکھو' فوجیں تعداد کی کثرت سے نہیں ہمت اور جرات کی وجہ سے کم یا زیادہ ہوتی ہیں۔ اللہ کی مدد ہمیشہ اس کے ساتھ ہوتی ہے جو بہادر اور جرات مند ہوتا ہے۔ الحمدللہ! ہم بہادر

Marfat.com

بھی ہیں' جرات مند بھی ہیں اور صاحب ایمان بھی۔ ہم سے کون مقابلہ کرے گا۔"

سیدنا ابو سفیانؓ کے بارہ میں تاریخ کے رپورٹر بتاتے ہیں کہ آپ چونکہ نقیب لشکر تھے' ہر دستے کے آگے جاتے اور فرماتے:

"اللہ! اللہ! تم لوگ جوانانِ عرب اور صاحبانِ اسلام ہو اور تمہارے مخالف مشرک اور کافر ہیں۔ وہ کیا اور ان کی ہمت کیا۔ اللہ کی نصرت اور مدد تو تمہارے ساتھ ہے۔ یا اللہ! آج کا دن بڑا یادگار ہے۔ ہماری جلد مدد فرما۔"

اس جنگ میں جونہی لشکر آمنے سامنے ہوئے اور قاری لشکر سیدنا مقداد بن اسودؓ نے سورۃ الانفال کی تلاوت کی تو مجاہدین اسلام کے دلوں میں کلام الٰہی کا ایک ایک حرف اترتا چلا گیا۔ احساس حمیت دمک اٹھے۔ دل میں اللہ کی یاد کا چشمہ ابلنے لگا۔ زبان پر اللہ کا نام ترنم ریز' دست و بازو میں شہپر جبرئیل کی طاقتیں سمٹ آئیں۔ بس پھر کیا تھا' جونہی جنگ کا طبل بجا' سرفروش شیروں کی طرح آگے بڑھے اور چیتوں کی طرح جھپٹے۔ سیدنا ضرار بن ازورؓ تو کرتا اتار کر دشمنوں پر باز کی طرح جھپٹے۔ ہاتھ میں تلوار بجلی کی طرح کوندتی۔ جس طرف نکل جاتے حریفوں کو جان کے لالے پڑ جاتے اور بازنطینیوں کی سٹی گم ہو جاتی۔ سیدنا عکرمہؓ، سیدنا سہیلؓ، سیدنا حارث بن عمرو بن عکرمہؓ، طفیل بن عکرمہؓ اور دوسرے جانباز مجاہد جدھر کا رخ کرتے دشمن زنجیریں توڑ کر بھاگ کھڑا ہوتا۔

سیدنا خالد بن ولیدؓ سپہ سالار لشکر کا تو عجیب حال تھا۔ آخر سیف اللہ تھے اور اللہ کی تلوار کو نہ تو کوئی توڑ سکتا ہے اور نہ ہی کند کر سکتا ہے۔ وہ قلب لشکر میں گھس گئے۔ رومی سوار اور پیدل انہیں گھیرنے کی بہتیری کوشش کرتے لیکن وہ کسی کے پاس نہ آتے۔

جرجہ (شاید انگریزی میں یہ جارج ہے) ایک رومی عیسائی تھا۔ سیدنا خالدؓ کی بے مثال شجاعت اور بے پناہ عزم و حوصلہ سے وہ بہت متاثر ہوا اور امان امان پکار کر سیدنا خالدؓ کے سامنے آیا اور سیدنا خالدؓ کو پاس بلا کر پوچھنے لگا: "خالد! ایک بات بتاؤ؟ کیا تمہارے نبی پر آسمان سے کوئی تلوار اتری تھی؟" سیدنا خالدؓ نے کہا: "نہیں۔" جرجہ نے کہا: "پھر آپ کو اللہ کی تلوار کیوں کہا جاتا ہے؟" سیدنا خالدؓ نے جواب دیا: "اس

لیے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لیے نصرت خداوندی کی دعا فرمائی تھی۔ میں مشرکوں کے لیے اللہ کی تلوار ہوں۔" جرجہ نے کہا: "بے شک تم درست کہتے ہو اور تمہاری بہادری اور جرأت اس کی زندہ مثال ہے۔"

خالدؓ کی باتوں اور ان کی جرأت و ہمت نے جرجہ کے دل پر خاص اثر کیا۔ اس نے اپنی ڈھال کو پلٹ دیا۔ یہ اس بات کی علامت تھی کہ اس کے خیالات میں تبدیلی آ گئی ہے۔ چنانچہ وہ اپنا لشکر چھوڑ کر سیدنا خالدؓ کے ساتھ ہو گیا۔ دونوں میدان کارزار سے باہر چلے گئے۔ تھوڑی دیر بعد جب واپس لوٹے تو جرجہ عیسائی سے مسلمان ہو چکا تھا۔ یہ رومیوں کے مقدمۃ الجیش کا امیر تھا۔

جنگ یرموک کا یہ دن بڑا سخت تھا۔ گھمسان کا رن پڑا۔ نماز ظہر و عصر اشاروں سے پڑھی گئی۔ جرجہ اب وہ نہیں تھا جو پہلے تھا۔ خیالات کی تبدیلی نے اس کے قلب و نظر تبدیل کر دیے۔ جسم کی توانائیاں بدل گئیں۔ جرات و شجاعت میں نکھار آ گیا۔ اب اس کے اخلاص و عمل کا یہ عالم تھا کہ وہ مجاہدوں کے آگے آگے تھا۔ دل میں سوائے اللہ کے خوف کے باقی سب خوف نکل گئے تھے۔ اب وہ بجلی بن کر صف اعداء پر گرتا اور بادل کی طرح برستے ہوئے آگے نکل جاتا۔ یہ صرف اس لیے تھا کہ اب اس نے اللہ سے اپنا رشتہ جوڑ لیا تھا اور غیر اللہ سے توڑ لیا تھا۔

چار سو مسلمانوں نے باہم مل کر عہد کیا تھا کہ میدان جنگ میں شہید ہو کر رہیں گے۔ رات ختم ہوئی تو صبح کے تارے نے دیکھا کہ وہ جانباز دھن کے پکے اور قول کے سچے زخموں سے چور چور ہو کر گر پڑے ہیں۔ ان میں سے اکثر نے جام شہادت نوش کیا۔ سیدنا عکرمہؓ ابو جہل کے بیٹے ایک دستے کے سردار تھے۔ دیکھا کہ دن گزرا اور رات آ گئی اور جنگ کسی نتیجہ پر نہ پہنچی تو چلا کر بولے:

"میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف لڑتا رہا ہوں' کیا آج ان رومیوں سے بھاگوں گا؟ بولو! کون ہے جو آج میرے ساتھ موت پر بیعت کرتا ہے؟"

سیدنا حارثؓ بولے! "میں۔" سیدنا سہیلؓ نے بلند آواز سے جواب دیا:
"میں۔" سیدنا ضرار بن ازورؓ چلائے: "میں۔" حارثؓ، سہیلؓ اور عکرمہؓ پاس ہی زمین پر پڑے ہوئے تھے۔ جان لبوں پر کھیل رہی تھی۔ زبان پر کانٹے پڑ گئے۔ سب پر نزع

Marfat.com

کا عالم طاری تھا۔ زخمیوں کو دیکھنے کے لیے جب کچھ مجاہدین میدان میں گئے تو سیدنا عکرمہؓ نے پانی مانگا۔ پانی کا برتن سیدنا عکرمہؓ کی طرف بڑھایا گیا۔ انہوں نے پینا چاہا تو سہیلؓ حسرت بھری نگاہ سے پانی کے برتن کو دیکھ رہے تھے اور پانی کا اشارہ کیا۔ عکرمہؓ نے خود پانی نہ پیا اور کہا کہ میرے بھائی سہیلؓ کو پانی دو۔ وہ جب پینے لگے تو دیکھا کہ حارثؓ پانی مانگ رہے ہیں۔ فرمایا: ''پہلے ان کو پانی دو۔'' وہ جب پانی پینے لگے تو پانی پینے سے پہلے ہی جاں جان آفریں کے سپرد ہوگئی۔ پانی پلانے والا سیدنا سہیلؓ کے پاس پانی لے کر آیا۔ دیکھا کہ ان کی روح بھی قفس عنصری سے پرواز کر چکی ہے۔ پانی پلانے والا ادھر ادھر دوڑتا رہا لیکن شہادت کا طالب کوئی بھی پانی نہ پی سکا اور پانی کا پیالہ اسی طرح اس کے ہاتھ میں رہا۔

عکرمہؓ سیدنا خالدؓ کے زمانہ جاہلیت کے دوست تھے۔ جنگ احد میں بھی انہی دونوں نے جنگ کا پانسہ پلٹا تھا اور مسلمانوں کی فتح شکست میں تبدیل ہوگئی تھی۔ آج بھی یہ دونوں اکٹھے اسلام کے جھنڈے تلے دین اسلام کی حمایت میں جنگ کر رہے تھے۔ عکرمہؓ نے آج میدان جنگ میں اپنی جرات و بہادری کے جوہر دکھا کر جنگ کا پانسہ پلٹ دیا تھا۔ سیدنا خالدؓ اپنے اس پرانے دوست کو میدان جنگ میں ڈھونڈ رہے تھے۔ ان کی لاش میدان جنگ سے لائی گئی۔ مسلمانوں کے سپہ سالار نے ان کا سر اپنے زانو پر رکھا اور اسلام کے اس جانباز و جان فروش کے چہرے سے خاک جھاڑتے جاتے تھے اور حلق میں پانی ٹپکاتے جاتے تھے۔ خالدؓ کی آنکھیں اپنے اس دوست کی جدائی میں غمناک تھیں' لیکن اب پانی کا کیا فائدہ؟ شہید کی روح تو جام کوثر پینے کے لیے پرواز کر گئی تھی۔

ایک دن اور ایک رات کی مسلسل جنگ کے بعد رومی حوصلہ ہار چکے تھے۔ ان کے پاؤں اکھڑ چکے تھے۔ جان بچانے کی کوشش میں ان کے بے شمار سپاہی خندق کی طرف بھاگے' جو زنجیروں میں بندھے ہوئے تھے یا جن کے پاؤں میں بیڑیاں تھیں ان پر تو خدائی قہر ٹوٹا ہوا تھا۔ ایک جان بچانے کے لیے خندق میں چھلانگ لگاتا تو دس کی جان پر بن جاتی۔ سب ایک دوسرے پر گر گر کر ڈھیر ہو رہے تھے۔ سوار بھاگنا چاہتے تھے' انہیں تو مسلمانوں نے بھاگنے کا راستہ دے دیا' لیکن پیدل فوج کو تو بری طرح

Marfat.com

موت کے گھاٹ اتارا گیا۔

بعض روایات میں ہے کہ جب جنگ کا آغاز ہوا تو پہلے ہی قدم پر رومی دستوں نے مسلمانوں پر اس زور سے حملہ کیا کہ وہ پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو گئے۔ سیدنا عکرمہؓ اس وقت سیدنا خالدؓ کے خیمے کے سامنے اپنا دستہ لیے کھڑے تھے۔ وہ رومی حملہ کی شدت کو دیکھ کر بے قابو ہو گئے اور رومیوں کو مخاطب کر کے کہا: ''میں نے بڑے بڑے معرکے دیکھے ہیں اور بہت سی جنگوں میں شرکت کی ہے۔ میں تم سے ڈرنے والا نہیں۔'' پھر اپنے سپاہیوں سے کہا: ''جو شخص میرے ہاتھ پر موت کی بیعت کرنا چاہتا ہے وہ ادھر آجائے۔'' یہ الفاظ سنتے ہی حارث بن ہشام' ضرار بن ازورؓ اور ان کے اپنے صاحبزادے عمرو بن عکرمہؓ چار سو جانبازوں کے ساتھ آئے اور عکرمہؓ کے ہاتھ پر موت کی بیعت کی اور اسی وقت رومیوں پر حملہ آور ہو گئے اور اس شدت سے حملہ کیا کہ رومیوں کے پاؤں اکھڑ گئے۔ ادھر جرجہ جس نے اپنے اسلام کا اعلان کیا تھا' اپنے دستہ کے ساتھ ان سے آملا جس نے رومیوں میں مزید بدحواسی اور بے چینی پھیلا دی اور وہ پیچھے ہٹنے لگے۔ خالدؓ نے رومیوں کی یہ افراتفری دیکھی تو اپنے لشکر کو ایڈوانس کرنے کا حکم دے دیا۔ عکرمہؓ پہلے ہی انہیں پیچھے دھکیلتے جا رہے تھے۔ اب رومی مشکلات میں پھنس گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ ہر طرف سے مسلمانوں کی تلواروں کا لقمہ بننے لگے۔ چند مسلمان عورتیں بھی جنگ میں موجود تھیں' وہ دشمن پر برابر تلوار چلا رہی تھیں۔ سیدنا ابو سفیانؓ کی صاحبزادی جویریہؓ بھی ایک مجاہدہ کی حیثیت سے مصروف جہاد تھیں اور نہایت بہادری سے میدان میں ڈٹی ہوئی تھیں۔

سیدنا عکرمہؓ کے ہاتھ پر موت کی بیعت کرنے والا دستہ انتہائی شجاعت کا ثبوت دے رہا تھا۔ سورج جلد مغرب میں چھپ گیا لیکن لڑائی اپنے پورے زور پر تھی۔ آخر کار رومی فوج میں کمزوری کے آثار دکھائی دینے لگے اور ان کے سواروں اور پیادوں کے چہرے مرجھا گئے۔ اب وہ بھاگنے کی راہ ڈھونڈھ رہے تھے' لیکن انہیں کوئی راہ نہیں مل رہی تھی۔ خالدؓ نے رومی فوج کی یہ پریشانی دیکھی تو اپنی فوج کو رومیوں کے سامنے سے ہٹ جانے کا حکم دیا۔ چنانچہ گھڑ سواروں نے بھاگنے کا راستہ کھلا دیکھا تو بھاگنے کے لیے گھوڑوں کو ایڑ لگا دی اور چند لمحوں میں وہ میدان جنگ سے بھاگ کر ادھر ادھر

Marfat.com

شام کی سرزمین میں منتشر ہو گئے۔اب صرف پیدل دستے میدان جنگ میں رہ گئے جن کو مسلمان سپاہیوں نے قتل کرنا شروع کر دیا۔طبری کی روایت کے مطابق ایک لاکھ بیس ہزار افراد کھائی میں گر کر لقمۂ اجل ہو گئے' ان میں اسی (80) ہزار وہ تھے جنہوں نے اپنے آپ کو بیڑیوں میں جکڑا ہوا تھا۔

دوسرے روز دیکھا گیا تو میدان جنگ میں کوئی زندہ رومی تو نہ تھا' البتہ رومیوں کی لاشوں سے سارا میدان اٹا پڑا تھا۔جگہ جگہ ان کی لاشیں بکھری ہوئی تھیں۔ ایک لاکھ چالیس ہزار دشمن کے سپاہی میدان جنگ میں کھیت ہو گئے تھے۔طبری نے لکھا کہ تیس ہزار مارے گئے اور باقی فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے۔تذارق جو اس لشکر کا سپہ سالار اعظم تھا' بھاگتے ہوئے پکڑا گیا اور مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہوا۔فیقار اور دوسرے سرداروں سے کچھ نہ بن پڑا تو ندامت سے اپنے منہ ٹوپیوں میں چھپا کر ایک طرف کو نکل گئے' لیکن سردار تھے' لباس سے ان کی سرداری ٹپک رہی تھی۔اس وجہ سے اپنے آپ کو چھپا نہ سکے اور مارے گئے۔اس معرکہ میں مسلمانوں کے صرف تین ہزار آدمی زخمی اور شہید ہوئے۔واقدی نے شہداء کی تعداد چار ہزار لکھی ہے۔

حافظ ابن کثیرؒ اور دوسرے کئی ایک مورخین نے لکھا ہے کہ جب سیدنا ابو عبیدہؓ دمشق سے روانہ ہو کر یرموک پہنچے تو سیدنا عمرو بن العاصؓ بھی انہیں یہیں آ ملے۔ یرموک کے میدان کو اس لیے لڑائی کے لیے پسند کیا گیا کہ عرب سرحد بہ نسبت اور مقامات کے یہاں سے قریب تھی اور پشت پر عرب کی سرحد تک کھلا میدان تھا۔یہیں سے سیدنا ابو عبیدہؓ نے سیدنا عمرؓ کو خط لکھا:

"رومی بحر و بر سے ابل پڑے ہیں اور ان کے جوش کا یہ حال ہے کہ ان کی فوج جس راستہ سے گزرتی ہے' راہب اور ان کے گوشہ نشین پادری جنہوں نے کبھی خلوت سے قدم باہر نہیں رکھا تھا' اپنی خانقاہوں سے نکل کر فوج کے ساتھ ہوتے جاتے ہیں۔"

اس خط نے امیر المومنینؓ کو پریشان کر دیا۔آپ نے مہاجرین و انصار کو جمع کر کے وہ خط سنایا۔تمام صحابہ کرامؓ کی آنکھیں نم ہو گئیں اور نہایت جذباتی انداز میں کہا:

"امیر المومنین! اللہ کے لیے ہمیں اجازت دیں کہ ہم اپنے ان بھائیوں پر جا کر قربان ہو

Marfat.com

جائیں۔ اگر اللہ نہ کرے ان کا بال بیکا ہوگیا تو پھر جینے کا کیا فائدہ؟ سیدنا عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے کہا: ”امیر المومنین! آپ خود سپہ سالار بنیں اور ہمیں ساتھ لے کر محاذ جنگ پر چلیں۔“ لیکن دوسرے صحابہ کرامؓ نے سیدنا عبدالرحمٰن کی اس رائے سے اختلاف کیا۔ سیدنا عمرؓ نے قاصد سے پوچھا کہ دشمن کہاں تک آ گیا ہے؟ اس نے کہا: ”یرموک سے تین چار منزل کا فاصلہ رہ گیا ہے۔“

اس خط سے قبل سیدنا عمرؓ نے سیدنا سعید بن عامرؓ کے ساتھ ایک ہزار افراد پر مشتمل ایک لشکر مدینہ طیبہ سے بھیجا تھا۔ جس روز قاصد سیدنا ابوعبیدہؓ کے پاس واپس آیا اسی روز سعید بن عامرؓ بھی ہزار آدمی کے ساتھ پہنچ گئے۔ دشمن کی کثرت تعداد کے مقابلہ میں ان ایک ہزار مجاہدین کی کوئی خاص اہمیت اور حیثیت نہیں تھی، لیکن پھر بھی مسلمانوں کو نہایت تقویت محسوس ہوئی اور ان کے حوصلے بڑھ گئے اور ہمتیں جوان ہوگئیں۔

جب دونوں لشکر آمنے سامنے صف آرا ہوئے تو ایک بطریق صف کو چیرتے ہوئے میدان میں آیا اور مسلمانوں کو دعوت مبارزت دی۔ سیدنا میسرہ بن مسروقؓ اس کے مقابلہ کے لیے آگے بڑھے لیکن حریف چونکہ نہایت تنومند جوان تھا اس لیے سیدنا خالدؓ نے میسرہؓ کو روکا اور قیس بن ہبیرہؓ کو اشارہ کیا۔ وہ یہ شعر پڑھتے ہوئے میدان میں بڑھے:

سائل نساء الحیّ فی احجالها
الست یوم الحرب فی ابطالها

”پردہ نشین عورتوں سے پوچھ لو، کیا میں لڑائی کے دن بہادروں کے کام نہیں آتا۔“

قیس بن ہبیرہؓ نے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور میدان میں جاتے ہی دشمن پر جھپٹے یہاں تک کہ بطریق ہتھیار بھی نہ سنبھال سکا تھا کہ ان کا وار چل گیا۔ تلوار جو سر پر پڑی تو وہ خود کو کاٹتی ہوئی گردن تک اتر گئی۔ بطریق ڈگمگا کر گھوڑے سے گر پڑا۔ اس کا گرنا تھا کہ مسلمانوں نے نعرہ تکبیر بلند کیا۔ خالدؓ نے کہا: ”الحمدللہ! شگون اچھا ہوا ہے۔ اب انشاء اللہ فتح ہماری ہوگی۔“ اس روز لڑائی بند ہوگئی۔

رات کو باہان نے اپنے سرداروں کو بلایا اور انہیں کہا کہ عربوں کو شام کی دولت کا مزہ پڑ چکا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ ان لوگوں کو مال و دولت دے دلا کر یہاں سے

واپس بھیج دیا جائے۔ سب نے اس کی اس تجویز سے اتفاق کیا۔ دوسرے روز اس نے سپہ سالار لشکر کے پاس ایک قاصد بھیجا کہ کسی معزز کمانڈر کو ہمارے کمانڈر کے پاس بھیج دو‘ ہم اس سے صلح کے بارہ میں گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ سیدنا خالدؓ اس کے پاس تشریف لے گئے۔ قاصد جو پیغام لے کر آیا اس کا نام جارج تھا۔ وہ شام کے وقت مسلمانوں کے کیمپ میں آیا۔ تھوڑی دیر کے بعد نماز مغرب شروع ہوئی۔ مسلمان نماز میں جس محویت‘ سکون و وقار اور ذوق وشوق کے ساتھ کھڑے ہوئے تو وہ نہایت حیرت کے ساتھ دیکھتا رہا اور بہت متاثر ہوا۔ بعد میں اس نے مسلمانوں سے اس بارہ میں کچھ سوال بھی کیے اور حلقہ بگوش اسلام ہو گیا۔ وہ واپس رومی لشکر میں جانا نہیں چاہتا تھا‘ لیکن سیدنا ابوعبیدہؓ نے اس کو اصرار کے ساتھ واپس بھیج دیا اور فرمایا کہ کل ہمارے سفیر کے ساتھ آ جانا۔

دوسرے روز سیدنا خالدؓ رومیوں کے کیمپ میں تشریف لے گئے۔ رومیوں نے اپنی شان وشوکت دکھانے کے لیے بڑا اہتمام کیا ہوا تھا‘ لیکن سیدنا خالد بن ولیدؓ ان سب چیزوں کو پائے استحقار سے ٹھکراتے ہوئے سیدھے باہان کے خیمے میں پہنچ گئے۔ اس نے نہایت احترام کے ساتھ آپ کا استقبال کیا۔ پھر مترجم کے ذریعہ گفتگو ہوئی۔ باہان نے کہا: "ہمارا بادشاہ تمام بادشاہوں کا شہنشاہ ہے۔ اس پر سیدنا خالدؓ نے اس کی بات ٹوکتے ہوئے فرمایا: "تمہارا بادشاہ ایسا ہی ہوگا لیکن ہم نے جس کو سردار بنایا ہوا ہے اگر ایک لحہ کے لیے بھی اس کے حاشیہ خیال میں یہ بات آ جائے کہ وہ بادشاہ ہے تو ہم فوراً اسے معزول کر دیں۔" باہان نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا: "تمہاری قوم کے لوگ ہمارے ملک میں آ کر آباد ہوئے۔ ہم نے ان کے ساتھ نہایت اچھا سلوک کیا۔ ان کو ہر قسم کی مراعات سے نوازا‘ لیکن خلاف توقع تم ہمارے ملک پر چڑھ آئے اور چاہتے ہو کہ ہمیں ہمارے ملک سے نکال دو۔ ہم جانتے ہیں کہ تم لوگ بھوک پیاس اور تنگ دستی کی وجہ سے یہاں آئے ہو‘ ہم تمہارے اس ملک میں در آنے سے چشم پوشی اور درگزر کرتے ہیں‘ بلکہ اگر تم یہاں سے چلے جاؤ تو انعام کے طور پر تمہارے سپہ سالار کو دس ہزار دینار‘ افسروں کو ہزار ہزار اور عام سپاہیوں کو سو سو دینار دلا دیے جائیں گے۔"

Marfat.com

جب باہان اپنی یہ پیش کش کہہ چکا تو سیدنا خالد بن ولیدؓ نے فرمایا: ''باہان! سن' ہم اس وجہ سے اپنے ملک سے نکل کر یہاں نہیں آئے' جو وجہ تو نے بیان کی ہے بلکہ ہم لوگ خون پینے والے ہیں۔ اور ہمیں پتہ چلا ہے کہ رومیوں سے زیادہ اور کسی قوم کا خون لذیذ اور اچھا نہیں ہے۔ ہم صرف اس لیے آئے ہیں۔'' (انا قوم نشرب الدماء' وانہ بلغنا انہ لادم اطیب من دم الروم فجئنا لذامک) پھر فرمایا: ''ہم واقعی محتاج اور تنگ دست تھے۔ ہمارے ظلم و جہالت کا یہ حال تھا کہ قوی کمزور کو پیس ڈالتا تھا۔ قبائل آپس میں لڑ کر برباد ہوتے جاتے تھے۔ ہم نے بہت سے خدا بنا رکھے تھے جن کی ہم پوجا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم پر رحم کیا اور ایک رسول بھیجا جو ہماری اپنی قوم سے تھا۔ وہ ہم میں سب سے زیادہ نیک طینت اور فیاض تھا۔ اس نے ہمیں توحید کی تعلیم دی۔ اس نے ہم کو یہ حکم دیا کہ ہم ان عقائد کی دنیا کو دعوت دیں۔ جس نے ان کو قبول کیا وہ ہمارا مسلمان بھائی ہے۔ جس نے نہ مانا لیکن جزیہ دینا قبول کیا اس کے ہم محافظ ہیں جس کو دونوں سے انکار ہو اس کے لیے ہماری تلوار ہے۔

باہان نے جزیہ کا نام سن کر ایک ٹھنڈی آہ بھری اور اپنے لشکر کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ: ''یہ لوگ مر کر بھی جزیہ نہ دیں گے کیونکہ ہم جزیہ لیتے ہیں دیتے نہیں۔'' غرض کہ کوئی معاملہ طے نہ ہوا اور سیدنا خالدؓ اٹھ کر واپس آ گئے۔ اب باہان نے اپنے سرداروں کو نہایت جذباتی انداز میں کہا: ''دیکھ لیا عربوں کا انداز سخن۔ تم جب تک ان کی رعایا نہ بن جاؤ ان کے حملہ سے محفوظ نہیں رہ سکتے۔ تم کو ان کی غلامی منظور ہے؟'' تمام کمانڈرز نے کہا: ''ہم مر جائیں گے لیکن یہ ذلت گوارا نہیں کریں گے۔''

جب صلح کی تمام امیدیں ختم ہو گئیں تو اگلے ہی روز جنگ شروع ہو گئی۔ حافظ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے جو شخص اس روز سب سے پہلے شہید ہوا' وہ سیدنا ابو عبیدہؓ کے پاس لڑائی شروع ہونے سے پہلے آیا اور عرض کی: ''میں نے آج شہادت کا مرتبہ حاصل کرنے کا پورا پورا ارادہ کیا ہوا ہے' لہٰذا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کوئی پیغام ہے تو مجھے دے دیں۔'' سیدنا ابو عبیدہؓ نے فرمایا: ''جب تو شہادت کے بعد سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہووے تو میری طرف سے آپ کی خدمت میں سلام عرض کرنا اور یہ بھی عرض کرنا کہ:

Marfat.com

یا رسول اللّٰہ! انّا قد وجدنا ما وعدنا ربنا حقاً

"اے اللہ کے رسول! جو ہمارے رب نے ہم سے وعدے کیے تھے ہم نے ان سب کو سچا پایا۔"

وہ شخص یہ پیغام سن کر میدان جنگ میں گیا اور جاتے ہی شہید ہوگیا۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ۔

دوران جنگ ایک لمحہ وہ بھی آیا کہ مسلمانوں کا میمنہ ٹوٹ کر فوج سے الگ ہوگیا اور نہایت بے ترتیبی سے پیچھے ہٹا اور ہٹتے ہٹتے عورتوں کی خیمہ گاہ تک چلا گیا۔ عورتوں کو مردوں کی یہ حالت دیکھ کر سخت غصہ آیا اور خیمہ کی چوبیں اکھاڑ کر مردوں کو کہنے لگیں: "نامردو! ادھر آئے تو چوبوں سے تمہارا سر توڑ دیں گے۔" یہ حالت دیکھ کر سیدنا معاذ بن جبلؓ جو میمنہ کے ایک حصہ کے کمانڈر تھے' اپنے گھوڑے سے کود پڑے اور بولے: "کوئی بہادر اس گھوڑے کا حق ادا کر سکے تو گھوڑا حاضر ہے؟" ان کے بیٹے نے کہا: "ابا! میں اس کا حق ادا کروں گا۔ بیٹے نے گھوڑا لیا اور دونوں باپ بیٹا اس جرات اور بہادری سے لڑے کہ فوج کے اکھڑے ہوئے پاؤں سنبھل گئے۔

اس جنگ کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ سیدنا خالد بن ولیدؓ کی کمان میں قریباً ایک ہزار صحابہ کرامؓ شریک تھے۔ بیرون ملک کسی جنگ میں بھی اتنے صحابی شریک نہیں ہوئے جن میں سیدنا معاذ بن جبلؓ، سیدنا زبیر بن العوامؓ، سیدنا ابو ہریرہؓ، سیدنا ابو سفیانؓ، شرحبیل بن حسنہؓ وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اور ان ایک ہزار صحابہ کرامؓ میں ایک سو اصحاب بدر تھے۔ (البدایہ والنہایہ جلد 7 ص 9) اور کئی صحابہ کرامؓ اپنے پورے گھرانے کے ساتھ شریک جنگ تھے جیسے سیدنا ابوسفیانؓ، سیدنا عکرمہؓ بن ابی جہل اور سیدنا معاذ بن جبلؓ وغیرہ۔ اور ہر صحابی رسولؐ اس بہادری' شجاعت اور جواں مردی سے لڑا کہ چشم آفتاب نے ایسے بہادر کم ہی دیکھے ہوں گے۔ سیدنا عکرمہؓ کے بارہ میں مورخین نے لکھا ہے کہ وہ عیسائیوں کو یہ پکارتے پھرتے تھے: "عیسائیو! میں حالت کفر میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑ چکا ہوں۔ کیا آج تمہارے مقابلہ میں میرا قدم پیچھے پڑ سکتا ہے؟" طبری نے لکھا ہے کہ سیدنا عکرمہؓ کی لاش مقتولوں کے ڈھیر میں ملی۔ کچھ کچھ دم باقی تھا۔ خالدؓ نے ان کا سر اپنی ران پر رکھا اور گلے میں تھوڑا سا پانی

Marfat.com

ٹپکایا اور کہا: "اللہ کی قسم! عمرؓ کا گمان غلط تھا کہ ہم شہید ہو کر مریں گے" عکرمہؓ شہید تو ہو گئے لیکن رومیوں کی طاقت کی کمر توڑ کر رکھ دی۔ باپ اور بیٹا دونوں شہید ہو گئے لیکن جریدہ عالم پر اپنا نام ثبت کر گئے اور بتا گئے کہ شہادت ہی مومن کا مقصود اور مطلوب ہے۔

اس جنگ کے ویسے تو کئی واقعات یاد رکھنے کے قابل ہیں۔ کیونکہ ایک طرف رومیوں کا دو لاکھ سے بھی زیادہ کا لشکر جرار اور دوسری طرف مسلمانوں کی تعداد صرف 36 ہزار بلکہ اس سے بھی کم۔ لیکن یہ واقعہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جس وقت یرموک میں زور کا رن پڑا ہوا تھا اور ہاتھ پاؤں کٹ کٹ کر الگ ہو رہے تھے۔ حباش بن قیس بڑی جانبازی اور بہادری سے لڑ رہے تھے۔ لڑائی کے دوران کسی نے ان کے پاؤں پر تلوار ماری اور ان کا ایک پاؤں کٹ کر گر پڑا' لیکن حباشؓ کو بالکل خبر نہ ہوئی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہوش آیا تو میدان جنگ میں اپنے اس کٹے ہوئے پاؤں کو ڈھونڈتے پھرتے تھے۔ ان کے قبیلے کے لوگ ان کی اس بات پر فخر کرتے۔

(فتوح البلدان ص 121)

جنگ ختم ہوئی۔ رومی ایک لاکھ سے زائد مرے ہوئے' میدان اور اس کے ارد گرد کی خندقوں میں پڑے تھے۔ تین ہزار مسلمان جنت الفردوس میں پہنچ گئے۔ میدان اہل اسلام کے ہاتھ رہا۔ قیصر روم اس وقت انطاکیہ میں تھا۔ اس کو جب اس شکست کی خبر پہنچی تو ایک تیر سا اس کے سینے میں لگا اور حسرت و یاس سے شام کے مرغزاروں کو دیکھنے لگا کیونکہ اب اس کی سلامتی اسی میں تھی کہ وہ قسطنطنیہ چلا جائے۔ چنانچہ وہ شام کو ہمیشہ کے لیے چھوڑ کر قسطنطنیہ چلا گیا۔ جانے سے قبل اس نے اپنے خاص آدمیوں کی ایک میٹنگ بلائی جس میں یہ مسئلہ پیش کیا گیا کہ آخر کیا وجہ ہے کہ یہ لوگ بھی تمہاری طرح انسان ہیں پھر یہ اپنی تعداد کی قلت کے باوجود تم لوگوں پر ہمیشہ کیوں غالب آتے ہیں؟ باقی ساری مجلس تو خاموش رہی لیکن ایک بڑے بوڑھے شخص نے ہرقل سے کہا کہ: "اگر جان کی امان پاؤں تو عرض کروں۔ وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ رات کو اللہ کے حضور میں کھڑے ہوتے ہیں اور دن میں روزے سے ہوتے ہیں۔ اپنے وعدوں کو پورا کرتے ہیں۔ لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں۔ لیکن ہمارا حال یہ ہے کہ ہم شراب پیتے ہیں۔ زنا کرتے ہیں۔ حرام کاریوں کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اپنے

Marfat.com

عہد و پیمان کی پابندی نہیں کرتے۔ لوگوں کا مال و دولت غصب کرتے ہیں اور ایک دوسرے پر ظلم وستم کرتے ہیں۔ زمین میں فتنہ وفساد برپا کرتے ہیں اور لوگوں کو وہ کام کرنے سے روکتے ہیں جن سے اللہ راضی ہوتا ہے۔ ان باتوں کا یہ اثر ہے کہ ان کے کاموں میں جوش و استقلال پایا جاتا ہے اور ہمارے کام ہمت و استقلال سے خالی ہوتے ہیں۔" قیصر نے اس شخص کے منہ سے یہ بات سن کر کہا: "آپ نے بالکل درست کہا۔" گویا قیصر کو بھی پتہ تھا کہ ہماری قوم بداخلاق اور بدقماش ہے کیونکہ وہ خود بھی ایسا ہی تھا۔ "الناس علیٰ دین ملوکھم"

جس روز سے یرموک کی جنگ شروع ہوئی تھی سیدنا عمرؓ اس کی خبر کے انتظار میں کئی راتیں سوئے نہیں تھے۔ آپ کو ہر روز قاصد کا انتظار رہتا۔ جب یرموک کی فتح کا خط ایک مختصر سی سفارت کے ساتھ جن میں سیدنا حذیفہ بن ایمانؓ بھی شامل تھے' بارگاہ خلافت میں پہنچا تو فتح یرموک کا خط پڑھ کر سیدنا عمر فاروقؓ سجدہ میں گر گئے اور حق تعالیٰ شانہ کا شکریہ ادا کیا کہ اللہ تعالیٰ نے رومیوں پر مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی ہے۔

یرموک میں رومیوں کی شکست نے ان کی قوت کو پاش پاش کر کے رکھ دیا تھا' لہٰذا معرکہ یرموک کے بعد مسلمانوں نے چھوٹے چھوٹے شہروں کو بغیر کسی مزاحمت کے فتح کر لیا۔

فحل کی فتح

دمشق میں مسلمانوں کی طرف سے مطمئن ہو جانے کے بعد سیدنا ابوعبیدہؓ کو ان اسلامی فوجوں کی فکر لاحق ہوئی جو فحل کے قریب اقامت پذیر تھیں۔ بحیرہ طبریہ کے جنوب میں فحل کے قریب رومیوں کا وہ لشکر موجود تھا جس نے یرموک کے میدان سے بھاگ کر وہاں پناہ لی تھی' اس کے علاوہ ہرقل کی امدادی فوجیں بھی ان کے پاس پہنچ چکی تھیں۔

مسلمانوں نے رومی فوجوں کے سامنے فحل میں پڑاؤ ڈالا۔ رومیوں پر چونکہ یرموک کی شکست کا خوف طاری تھا' اس لیے انہوں نے دریا اور آس پاس جس قدر نہریں تھیں ان سب کے بند توڑ دیے اور بیسان سے لے کر فحل تک کا تمام علاقہ زیر آب آ گیا۔ کیچڑ اور دلدل کی وجہ سے تمام راستے مسدود ہو گئے اور مسلمانوں کی پیش قدمی رک

Marfat.com

گئی۔ یہ زمین جاڑے کے اختتام اور دمشق کے محاصرے تک زیر آب رہی۔ موسم گرما کے آغاز میں جب دمشق فتح ہوا اور زمین خشک ہونی شروع ہوگئی تو سیدنا ابوعبیدہؓ نے سیدنا یزید بن ابی سفیانؓ کی قیادت میں یمنی فوج کو دمشق میں چھوڑا اور خود سیدنا خالد بن ولیدؓ کے ہمراہ فوج لے کر روانہ ہوئے۔ رومیوں کا 80 ہزار کا لشکر تھا جو ان کے سامنے دمشق اور یرموک کا انتقام لینے کے لیے زخمی ناگن کی طرح پھنکاریں مار رہا تھا۔

زمین گیلی ہونے کی وجہ سے جب فحل میں مسلمانوں کا قیام طویل ہوگیا تو ہرقل کے جرنیل سقلا بن مخراق نے اپنی کثرت افواج کے زعم میں مسلمانوں پر اچانک حملہ کر کے انہیں شکست سے دوچار کرنے کا ارادہ کیا۔ اس نے ایک خاص جگہ منتخب کی جہاں سے وہ مسلمانوں کی طرف اپنی فوجوں کو بھیجنا چاہتا تھا۔ اور جب رات نے سیاہ چادر اوڑھ لی تو اس کا لشکر اس جگہ سے گزرا۔ سقلا کے حاشیہء خیال میں بھی یہ بات نہ تھی کہ مسلمان اس حملہ کے لیے تیار ہوں گے' لہٰذا اس کا خیال تھا کہ پہلے ہی حملے میں ان کی صفیں درہم برہم ہو جائیں گی۔ لیکن اس کا یہ خیال غلط ثابت ہوا۔ مسلمان جرنیل خصوصی طور پر خالدؓ کچی گولیاں کھیلے ہوئے نہیں تھے۔ وہ ہر لحہ رومیوں کی چالوں سے باخبر تھے۔ چنانچہ رات کے اندھیرے میں دونوں لشکروں کی شدید لڑائی ہوئی اور معرکہ رات سے گزر کر دوسرے دن تک جاری رہا۔ سیدنا خالد بن ولیدؓ اور سیدنا ضرار بن ازورؓ نے اس جنگ میں بہادری اور جواں مردی کے وہ جوہر دکھائے کہ دشمن ورطہء حیرت میں پڑ گیا۔ چنانچہ معرکہ رات تک جاری رہا۔ جب رات کی سیاہی گہری ہوئی تو رومیوں کی قوت جواب دے گئی' اور وہ سقلا اور اپنے دوسرے جرنیلوں کے قتل ہونے کی وجہ سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ ان کی شکست نے انہیں دلدل میں پھنسا دیا اور اس دلدل میں ان کے لیے قدم اٹھانا مشکل ہوگیا۔ آخر کار مسلمانوں نے انہیں آدبوچا اور اپنے نیزوں سے انہیں اس دلدل میں موت کے گھاٹ اتار دیا۔ چنانچہ 80 ہزار سے صرف وہی لوگ بچے جو کسی نہ کسی طرح بھاگ جانے میں کامیاب ہوئے۔ اس طرح سے مسلمانوں کو شان دار اور بہت سا مال غنیمت حاصل ہوا۔

بیت المقدس کا معاہدہ

مسلمانوں نے جب بیت المقدس پر حملہ کیا ہوا تھا۔ اس سے قبل اجنادین

Marfat.com

کے معرکہ نے بیت المقدس کے باشندوں پر ایک خوف طاری کر دیا تھا اور یہ بات ان کے دلوں میں بیٹھ گئی تھی کہ بیت المقدس کا شہر ایک روز مسلمانوں کے قبضہ میں جا کر رہے گا۔ چنانچہ صلیب اعظم اور تمام کلیساؤں کے قیمتی ظروف جہاز میں لدوا کر قسطنطنیہ بھجوا دیے گئے جہاں بعد کو صلیب اعظم ایا صوفیہ کے کلیسا میں رکھ دی گئی۔ مسلمانوں کے طویل محاصرے اور گورنر بیت المقدس اطربون کے مصر بھاگ جانے کی وجہ سے اہل شہر حوصلے ہار بیٹھے۔ لہٰذا وہاں کے ایک بوڑھے نے مسلمانوں سے صلح کی گفتگو شروع کی۔ چونکہ اسے معلوم ہو گیا تھا کہ امیر المومنین سیدنا عمرؓ جابیہ تشریف لائے ہوئے ہیں' اس لیے اس نے یہ شرط لگا دی کہ معاہدہ صلح لکھنے کے لیے وہ خود تشریف لائیں۔ جابیہ اور بیت المقدس میں اتنا فاصلہ نہ تھا کہ پادری صفرینوس کی اس شرط کو نہ ماننے کا کوئی عذر پیش کر دیا جاتا۔

طبری اور ابن اثیر نے لکھا ہے کہ سیدنا عمرؓ اپنی اونٹنی پر روانہ ہوئے۔ اونٹنی پر دو تھیلے تھے۔ ایک میں ستو تھے اور دوسرے میں کھجوریں اور سامنے پانی سے بھرا ہوا ایک مشکیزہ تھا اور پیچھے زادِ راہ کا کشکول۔ مدینہ سے چل کر آپ نے جابیہ میں قیام فرمایا۔ فوج کے جرنیلوں کو آپ نے پہلے ہی لکھ دیا تھا کہ فلاں تاریخ کو مجھے جابیہ میں ملو۔ چنانچہ آپ کے حکم کی تعمیل میں سیدنا یزید بن ابی سفیانؓ، سیدنا ابوعبیدہؓ اور سیدنا خالد بن ولیدؓ آپ کے خدمت میں اس شان سے پہنچے کہ نگاہ ان پر رکتی تھی۔ ان کے دیبا و حریر کے لباس کو دیکھ کر سیدنا عمرؓ کا خون کھول اٹھا اور فرمایا: "کتنی جلدی تم لوگوں نے اپنی وضع بدل لی ہے؟ کیا دو ہی برس میں تم لوگ اپھر گئے ہو؟ بخدا! اگر دو سو برس تمہارا یہی طرز عمل رہا تو اللہ تعالیٰ تمہاری جگہ دوسروں کو حکمران کر دے گا۔" لشکر کے تمام جرنیلوں نے نہایت معذرت سے کہا: "امیر المومنین! ان دیبا و حریر کی قباؤں کے نیچے ہتھیار ہیں۔" سیدنا عمرؓ نے جب ان کے ہتھیار دیکھے تو آپ کا غصہ ٹھنڈا ہوا فرمایا: "پھر کوئی حرج نہیں۔"

حمص پر دوبارہ قبضہ

سیدنا عمرؓ نے سیدنا ابوعبیدہؓ اور سیدنا خالد بن ولیدؓ کو اپنے اپنے علاقوں میں واپس بھیج دیا' اور سیدنا یزید بن ابی سفیانؓ کو دمشق روانہ کر دیا۔ سیدنا ابوعبیدہ بن الجراحؓ

Marfat.com

حمص اور سیدنا خالدؓ قنسرین کی عمارتوں میں چلے گئے۔ یہ حضرات اپنے اپنے علاقوں میں حکومت کا انتظام و انصرام نہایت خوش اسلوبی سے چلا رہے تھے اور اب انہیں اپنے علاقوں میں اچانک حملے کا کوئی خطرہ نہ رہا تھا' لیکن اہل جزیرہ جو عراق و شام کے درمیان آباد تھے' وہ قدرے آتش بجان تھے۔ چنانچہ انہوں نے ہرقل کو لکھا کہ اگر وہ مسلمانوں سے لڑنے اور انہیں ان کے مقبوضات سے نکال باہر کرنے کے لیے بحری راستے سے اپنے لشکر بھیجے تو وہ اس کی مدد کریں گے۔ ہرقل اس تجویز کے ہر پہلو پر غور و فکر کر رہا تھا' اس لیے خط کے جواب میں کچھ دیری ہوگئی۔ اہل جزیرہ نے ہرقل کو دوبارہ خط لکھا جس سے اسے یقین ہوگیا کہ ان کے ارادے میں کوئی جھول نہیں ہے۔ ہرقل نے اپنے خط میں شامی قبائل کو اپنی امداد کا پورا پورا یقین دلایا اور کہا کہ میں نے بحری جہازوں کو حکم دیدیا ہے کہ وہ فوج اور سامان جنگ اسکندریہ سے انطاکیہ پہنچا دیں۔ جونہی ہرقل کا خط پہنچا قبائل اپنی فوجیں لے کر جزیرہ سے حمص کی طرف روانہ ہوگئے۔ اس فوج کی تعداد تیس ہزار بتائی جاتی ہے۔ سیدنا ابوعبیدہؓ کو جب ان جنگی کارروائیوں کی اطلاع ملی تو انہوں نے سیدنا خالد بن ولیدؓ کو قنسرین سے مشورہ کے لیے طلب کیا۔ اور دونوں جرنیلوں نے باہم مل کر یہ طے کیا کہ دشمن سے مقابلہ کرنے کے لیے تمام اسلامی فوجوں کو شمالی شام سے اکٹھا کیا جائے۔ چنانچہ انطاکیہ' حماۃ' حلب اور قریب کی تمام چھاؤنیوں سے لشکروں کو حمص میں اکٹھا کیا گیا۔ جب ہرقل کے جہاز انطاکیہ پہنچے تو شہر کے دروازے فوج کے لیے کھل گئے اور رعایا مسلمانوں کے خلاف ہوگئی اور تمام شمالی شام میں یک دم بغاوت کے شعلے بھڑکنے لگے۔ یہ ایک نہایت نازک موقع تھا' باغیوں نے حمص کو چاروں طرف سے گھیر لیا تھا اور مسلمانوں نے صحرا اور سمندر دونوں طرف سے انہیں بڑھتے دیکھا تو اپنے کو حمص میں محصور پایا۔ مسلمانوں کی امداد کے لیے کوفہ سے چار ہزار فوجی حمص پہنچے اور دوسرے علاقوں سے بھی کچھ فوجی دستے آئے لیکن ان سب فوجوں کا آنا بھی کافی نہ تھا۔ کیونکہ جزیرہ سے حمص آنے والی فوج کی تعداد تیس ہزار تھی اور وہ فوج اس کے علاوہ تھی جو ہرقل نے انطاکیہ بھیجی تھی۔ مسلمانوں کی اس فوج کو دیکھ کر جو باہر سے حمص کے مسلمانوں کی امداد کے لیے آئی تھی عیسائی قبائل کے دلوں پر رعب بیٹھ گیا۔ پھر قرقیسیا اور موصل کے واقعات ان کی نظروں کے آگے پھرنے

Marfat.com

لگے۔ چنانچہ قدرتی طور پر ان کے حوصلے ختم ہو گئے' ہمتیں جواب دے گئیں اور انہوں نے اپنی عافیت اسی میں سمجھی کہ جہاں سے وہ آئے تھے وہیں واپس چلے جائیں۔

بعض روایتوں میں ہے کہ عرب کے جو قبائل عیسائیوں کی مدد کے لیے آئے تھے' وہ بھی اپنے کیے پر پشیمان ہوئے اور انہوں نے سیدنا خالدؓ کو خفیہ پیغام بھیجا کہ تم چاہو تو ہم اسی وقت یا عین موقع پر عیسائیوں سے الگ ہو جائیں گے۔ سیدنا خالدؓ نے ان کو جواب دیا کہ افسوس میں دوسرے شخص (ابو عبیدہؓ) کے ہاتھ میں ہوں' اور وہ حملہ کرنا پسند نہیں کرتے ورنہ مجھ کو تمہارے ٹھہرنے یا چلے جانے کی کوئی پروا نہ ہوتی۔ تاہم اگر تم اپنے قول کے سچے ہو تو محاصرہ چھوڑ کر چلے جاؤ۔ ادھر فوج نے سیدنا ابو عبیدہؓ سے یہ تقاضا کرنا شروع کر دیا کہ ہمیں حملہ کرنے کی اجازت دی جائے۔ ہم محصور نہیں رہنا چاہتے۔ انہوں نے سیدنا خالدؓ سے مشورہ کیا۔ سیدنا خالدؓ نے جواب دیا کہ میری جو رائے ہے وہ میں آپ کو پہلے ہی بتا چکا ہوں۔ عیسائی ہمیشہ اپنی کثرت تعداد کے بل پر بڑتے ہیں' اب کثرت بھی نہیں رہی' پھر کس بات کا اندیشہ۔ ایک روز سیدنا ابو عبیدہؓ جو سو کر اٹھے تو معلوم ہوا کہ جزیرے کے قبائل اپنے شہر واپس چلے گئے ہیں اور اب صرف ان کے مقابلہ میں ہرقل کا لشکر رہ گیا ہے۔ اب سیدنا ابو عبیدہؓ نے اپنے جرنیلوں کو بلا کر کہا کہ وہ ہرقل کے لشکر کے مقابلہ کے لیے میدان میں نکلنا چاہتے ہیں۔ یہ سن کر سیدنا خالدؓ بہت خوش ہوئے اور کہا کہ اس سے قبل کہ رومی اس نئی صورت کا کوئی تدارک کریں' ہمیں ان پر فوراً حملہ کر دینا چاہیے۔ رومیوں کو جب اس صورت حال کا پتہ چلا کہ قبائل عین موقع پر انہیں چھوڑ کر چلے گئے ہیں اور مسلمان ان پر فوری حملہ کرنا چاہتے ہیں تو وہ بہت پریشان ہوئے اور سمجھے کہ ہمارے ساتھ قبائل نے سازش کی ہے۔

رومیوں پر حملہ کرنے سے قبل سیدنا ابو عبیدہؓ نے مسلمان فوج کے سامنے ایک زور دار اور موثر تقریر کی جس سے فوج میں جوش اور ولولہ پیدا ہوا اور انہوں نے رومیوں پر زور دار حملہ کر دیا۔ رومی حملے کو سہار نہ سکے اور شکست فاش کھائی اور پھر کبھی رومیوں کو پیش قدمی کی جرات نہ ہوئی۔

==================

سیدنا خالد بن ولیدؓ کی معزولی

17 ہجری کے واقعات میں ایک اہم واقعہ سیدنا خالد بن ولیدؓ کی سپہ سالاری سے معزولی ہے۔ یہ معزولی اس زمانہ میں ہوئی جب تمام شمالی شام مسلمانوں کے زیر نگین ہوگیا تھا بلکہ عیسائیوں نے جب حمص پر دوبارہ قبضہ کرنا چاہا اور وہ اس میں بری طرح ناکام رہے۔ اس کے بعد سیدنا عمرؓ نے سیدنا خالدؓ کو معزول فرما دیا۔ بعض مورخین کا خیال ہے کہ سیدنا عمرؓ نے عنانِ خلافت ہاتھ میں لیتے ہی سیدنا خالدؓ کی معزولی کے احکام جاری کردیے تھے' لیکن یہ بات تاریخی طور پر غلط ہے۔ حمص پر جب عیسائیوں نے دوبارہ قبضہ کرنے کی کوشش کی اور جزیرہ کی تیس ہزار فوجوں نے حمص کو اپنے محاصرہ میں لے لیا' اس وقت سیدنا خالدؓ قنسرین کی فوجوں کے سپہ سلار تھے اور سیدنا ابو عبیدہؓ نے انہیں وہاں سے مشورہ کے لیے حمص بلایا تھا اور جب عیسائی فوجیں محاصرہ سے واپس چلی گئیں اور حالات نارمل ہوگئے تو سیدنا خالدؓ واپس قنسرین اپنے عہدے پر چلے گئے۔ لیکن قنسرین میں بھی وہ زیادہ عرصہ نہ ٹھہرے بلکہ سیدنا عیاض بن غنمؓ کے ساتھ مختلف قبائل کی بغاوت کو فرو کرنے میں مصروف ہوگئے۔ چنانچہ حلب' حماۃ اور انطاکیہ وغیرہ میں قبائل نے جو بغاوتیں کیں ان کے فرو کرنے میں سیدنا خالد بن ولیدؓ کا بہت بڑا ہاتھ تھا۔ سیدنا خالدؓ جب ان تمام باتوں سے فارغ ہوگئے تو ایک روز سیدنا عمرؓ کا مکتوب ملا جس میں سیدنا خالدؓ کو معزول کیا گیا تھا اور ان سے بعض معاملات میں باز پرس بھی کی گئی۔

سیدنا عمرؓ کا سیدنا خالدؓ کی معزولی کا فیصلہ ایک نہایت اہم اور تاریخی فیصلہ ہے

Marfat.com

اور مختلف اہل قلم اور مورخین نے اس پر اپنے اپنے انداز میں نقد و جرح بھی کی ہے۔ بعض نے سیدنا عمرؓ کو مورد الزام ٹھہرایا ہے اور بعض نے سیدنا خالدؓ کے بعض کاموں کو ہدف تنقید بنایا ہے' لیکن ہمارے نزدیک یہ دونوں باتیں غلط ہیں۔ ہمارا یہ مقام نہیں کہ ہم ان دو عظیم ہستیوں کا موازنہ اور مقابلہ کریں۔ یہ دونوں عنداللہ مقبولان الٰہی میں سے تھے اور دونوں کے دینی کارنامے اتنے بلند ہیں کہ آج ہم میں ان کا موازنہ کرنے کی صلاحیت نہیں ہے۔ سیدنا عمرؓ نے جو کچھ کیا اور خالدؓ نے بھی جو کارنامے انجام دیے ان میں دینوی اور مادی بقا مقصود نہ تھا بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود تھی۔

آج کل کے بعض حضرات اختلاف رائے کو دشمنی اور عداوت پر محمول کرتے ہیں حالانکہ ان دونوں کے معنوں میں بہت اختلاف ہے۔ صحابہ کرامؓ میں ایک دوسرے کی دشمنی نہیں تھی البتہ بعض حالات میں ان میں اختلاف رائے پایا جاتا تھا۔ انہوں نے دین کے کاموں میں جو رائے بھی اختیار کی وہ ایمان اور تفقہ کی روشنی میں کی نہ کہ اپنی ذاتی اغراض کے تحت ایک دوسرے سے اختلاف کیا۔ یہ بات ان کے رتبہ سے فروتر تھی۔

سیدنا عمرؓ نے سیدنا خالدؓ سے بعض معاملات میں اپنا اسلوب تبدیل کرنے کے لیے کہا۔ سیدنا خالدؓ کوئی معمولی آدمی نہیں تھے۔ ماں کے پیٹ سے چاندی کا چمچہ لے کر پیدا ہوئے تھے۔ ان کا تعلق بنو مخزوم سے تھا جو کہ تمام عرب میں امیر اور متمول قبیلہ سمجھا جاتا تھا۔ ان کے والد ولید بن مغیرہؓ مخزومی زمانہ جاہلیت ہی سے ایک امیر کبیر شخص تھے اور فوج کی سپہ سالاری اور فوجی کیمپ کے انتظام کا عہدہ ان کے خاندان میں تھا۔ (عقدالفرید جلد 2 ص 126) اور ظہور اسلام کے وقت سیدنا خالدؓ اس معزز عہدہ پر فائز تھے۔ (استیعاب جلد 1 ص 157) چنانچہ صلح حدیبیہ کے موقع پر قریش کا جو دستہ مسلمانوں کی نقل و حرکت کا پتہ لگانے آیا تھا اس کے سردار اور قائد سیدنا خالدؓ تھے۔ (بخاری کتاب المغازی' باب الشروط فی الجہاد) اور جنگ احد کے موقع پر مشرکین مکہ کے اکھڑے ہوئے قدم انہیں کی ہمت سے دوبارہ جمے اور مسلمانوں کے شدید نقصان کا باعث بنے۔ اس وجہ سے بچپن ہی سے سیدنا خالدؓ اپنی رائے کو مبنی بر صواب سمجھتے تھے اور اکثر معاملات میں خصوصی طور پر لڑائی میں ان کی رائے صحیح اور درست ہوتی تھی۔ لیکن

Marfat.com

چونکہ وہ فوجی اور مارشل قسم کے آدمی تھے' لہٰذا بعض معاملات میں کچھ غیر شعوری طور پر ایسی باتیں کر گزرتے تھے جو ایک منتظم شخص کے نزدیک درست نہیں ہوتی تھی۔ مگر ان کی ہر بات ذاتی اغراض کے لیے نہیں بلکہ اسلام کے مفاد کے لیے ہوتی۔ چنانچہ جنگ موتہ کے موقع پر ان کی اسی فوجی جرات اور بہادری کے صلہ میں انہیں ''اللہ تعالیٰ کی سونتی ہوئی تلوار'' کا خطاب ملا تھا جو بارگاہ نبوت کی طرف سے ایک بہت بڑا اعزاز تھا۔

دوسری طرف سیدنا عمرؓ بھی عظمت و رفعت کے آفتاب تھے۔ ملہم و محدث تھے' اللہ کی زمین کو انہوں نے عدل و انصاف اور امن و امان کا گہوارہ بنا دیا تھا' گویا کہ دونوں حضرات ہی اپنے اپنے مقام پر بلند و بالا تھے۔ ان دونوں میں سے کسی ایک کی تنقیص دونوں کی تنقیص ہوگی۔ صحابہ کرامؓ کے بارہ میں ہمیں اپنی زبانیں نہایت حزم و احتیاط سے کھولنی چاہیے اور ان کے بارہ میں کچھ لکھتے وقت اپنے قلم کو کنٹرول میں رکھنا چاہیے۔ ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم صحابہ کرامؓ کے اخلاص اور نیک نیتی میں اپنے حاشیہ خیال میں بھی شک کو نہ لاویں۔ سیدنا خالد بن ولیدؓ نے سپہ سالاری کا حق ادا کیا ہے۔ فتنہ ارتداد کا قلع قمع صرف انہی نے کیا۔ چنانچہ طبری نے لکھا ہے کہ:

ان الفتوح في اهل الردة كلها كانت لخالد بن وليد وغيره

''یعنی ارتداد میں جتنی فتوحات ہوئیں وہ سیدنا خالد بن ولید وغیرہ کا کارنامہ ہے۔''

اس کا مطلب یہ نہیں کہ سیدنا عمرؓ کے کارناموں سے صرف نظر کر لیا جائے۔

اسلامی اصول یہ ہے کہ خلیفہ وقت اور ایک سپہ سالار کے مابین اختلاف رائے ہو جائے اور معاملہ نص صریح کا نہ ہو بلکہ تدبیر و انتظام کا ہو تو بات خلیفہ وقت کی مانی جائے گی۔

جیسا کہ گزشتہ صفحات میں بتایا گیا ہے کہ سیدنا عمرؓ نے مختلف مواقع پر سیدنا خالدؓ سے جو نسبی رشتہ میں ان کے ماموں لگتے تھے کیونکہ سیدنا خالدؓ سیدنا عمرؓ کی والدہ حنتمہ کے سگے چچا زاد بھائی تھے' یہ کہا کہ وہ اپنا اسلوب تبدیل کریں' لیکن سیدنا خالدؓ اس معاملہ میں اپنی طبیعت کے ہاتھوں معذور بلکہ مجبور تھے۔ ان کی نہاد ذہنی ہی کچھ ایسی تھی کہ وہ وقت پر بجائے کسی سے مشورہ لینے کے' فوری طور پر خود فیصلہ کر لیتے تھے' چنانچہ فتح مکہ کے موقع پر وہ میمنہ کے افسر تھے۔ (مسلم جلد 2 ص 86) سرکار دو عالم ﷺ نے آپ کو حکم دیا کہ وہ اپنے دستہ کو مکہ کے بالائی حصہ ''کداء'' کی جانب سے لے کر

آئیں۔ یہ آ رہے تھے کہ راستہ میں مشرکوں کا ایک جتھا مزاحم ہوا اور پیہم تیر اندازی شروع کر دی۔ خالدؓ نے بھی جوابی حملہ کیا اور اس میں چند مشرک مارے گئے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو پتہ چلا تو آپ نے خالدؓ سے باز پرس کی۔ انہوں نے عرض کی کہ ابتداء انہی کی جانب سے ہوئی تھی۔ آپ ؐ نے فرمایا: 'خیر اللہ کی مرضی بہتر ہے۔ (بخاری' باب فتح مکہ' طبقات ابن سعد خصہ مغازی) اسی طرح سریہ بنو جذیمہ میں انہوں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق ان کو اسلام کی دعوت دی' لیکن وہ صحیح لفظوں میں اپنے اسلام کا اظہار نہ کر سکے اور بجائے "اسلمنا" کے یعنی ہم اسلام لائے "صبانا" کہا یعنی ہم بے دین ہو گئے۔ سیدنا خالدؓ اس کو نہ سمجھ سکے اور سب کی گردنیں اڑانے کا حکم دے دیا۔ بہت سے مہاجرین و انصار نے اس حکم کی تعمیل سے انکار کر دیا۔ پھر بھی بہت سے لوگ مارے گئے۔ واپسی پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ واقعہ سنا تو بہت افسوس کیا اور دونوں ہاتھ اٹھا کر فرمایا: "اے اللہ! میں خالد کے اس فعل سے بری ہوں۔" (بخاری با سریہ بنی جذیمہ) اسی طرح سیدنا ابو بکرؓ کے عہد خلافت میں انہوں نے مالک بن نویرہ کو قتل کر دیا۔ سیدنا خالدؓ کا موقف یہ تھا کہ انہوں نے ایک مرتد کو قتل کیا ہے' لیکن بعض حضرات جن میں سیدنا ابو قتادہ انصاریؓ بھی تھے اس قتل سے نہایت برہم ہوئے۔ چنانچہ مدینہ طیبہ پہنچ کر انہوں نے اور مالک بن نویرہ کے بھائی متمم بن نویرہ نے پہلے سیدنا ابو بکرؓ اور پھر سیدنا عمرؓ سے سیدنا خالدؓ کی شکایت کی۔ سیدنا ابو بکرؓ کو اس بات سے صدمہ تو ہوا لیکن مصلحت وقت کے پیش نظر خاموش ہو گئے۔ سیدنا عمرؓ کو سخت غصہ تھا۔ چنانچہ ان کی رائے تھی کہ خالدؓ کو فوری طور پر معزول کر دیا جائے۔ جب سیدنا عمرؓ کا اس پر اصرار بڑھا تو سیدنا ابو بکرؓ نے سیدنا خالدؓ کو مدینہ طلب فرمایا اور ان سے گفتگو کے بعد آپ کو جب یقین ہو گیا کہ اگر مالک بن نویرہ کا قتل حالت اسلام میں ہوا ہے تو بھی یہ قتل عمد نہیں بلکہ قتل خطاء ہے۔ اس لیے آپ نے خالدؓ کی طرف سے مالک کا خون بہا ادا کر دیا۔

ایسا ہی ایک اور واقعہ طبری نے جلد 2 ص 581 پر لکھا ہے کہ سیدنا خالدؓ نے عبدالعزیٰ (جس کا بعد میں نام عبداللہ ہو گیا تھا) اور بسید بن حریر ان دونوں کو جو دشمن کے کیمپ میں تھے' قتل کر دیا' لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ یہ دونوں مسلمان تھے اور اس

بارہ میں ان کے پاس سیدنا ابوبکرؓ کی ایک تحریر بھی تھی۔ جب سیدنا ابوبکرؓ کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے ان دونوں کی دیت ادا کر دی' لیکن ساتھ ہی سیدنا خالدؓ کی طرف سے معذرت کرتے ہوئے فرمایا کہ یوں ادا کرنے کو تو میں نے دیت ادا کر دی لیکن دراصل یہ دیت مجھ پر واجب نہیں تھی کیونکہ یہ دونوں مقتول اہل حرب کے ہاں مقیم اور ان کے مہمان تھے۔

سیدنا عمرؓ کی ایک اپنی شان تھی اور سیدنا ابوبکرؓ کی اپنی شان۔ چنانچہ مالک بن نویرہؓ کے قتل پر سیدنا عمرؓ اپنی شان ''اشدھم فی امراللہ عمر'' کے تحت سیدنا خالدؓ پر سخت غصہ میں تھے کیونکہ اس سے قبل بنو جذیمہ کا ایک واقعہ خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں پیش آ چکا تھا۔ سیدنا ابوبکرؓ کا معاملہ یہ تھا کہ ان کی ہر بات اسوۂ رسولؐ کی اتباع ان کی فطرت اور طبیعت ثانیہ بن گئی تھی اور اس کے ساتھ ساتھ وہ انسانی فطرت کی کمزوریوں سے بھی بخوبی آشنا تھے' اور دوسری طرف سیاست اور فوجی تدابیر کا جو مقتضا تھا' اس سے بھی پوری طرح واقف تھے۔ اس لیے سیدنا ابوبکرؓ کی رائے میں اگر سیدنا خالدؓ سے کسی غلطی کا ارتکاب ہوا بھی تھا تو بہرحال وہ اتنی بڑی غلطی ہرگز نہ تھی جس کی پاداش میں سیدنا خالدؓ جیسے مدبر جرنیل اور بہادر اور دور اندیش سپہ سالار کی قیادت سے لشکر اسلامی کو محروم کر کے اسلامی محاذ جنگ کو خطرہ میں ڈال دیا جائے۔ سیدنا عمرؓ اگرچہ عہد صدیقی میں بھی اپنی ایک رائے رکھتے تھے' لیکن سیدنا ابوبکرؓ کے فیصلہ کے سامنے ان کی گردن جھک جاتی تھی۔ چنانچہ سیدنا عمرؓ کے عہد خلافت میں متمم بن نویرہ نے حاضر ہو کر سیدنا خالدؓ سے قصاص کا مطالبہ کیا۔ جس کے جواب میں سیدنا عمرؓ نے فرمایا:

لاطرد شیئاً صنعہ ابوبکر

''ابوبکرؓ جو کر گئے میں اس کو رد نہیں کروں گا۔'' (خزانۃ الادب جلد 2 ص 338)

بعض روایات میں ہے کہ سیدنا عمرؓ نے سیدنا ابوبکرؓ کے سامنے جب اصرار کے ساتھ سیدنا خالدؓ کو معزول کرنے کا مطالبہ کیا تو سیدنا ابوبکرؓ نے فرمایا: ''کیا تم اس کی جگہ فوجوں کی کمان سنبھال لو گے؟'' انہوں نے کہا: ''ہاں۔'' جب صحابہ کرامؓ کو اس بات کا پتہ چلا تو وہ سیدنا ابوبکرؓ کے پاس آئے اور متفقہ طور پر کہا کہ آپ سیدنا عمرؓ کی رائے

Marfat.com

اور مشورہ کے محتاج ہیں لہٰذا انہیں مدینہ طیبہ سے باہر ہرگز نہ بھیجیں۔ عمرؓ کو اپنے پاس ٹھہرنے کا حکم فرمائیں اور خالدؓ کو اپنی ذمہ داریاں ادا کرنے کی تاکید فرمائیں۔ چنانچہ سیدنا ابوبکرؓ نے ایسا ہی کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ سیدنا ابوبکرؓ نے سیدنا عمرؓ کی رائے کو قبول کر کے انہیں فوجوں کی کمان سنبھالنے کا حکم دیا' لیکن پھر صحابہ کرامؓ کے تعرض پر اس فیصلہ کو تبدیل کر دیا۔

تمام صحابہ کرامؓ اس بات کو جانتے اور مانتے تھے کہ سیدنا عمرؓ ذاتی خواہشات سے متاثر ہو کر فیصلے نہیں کرتے بلکہ ان کے پیش نظر رضائے الٰہی کا حصول ہوتا تھا' چنانچہ آپ نے بعض وہ فیصلے بھی کیے جو سیدنا ابوبکرؓ نے نہیں کیے تھے' لیکن صحابہ کرامؓ نے ان فیصلوں پر کسی قسم کی ناگواری کا اظہار نہیں کیا' مثلاً آپ نے مسلمانوں کو عقیدے کی خرابی سے بچانے کے لیے اس درخت کو کٹوا دیا جس کے نیچے بیٹھ کر صحابہ کرامؓ نے آپ کے ہاتھ پر بیعت رضوان کی تھی کیونکہ لوگوں نے اس کے نیچے برکت حاصل کرنے کے لیے بیٹھنے کی عادت بنا لی تھی۔ پھر آپ نے اپنے عہد خلافت میں طواف کعبہ کرتے ہوئے حجر اسود پر اپنا رخسار رکھا اور رونے لگے۔ پھر فرمایا:

''اے عمر! یہی وہ جگہ ہے جہاں آنسو بہائے جاتے ہیں۔'' یہ آپ کے کمال ایمان اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی ایک زندہ مثال ہے۔

روایات میں ہے کہ حمص کی بغاوت کو فرو کرنے کے بعد سیدنا خالدؓ اور سیدنا عیاض بن غنمؓ اسلامی مملکت کی سرحدوں کو مستحکم کرنے اور دشمنوں کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب بٹھانے کے لیے تاکہ وہ آئندہ بغاوت کا سوچ بھی نہ سکیں' آرمینیہ کی طرف بڑھے یہاں تک کہ آمد اور رہاء پہنچ گئے۔ وہ جدھر سے گزرتے شہر فتح کرتے' مال غنیمت سمیٹتے اور کافروں کے دلوں پر مسلمانوں کا رعب بٹھاتے جاتے۔ اس کے بعد جب وہ واپس قنسرین آئے تو ان کے پاس بہت سا مال غنیمت جمع ہو گیا تھا' اس لیے ادھر ادھر سے لوگ انعام کے لالچ میں ان کے پاس آئے۔ سیدنا خالدؓ نے انہیں مایوس نہ ہونے دیا۔ ان لوگوں میں اشعث بن قیس بھی تھا۔ سیدنا خالدؓ نے اسے بھی دس ہزار درہم انعام میں دیے۔ سیدنا خالدؓ کے اس دس ہزار درہم کے انعام کا بہت چرچا ہوا۔ اس انعام کی خبر سیدنا عمرؓ کو مدینہ پہنچی۔ انہیں سیدنا خالدؓ پر بہت غصہ آیا۔

Marfat.com

انہوں نے محسوس کیا کہ خالدؓ اپنی بے اعتدالیوں سے باز نہیں آ رہے۔ اس کے علاوہ بھی سیدنا عمرؓ نے انہیں حکم دیا تھا کہ جتنا مال تمہیں ملا ہے وہ کمزور مہاجرین و انصار کے لیے وقف کر دو' لیکن اس حکم کے برعکس انہوں نے دیکھا کہ خالدؓ عزت والوں' طاقت والوں اور زبان آوروں کو مال تقسیم کرتے پھر رہے ہیں۔ ایک مرتبہ بارگاہ خلافت سے انہیں یہ حکم بھی آیا تھا کہ "امیر المومنین کی اجازت کے بغیر وہ کسی کو اونٹ اور بکری بھی انعام و بخشش کے طور پر نہ دیں۔" لیکن امیر المومنین کا یہ حکم ملنے کے بعد سیدنا خالدؓ نے کہا تھا کہ "مجھے اپنا کام کرنے دیجئے ورنہ پھر آپ جانیں اور آپ کا کام۔" سیدنا عمرؓ کے نزدیک سیدنا خالدؓ کا یہ جواب ان کے حکم کی خلاف ورزی تھا۔

سیدنا عمرؓ سیدنا خالدؓ کے اس رویہ سے خوش نہ تھے کہ لوگ سیدنا خالدؓ کی فتوحات کی وجہ سے کچھ زیادہ گرویدہ ہو گئے ہیں اور ان کے کارناموں کے گن گانے لگے ہیں۔ جس کی وجہ سے سیدنا خالدؓ کو اپنے بارہ میں غلط اندیش ہونے کا خطرہ تھا اور اس بات کا اندیشہ بھی سیدنا عمرؓ نے محسوس کیا کہ کہیں وہ آمر مطلق نہ بن جائیں۔ اور اگر ایسا ہو گیا تو پھر سیدنا عمرؓ کی بارگاہ خلافت الوہیت میں خود بھی جواب طلبی ہونے کا اندیشہ تھا۔ اس وجہ سے آپ کو سیدنا خالدؓ پر سخت غصہ آیا۔ چنانچہ آپ نے ایک روز فرمایا: "بخدا! میں اللہ تعالیٰ کے سامنے سچا نہیں ہوں گا' اگر جس حکم کا مشورہ ابوبکرؓ کو دیتا تھا اسے خود نافذ نہ کروں۔ واللہ! میری طرف سے خالدؓ ہرگز کسی صوبے کے والی نہیں ہوں گے۔" چنانچہ آپ نے سیدنا ابو عبیدہؓ کو خط لکھا کہ خالدؓ کو بلا کر ان کے عمامے سے اس کی مشکیں کسو اور اس کی ٹوپی اتار کر پوچھو کہ "اشعث بن قیس کو انعام تم نے اپنے پاس سے دیا ہے یا مال غنیمت میں سے؟" اگر مال غنیمت میں سے دیا ہے تو یہ خیانت کی ہے' اور اگر اپنے پاس سے دیا ہے تو اسراف کیا ہے۔" اور حکم فرمایا کہ دونوں صورتوں میں انہیں ان کے عہدہ سے معزول کر کے ان کے علاقہ کو اپنی ولایت میں شامل کر لیں۔" سیدنا ابو عبیدہؓ اس خط کو پڑھ کر ورطہ حیرت میں گم ہو گئے۔ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا کیا جائے؟ سیدنا خالدؓ کی ان کے دل میں بڑی عزت و توقیر تھی۔ وہ ان کے تمام کارناموں سے بخوبی آشنا تھے کیونکہ میدان کارزار میں ان کے ساتھ رہے تھے' لیکن امیر المومنین کے حکم کی تعمیل بھی ضروری تھی۔ گویا کہ ابو عبیدہؓ اس وقت اس پوزیشن

Marfat.com

میں تھے۔

اک طرف کعبہ ہے میرا اک طرف ایمان ہے
کس کو رکھوں کس کو چھوڑوں کش مکش میں جان ہے

کافی سوچ بچار کے بعد انہوں نے اس حکم کی تعمیل امیر المومنین کے قاصد سیدنا بلالؓ پر چھوڑ دی۔ انہوں نے سیدنا خالدؓ کو بلایا تو ان سے سیدنا عمرؓ کے خط کا کوئی ذکر نہ کیا بلکہ لوگوں کو جمع کر کے خود منبر پر بیٹھ گئے۔ اس کے بعد سیدنا بلالؓ نے خالدؓ سے پوچھا: ''تم نے دس ہزار درہم اشعث بن قیس کو اپنے پاس سے دیے تھے یا مال غنیمت میں سے؟'' خالدؓ نے جب یہ الفاظ سنے تو مبہوت ہو گئے اور کوئی جواب نہ دیا۔ سیدنا بلالؓ نے اپنا سوال دہرایا' لیکن خالدؓ کے ہونٹوں کو کوئی جنبش نہ ہوئی۔ سیدنا ابوعبیدہؓ منبر پر خاموش بیٹھے تھے اور انہوں نے اپنی زبان سے کچھ نہ کہا۔ جب سیدنا خالدؓ نے قاصد کے سوال کا کوئی جواب نہ دیا تو دیکھنے والوں نے دیکھا کہ امیر المومنین کی ہدایت کے مطابق سیدنا بلالؓ نے خالدؓ کی ٹوپی اتار لی اور ان کے ہاتھ پیٹھ کی طرف لے جا کر عمامے سے باندھ دیے۔ اس کے بعد پھر کہا: ''کیا کہتے ہو؟ یہ دس ہزار درہم اپنے پاس سے دیا یا مال غنیمت میں سے؟''

یہ ایک عجیب منظر تھا۔ عراق و شام کی فتوحات کا سہرا جس سپہ سالار کے سر بندھا ہوا تھا آج اس کی مشکیں کسی ہوئی ہیں' ٹوپی سر سے اتری ہوئی ہے اور موذن رسولؐ سیدنا بلالؓ ان سے باز پرس کر رہے ہیں۔ خود اندازہ فرمائیں کہ خالدؓ کا اس وقت کیا حال ہوگا؟ جو مسلمان اس وقت موجود تھے ان کی حیرت بھی سیدنا خالدؓ کی حیرت سے کسی طرح کم نہ تھی کیونکہ وہ عدیم المثال سپہ سالار جس کے نام سے قیصر و کسریٰ لرزتے اور کانپتے تھے اور جس نے ایران کو اور روم کی قوتوں کو خاک میں ملا کر رکھ دیا تھا اور جس کی بدولت کروڑوں کا مال غنیمت حاصل ہوا تھا' آج کندہ کے امیر اشعث بن قیس کو دس ہزار درہم انعام دینے پر اس سے یہ سلوک کیا جا رہا ہے۔ سیدنا ابوعبیدہؓ منبر پر بیٹھے لوگوں کے چہروں پر یہ سب تاثرات پڑھ رہے تھے۔ سیدنا ابوعبیدہؓ کو بھی اس واقعہ پر اتنی ہی حیرت تھی اور اتنا ہی افسوس تھا جتنا کہ حاضرین کو تھا۔ سیدنا خالدؓ کی ریاست پسندی' جنگ میں جلد بازی اور خود رائی پر سیدنا عمرؓ اکثر باز پرس فرماتے رہتے تھے۔ ابو

عبیدہؓ کو ان سب باتوں کا علم تھا اور انہوں نے بہت کوشش کی تھی کہ امیرالمومنین کی اس ناراضگی کو کسی نہ کسی طریقے سے زائل کیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے معرکہ قنسرین کے بعد بارگاہِ خلافت میں جو خط لکھا تھا اس میں ان کے شاندار کارناموں کی بہت تعریف و تحسین کی تھی۔ اس خط کو پڑھ کر سیدنا عمرؓ نے فرمایا تھا:

''خالدؓ نے اپنے آپ کو خود امیر بنا لیا ہے۔ اللہ ابوبکرؓ پر رحم فرمائے' وہ مجھ سے زیادہ مردم شناس تھے۔''

اسی تعریف و تحسین کے صلہ میں خالدؓ کو قنسرین کی امارت حاصل ہوئی تھی۔

جو قیامت اس وقت سیدنا خالدؓ کے دل پر ٹوٹ پڑی ہوگی اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا' جو شخص جاہلیت اور اسلام میں عزت' خودداری اور بزرگی کا ایک نمونہ تھا' جس نے آج تک کبھی کسی کے سامنے اپنا سر نہیں جھکایا تھا' آج وہ خود اپنے ہی عمامے میں جکڑا ہوا تھا حالانکہ اس نے اپنی زندگی میں ہزاروں بار قیدیوں کو زنجیروں میں جکڑا تھا' آج سیدنا بلالؓ ان سے بار بار پوچھ رہے ہیں کہ خالدؓ اس کے سوال کا جواب نہیں دے پا رہے۔ اور جب تک خالدؓ اس سوال کا جواب نہیں دیں گے' بلالؓ مشکیں کھولنے والے نہیں' لیکن خالدؓ آخر خالدؓ تھے۔ وہ اپنے کو اسلامی فوج کا ایک سپاہی سمجھ رہے تھے اور عمرؓ کو مملکت اسلامیہ کا امیرالمومنین۔ چنانچہ جب پھر سیدنا بلالؓ نے وہ سوال دہرایا تو سیدنا خالدؓ نے جواب دیا:

''اپنے پاس سے۔''

تمام حاضرین سیدنا خالدؓ کے منہ سے یہ جواب سن کر نہایت خوش ہوئے۔ اور اب ہر ایک یہ سمجھ رہا تھا کہ سیدنا خالدؓ قنسرین کی امارت پر واپس چلے جائیں گے۔ سیدنا بلالؓ نے خالدؓ کا جواب سنا تو مشکیں کھول دیں اور ٹوپی ان کے سر پر رکھ دی۔ اس کے بعد اپنے ہاتھ سے ان کا عمامہ باندھا اور کہا: ''ہم اپنے حاکموں کا حکم سنتے ہیں اور ان کی اطاعت کرتے ہیں۔'' مجلس ختم ہوگئی۔ ہر شخص حیرت میں گم اپنی اپنی قیام گاہ کی طرف مطمئن ہو کر چلا گیا۔ کچھ لوگ سیدنا خالدؓ کے حامی ہوگئے اور کچھ کہہ رہے تھے کہ امیرالمومنین نے خالدؓ سے اس طرح باز پرس کی ہے جس طرح وہ دوسرے عمال سے کرتے ہیں' لیکن سیدنا خالدؓ کی حیرت ختم نہ ہوئی۔ ان کی سمجھ میں کچھ نہیں آتا تھا کہ یہ کیا ہوا اور کیوں ہوا؟ اگر صرف یہی پوچھنا تھا تو اس کے پوچھنے کا اور طریقہ بھی ہو سکتا تھا۔ یہ ایک بہت بڑے

Marfat.com

اجتماع میں جو میری مشکیں کسی گئیں' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے پس پردہ کوئی اور بات ہے اور بلاشبہ وہ بہت بڑی بات ہے جس پر ابوعبیدہؓ کی وہ حیرت بھی دلالت کرتی ہے جس نے ان کے لبوں پر مہر سکوت لگا رکھی ہے۔ وہ کبھی خیال کرتے کہ میں اس بارہ میں ابو عبیدہؓ سے پوچھ لوں لیکن وہ خاموش رہے اور اس بارہ میں ابوعبیدہؓ سے کوئی سوال نہ کیا۔

ادھر حمص میں یہ ہو رہا تھا ادھر مدینہ طیبہ میں سیدنا عمرؓ سیدنا خالدؓ کا انتظار فرما رہے تھے۔ انہیں یہ خیال نہ آیا کہ سیدنا ابوعبیدہؓ سیدنا خالدؓ کو معزولی کا حکم پہنچانے میں تکلف سے کام لیں گے یا معزولی کے بعد بھی انہیں بدستور قنسرین میں حکومت کرنے دیں گے۔ چنانچہ سیدنا عمرؓ نے سیدنا خالدؓ کو طلبی کا خط لکھا اور جس حکم کو پہنچانے میں سیدنا ابوعبیدہؓ تکلف سے کام لیا تھا وہ براہ راست انہیں بھیج دیا۔ خط پڑھ کر سیدنا خالدؓ فوری طور پر سیدنا ابوعبیدہؓ کے پاس آئے اور غصے اور محبت کے ملے جلے جذبات کے ساتھ کہا: ''اللہ آپ پر رحم فرمائے' آپ نے مجھ سے وہ بات کیوں چھپائی جو میں آج آپ سے معلوم کرنا چاہتا ہوں۔'' سیدنا ابوعبیدہؓ نے نہایت لطف و محبت کے لہجے میں جواب دیا: ''بخدا! میں چاہتا تھا کہ اس خبر سے آپ کو پریشانی ہوگی۔'' چنانچہ سیدنا خالدؓ قنسرین گئے اور تمام فوج کو اکٹھا کر کے ایک تقریر کی جس میں ان کی شاندار خدمات کو سراہا اور پھر اپنے اہل و عیال اور مال و اسباب کو لے کر حمص پہنچے۔ حمص میں بھی ایک تقریر کی اور اہل حمص کو الوداع کہا' لیکن ان دونوں تقریروں میں سیدنا عمرؓ کے بارہ میں کوئی برائی کا کلمہ زبان پر نہ لائے۔ پھر مدینہ طیبہ روانہ ہوگئے۔

بعض روایات میں ہے کہ سیدنا خالدؓ نے حمص پہنچ کر اپنی معزولی کی تقریر میں یہ بھی کہا کہ ''امیر المومنین عمرؓ نے مجھ کو شام کا افسر مقرر کیا اور جب میں نے تمام شام فتح کر لیا تو مجھ کو معزول کر دیا۔'' اس فقرہ پر فوج کا ایک سپاہی کھڑا ہوگیا اور کہا: ''اے جرنیل! چپ رہ' ان باتوں سے فتنہ پیدا ہوسکتا ہے۔'' سیدنا خالدؓ نے کہا: ''ہاں' لیکن عمرؓ کے ہوتے ہوئے فتنہ کا کوئی احتمال نہیں۔'' (کتاب الخراج لابی یوسف ص 87)

مدینہ میں پہلے ہی اس بات کی اطلاع مل چکی تھی کہ خالدؓ کے ساتھ یہ سلوک کیا گیا ہے ہوسکتا ہے کہ کچھ لوگوں نے آپ سے اظہار ہمدردی بھی کیا ہو لیکن سیدنا خالدؓ بارگاہ خلافت میں حاضر ہوئے اور سیدنا عمرؓ سے کہا: ''میرے معاملہ میں آپ

Marfat.com

زیادتی کرتے ہیں۔" سیدنا عمرؓ نے فرمایا: "یہ دولت کہاں سے آئی؟ تم ایسے کہاں کے مال دار تھے کہ دس ہزار درہم انعام دے دیے۔" سیدنا خالدؓ نے جواب دیا: "مال غنیمت کے حصول میں سے ساٹھ ہزار سے جو زائد ہو وہ آپ کا۔" سیدنا عمرؓ نے حساب کیا تو اسی ہزار درہم نکلے ان میں ساٹھ ہزار چھوڑ کر باقی بیس ہزار بیت المال میں جمع کرا دیے۔ اب خالدؓ مدینہ میں رہنے لگے۔ ایک روز خالدؓ تنہائی میں سیدنا عمرؓ پر ناراض ہوئے اور پھر وہی کہا کہ آپ نے میرے معاملہ میں ناانصافی کی ہے۔ اس کے جواب میں سیدنا عمرؓ نے فرمایا: "خالد! اللہ کی قسم! میں تمہاری انتہائی عزت کرتا ہوں اور تمہیں محبوب رکھتا ہوں۔ آج کے بعد تم مجھ سے کسی بات پر ناراض نہ ہوگے۔" سیدنا عمرؓ کے اس جواب سے خالدؓ کو اطمینان ہوا اور ان کا سارا غصہ جاتا رہا۔ اس کے بعد جب کوئی انہیں سیدنا عمرؓ کی مخالفت پر ابھارتے (Instigate) کرتا تو وہ یہ کہہ کر اس کی بات ٹھکرا دیتے کہ جب تک عمرؓ زندہ ہیں خالدؓ ان کے ساتھ دشمنی نہیں کر سکتا۔" اور خالدؓ ناراض ہو کر بغاوت کر بھی کیسے سکتے تھے کیونکہ وہ ایک سپاہی تھے جو نظم و ضبط پر ایمان رکھتا ہے۔ پھر وہ ایک صادق الایمان اور مخلص مسلمان تھے اور دین اسلام کی کامیابی ان کی زندگی کا مقصد وحید تھا' چاہے وہ ان کے ہاتھوں عمل میں آئے یا ان کے سوا کسی اور کے ہاتھوں۔ اس بات کا بین ثبوت یہ بھی ہے کہ جب سیدنا خالدؓ کو معزول کیا گیا تو کئی لوگوں کے جذبات کو ٹھیس لگی اور ان کے اندر سخت بے چینی پیدا ہوئی۔ بہت سے لوگ ان کے گرد جمع ہو گئے اور انہیں ابھارا کہ وہ خلیفہ کا حکم ماننے سے انکار کر دیں اور وعدہ کیا کہ ہم سب آپ کا ساتھ دیں گے' لیکن خالدؓ نے اس قسم کے مشورہ کو ماننے سے انکار کر دیا۔ اس وقت انہوں نے جو جملہ ارشاد فرمایا وہ تاریخ نے اپنے سینے میں محفوظ رکھا ہے۔ آپ نے فرمایا:

انی الاقاتل فی سبیل عمر و لکن اقاتل فی سبیل ربّ عمر

"میں عمرؓ کی راہ میں جنگ نہیں کرتا تھا بلکہ عمرؓ کے رب کی راہ میں جنگ کرتا تھا۔"

اس واقعہ سے سیدنا خالدؓ کے اخلاص اور سیدنا عمرؓ کے دبدبے دونوں کا اندازہ ہوتا ہے۔

روایات میں لکھا کہ سیدنا خالدؓ کو معزول کرنے کے بعد آپ نے اپنے

گورنروں اور جرنیلوں کو لکھا کہ میں نے خالدؓ کو ناراضگی یا خیانت کی وجہ سے معزول نہیں کیا بلکہ ان کے کارناموں کی وجہ سے لوگ فتنہ میں مبتلا ہو رہے تھے' لہٰذا میں نے انہیں معزول کر دیا تا کہ لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ عراق و شام کی یہ ساری فتوحات خالدؓ کی وجہ سے نہیں بلکہ خالدؓ کے رب کی وجہ سے ہیں۔

یہ بات سیدنا عمرؓ نے اس وجہ سے کہی کہ خالدؓ کی فتوحات اور اس کی پے در پے کامیابیاں جہاں اہل اسلام کے لیے تقویت اور نصرت کا باعث تھیں وہاں یہ خطرہ بھی پیدا ہو گیا تھا کہ لوگ کسی فتنے میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ اور سیدنا عمرؓ جانتے تھے کہ فتنے کا سدِ باب اگر شروع میں نہ کر دیا جائے تو پھر اس پر قابو پانا ممکن نہیں رہتا۔ بعض لوگوں نے یہ کہنا شروع کر دیا تھا کہ خالدؓ جہاں ہو وہاں فتح ضروری ہے حالانکہ فتح و نصرت خالصتاً اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ خالدؓ اگرچہ بہت بڑے جرنیل تھے۔ نہایت بہادر' حوصلہ مند' نڈر' بے باک اور جنگی علوم و فنون میں نہ صرف ماہر بلکہ یکتائے روزگار تھے' لیکن پھر بھی ایک فانی انسان تھے۔ اللہ حی و قیوم ہیں۔ وہ جو کچھ چاہتے ہیں وہی کچھ ہوتا ہے۔ خالدؓ کو معزول کر کے سیدنا عمرؓ نے لوگوں کے ذہنوں سے اس وسوسے کو دور کر دیا کہ خالدؓ کی کمان فتوحات کا سبب ہے۔ چنانچہ سیدنا خالدؓ کی معزولی کے بعد بھی اسلامی فتوحات کا سلسلہ جاری رہا۔ نہ تو فوجوں کے کہیں قدم رکے اور نہ ہی انہیں کہیں شکست کا سامنا ہوا۔ اس سے مسلمانوں کو بخوبی معلوم ہو گیا کہ نصرت اور فتح اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے نہ کہ سپہ سالاروں اور لشکروں کی وجہ سے۔

سیدنا عمرؓ نے سیدنا خالدؓ کی معزولی کا جو فیصلہ کیا تمام صحابہ کرامؓ نے اس پر اطمینان کا اظہار کیا اور کسی ایک نے بھی اس پر صدائے احتجاج بلند نہ کی کیونکہ انہیں سیدنا عمرؓ کی نیک نیتی' دور اندیشی' اخلاص اور ذاتی خواہشات سے مبرا ہونے کا یقین تھا۔ اور یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ وہ لوگ مصلحتاً خاموش ہو گئے ہوں گے کیونکہ ان کے نزدیک غلط کام پر خاموشی بزدلی کا دوسرا نام تھا اور ایک بہت بڑا اخلاقی جرم بھی۔ وہ تو ایسے لوگ تھے کہ اگر کبھی کوئی کام عدل و انصاف کے خلاف دیکھتے تو بھرے اجتماع سے کہہ دیتے: ''اے عمر! ہم تمہاری کوئی بات نہیں سنیں گے اور نہ ہی کوئی بات مانیں گے جب تک تم ہمیں مطمئن نہ کر دو۔''

Marfat.com

کوئی شخص صدائے احتجاج بلند کیوں کرتا جب کہ روایات میں ہے کہ ایک مرتبہ آپ نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا:

"میں خالد بن ولیدؓ اور مثنیٰ بن حارثہ شیبانیؓ کو معزول کر دوں گا' اس لیے نہیں کہ ان میں کوئی خامی یا نقص ہے بلکہ اس لیے کہ وہ دونوں خود بھی جان لیں اور ساری امت بھی جان لے کہ اللہ تعالیٰ خود اپنے بندوں کی نصرت فرماتا ہے اور اس کی نصرت کی حد صرف ان دو حضرات تک محدود نہیں ہے۔"

سیدنا عمرؓ اگرچہ اس بات کے مکلف نہیں تھے کہ اس بات کا اس طرح منبر پر اعلان کریں کیونکہ خلیفۃ المسلمین ہونے کی وجہ سے کہ ان کا استحقاق تھا کہ وہ جس کو چاہیں معزول کریں اور جس کو چاہیں امیر مقرر کریں لیکن وہ لوگوں کے دلوں میں سوء ظن پیدا ہونے کے سخت مخالف تھے۔ چنانچہ جب انہوں نے سیدنا سعد بن ابی وقاصؓ کو کوفہ کی گورنری سے معزول کیا تو ان کے بارہ میں لوگوں کے ذہنوں سے سوء ظن نہ پیدا ہونے دینے کے لیے فرمایا کہ میں نے ان کو کسی خیانت کی وجہ سے معزول نہیں کیا بلکہ حالات کے تقاضا کے تحت ایسا کیا ہے' لہٰذا آپ کے یہ الفاظ سیدنا خالدؓ اور سیدنا مثنیٰ شیبانیؓ کی معزولی کے وقت اس میں شک اور سوء ظن کی کوئی گنجائش نہیں چھوڑتے کہ سیدنا عمرؓ نے ان دونوں کو کسی ذاتی وجہ کی بنا پر معزول کیا ہوگا۔ جب ان دونوں جرنیلوں کے پاس بارگاہ خلافت سے معزولی کے پروانے پہنچے تو انہوں نے کمال اطاعت اور وفاداری کا مظاہرہ کیا۔

سیدنا خالدؓ اور سیدنا عمرؓ دونوں حضرات اپنی اپنی رائے اور موقف کے حق میں دلائل رکھتے تھے۔ دونوں کے پیش نظر اللہ کی رضا اور مسلمانوں کی بھلائی اور خیر خواہی تھی۔ سیدنا عمرؓ نے اپنے اس فیصلے میں یہ بھی بتا دیا بلکہ قیامت تک کے لیے یہ اصول طے کر دیا کہ اسلامی حکومت میں امیر المومنین سربراہ مملکت ہونے کے ناطے نہ صرف انتظامیہ کا سربراہ ہوتا ہے بلکہ فوجوں کا سپریم کمانڈر بھی ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں وہ بیت المال کا بھی ناظم اعلیٰ ہوتا ہے اور یہ اصول بھی آپ نے طے کر دیا کہ سربراہ مملکت اور فوج کے سپہ سالار کے درمیان اختلاف رائے کی صورت میں بالادستی سربراہ مملکت کے فیصلہ کو ہوتی ہے اور قوت نافذہ امیر المومنین ہے نہ کہ کوئی اور۔

ان دونوں حضرات کے اخلاص اور للّٰہیت کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ سیدنا خالدؓ کو معزول کرنے کے بعد نہ تو انہیں قید کیا گیا اور نہ ہی ان کی نقل و حرکت پر کوئی پابندی لگائی گئی' نہ ہی انہیں جلاوطن کیا گیا اور نہ ہی ان کی کردار کشی کی گئی۔ اور اسی طرح سیدنا خالدؓ نے نہ تو سیدنا عمرؓ پر کوئی الزام لگایا' نہ خلیفہ وقت کے خلاف کوئی سازش کی اور نہ ہی خلیفہ کے خلاف کوئی ایسی بات منسوب کی جو ان کے اندر نہیں تھی' اور نہ ہی کوئی خفیہ اجتماعات منعقد کیے۔ اس معزولی کا عوام الناس پر بھی کوئی ردِّعمل نہیں ہوا کہ انہوں نے امیر المومنین کی تائید یا مخالفت میں مظاہرے کیے یا سیدنا خالدؓ کی بحالی یا ان کے خلاف مقدمہ چلانے کا کوئی مطالبہ کیا ہو۔ ان میں سے کوئی بھی واقعہ رونما نہیں ہوا' بلکہ مملکت کے سارے معاملات نہایت سکون و اطمینان کے ساتھ چلتے رہے۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کوئی بڑا حادثہ رونما نہیں ہوا۔ حالانکہ درحقیقت یہ ایک بہت بڑا حادثہ تھا' البتہ سیدنا خالدؓ کی معزولی پر ان کے چچا زاد بھائی عمر بن حفص نے غصے سے سیدنا عمرؓ سے کہا: "اے عمرؓ! بخدا! تم نے انصاف نہیں کیا۔ تم نے اس شخص کو معزول کیا ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بے نیام کیا تھا۔ تو نے حسد کیا ہے اور اپنے بھائی کے ساتھ قطع رحمی کا مظاہرہ کیا ہے۔" سیدنا عمرؓ میں قوت برداشت بہت تھی۔ وہ ہر شخص کی بات بڑے تحمل سے سنتے اور پھر اس کا تسلی بخش جواب دیتے۔ آپ نے بڑے سکون سے عمر بن حفص کی اس بات کا جواب دیا۔ فرمایا: "تم خالدؓ کے قریبی ہو' نوجوان ہو' چچا زاد بھائی کے بارہ میں جذباتی ہو رہے ہو' لیکن تمہاری اس بات میں کوئی صداقت نہیں۔

سیدنا عمرؓ نے اگرچہ ملکی سالمیت کی خاطر سیدنا خالدؓ کو معزول کر دیا' لیکن اس کے بعد ان کے رتبہ کے مطابق ان سے کئی کام لیے اور ان کی فطری صلاحیتوں سے سپہ سالاری کے بجائے دوسرے شعبوں سے فائدہ اٹھایا۔ چنانچہ معزولی کے بعد رہاء' حران' آمد اور سرتہ کا گورنر مقرر فرمایا' لیکن ایک سال کے بعد وہ خود مستعفی ہو گئے۔ (مستدرک حاکم جلد 3 ص 297) شاید یہ کام ان کے مزاج کے موافق نہ تھا۔

==========

Marfat.com

سیدنا خالدؓ کی وفات

سیدنا خالد بن ولیدؓ معزول ہونے کے بعد مجد و شرف کے میدانوں میں دو چار برس تک زندہ رہے۔ یہ غم ان کے دل کو کھائے جاتا تھا کہ ان کے بھائی فلسطین سے مصر اور عراق سے فارس تک بڑھتے چلے جا رہے ہیں اور وہ اپنے گھر میں بیٹھے ہیں۔ یہ چیز ان کے مزاج کے سخت خلاف تھی۔ وہ میدان کارزار کے آدمی تھے' گھر میں بیٹھنے والے نہیں تھے۔ ان کو یہ غم بھی کھائے جا رہا تھا کہ ان کی تلوار جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے خلیفہ ابوبکرؓ نے بے نیام کیا تھا' اب نیام میں ہے۔ گھر میں بیٹھنے والی زندگی ان کے لیے اکتا دینے والی زندگی تھی۔ چنانچہ یہ غم والم ان کو گھن کی طرح روز بروز کھائے جا رہا تھا۔ ایک مرتبہ آپ نے فرمایا تھا: ''میرے نزدیک دنیا کی کوئی چیز اتنی محبوب و مرغوب نہیں جتنا جہاد فی سبیل اللہ۔ مجھے وہ رات اپنی زندگی کی سب سے زیادہ خوش گوار رات محسوس ہوتی ہے جو سخت ٹھنڈی اور بظاہر سخت تکلیف دہ تھی۔ اور مہاجرین کا ایک لشکر دشمنوں سے مقابلہ کرنے کے لیے منتظر تھا۔ اگلی صبح دشمنوں سے مڈ بھیڑ ہوئی۔ پس جہاد کو اپنے اوپر لازم کرلو۔''

اکثر ذوق جہاد میں فرمایا کرتے تھے: ''مجھے میدان جنگ کی سخت رات جس میں اپنے دشمنوں سے لڑوں اس شب عروسی سے زیادہ مرغوب ہے جس میں میری محبوب مجھ سے ہم کنار ہو۔'' (استیعاب جلد 1 ص 158 ' سیر اعلام النبلاء جلد 1 ص 375 ' مجمع الزوائد جلد 9 ص 350)

غرض کہ سیدنا خالدؓ چار برس کی تلخیاں سہنے کے بعد 21 ہجری میں اللہ کو

پیارے ہوگئے۔ انہوں نے کہاں وفات پائی' اس بارہ میں مختلف روایات ہیں۔ مشہور روایت یہ ہے کہ سیدنا خالدؓ نے حمص سے ایک میل دور ایک گاؤں میں وفات پائی۔ کہتے ہیں کہ سیدنا خالدؓ معزولی کے بعد مدینہ طیبہ تشریف لائے۔ یہاں سے مکہ تشریف لے گئے اور پھر شام چلے گئے اور وہیں انتقال فرمایا' لیکن ہمارے نزدیک یہ روایت درست نہیں' کیونکہ صحیح روایات میں ہے کہ سیدنا عمرؓ ان کے جنازہ میں شریک تھے۔ (الاصابہ جلد 2 ص 100 ' مستدرک حاکم جلد 3 ص 297) اور ویسے بھی روایت میں ہے کہ سیدنا خالدؓ کی وفات مدینہ میں ہوئی۔ وہ اپنی والدہ سے ملنے شام سے مدینہ آئے۔ جب وہاں سے واپسی کے لیے باہر نکلے تو بیمار ہوگئے۔ پھر اپنی والدہ سے کہا کہ مجھے میرے دارالہجرت واپس لے چلو۔ ان کی والدہ انہیں مدینہ لے آئیں اور یہاں ان کا انتقال ہوگیا۔ امام ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک صحیح یہ ہے کہ ان کی وفات حمص میں ہوئی۔ سیدنا خالدؓ نے آخری ایام میں فرمایا: ''میں جنگ کے میدان میں شہید ہونا چاہتا تھا' لیکن میری قسمت میں یہی لکھ دیا گیا تھا کہ موت کا استقبال اپنے بستر پر کروں۔'' ایک روایت میں ہے کہ جب آپ کا آخری وقت آیا تو بہت روئے اور فرمایا:

''میں نے بڑے بڑے معرکوں میں شرکت کی اور میرے جسم کا کوئی حصہ ایسا نہیں ہے جس پر تلوار' نیزے یا تیر کا زخم نہ ہو' لیکن اب میں اپنے بستر پر طبعی موت مر رہا ہوں جس طرح گورخر مرتا ہے۔'' (سیر اعلام النبلاء جلد 1 ص 382' الاستیعاب جلد 3 ص 169' تہذیب الکمال فی اسماء الرجال جلد 8 ص 189)

سیدنا خالدؓ انتقال تو کر گئے لیکن ان کی وفات سب مسلمانوں کو سوگوار کر گئی' خاص طور پر امیر المومنین سیدنا عمرؓ کا تو برا حال تھا۔ روایت میں ہے کہ انہوں نے سیدنا خالدؓ کی والدہ کو اپنے بیٹے کے غم میں یہ شعر پڑھتے سنا۔

انت خیر من الف الف من القوم
اذا کبت وجوہ الرجال

''یعنی تو قوم کے لاکھوں آدمیوں سے بہتر تھا جب لوگ زمین پر اوندھے منہ گر پڑتے تھے۔'' (اصابہ جلد 3 ص 112' سیر اعلام النبلاء جلد 1 ص 382)

Marfat.com

تو فرمایا: "اللہ کی قسم! آپ نے سچ کہا' ابو سلیمان (سیدنا خالدؓ کی کنیت) ایسے ہی تھے۔ ہشام بن بختری ایک مرتبہ بنو مخزوم کے چند لوگوں کے ساتھ سیدنا عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سیدنا عمرؓ نے فرمایا: "ہشام! مجھے وہ شعر سناؤ جو تم نے خالدؓ کے متعلق کہے تھے۔ ہشام نے اپنے بہترین اشعار سنائے۔ جب وہ اپنے اشعار پڑھ چکا تو امیر المومنین نے فرمایا: "تم نے ابو سلیمان کی توصیف و تعریف کا حق ادا نہیں کیا۔ وہ شرف و عظمت کا مینار تھے۔ اپنے عزیزوں سے محبت کرتے تھے۔ جو کوئی ان کی موت پر خوش ہوگا اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا مستوجب قرار پائے گا۔"

ایک روایت میں ہے کہ ایک روز سیدنا عمرؓ کی مجلس میں سیدنا خالدؓ کا ذکر چھڑ گیا۔ سیدنا عمرؓ نے انا للہ و انا الیہ راجعون کہہ کر فرمایا: "بخدا! وہ دشمن کے مقابلہ میں ایک روک اور سیسہ پلائی ہوئی دیوار تھے' اور ان کا نفس پاک تھا۔" یہ سن کر سیدنا علیؓ نے فرمایا: "پھر آپ نے انہیں معزول کیوں کیا؟" سیدنا عمرؓ نے فرمایا: "میں اپنے کیے پر نادم ہوں۔"

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جب سیدنا خالدؓ کا انتقال ہوا تو سیدنا عمرؓ حج پر تشریف لے گئے تھے اور پختہ ارادہ فرما چکے تھے کہ حج سے واپسی پر خالدؓ کو ان کے عہدے پر بحال کر دوں گا۔" لیکن جب واپس ہوئے تو سیدنا خالدؓ کا انتقال ہو گیا۔

سیدنا خالدؓ نے اپنی وفات کے بعد جو وصیت فرمائی اس سے بھی پتہ چلتا ہے کہ باوجود معزولی کے سیدنا خالدؓ اور سیدنا عمرؓ کے تعلقات باہم خوشگوار تھے۔ چنانچہ انہوں نے وصیت فرمائی کہ "ان کے بال بچوں اور جائیداد اور وراثت کی تقسیم عمرؓ کریں گے۔" اگر ان دونوں میں تعلقات خوشگوار نہ ہوتے تو سیدنا خالدؓ انہیں اپنی اولاد کا سرپرست نہ بناتے۔

سیدنا عمرؓ نے فرماتے تھے: "اللہ ابو سلیمانؓ پر رحم فرمائے' جو کچھ ان کے پاس تھا اس سے بہت بہتر اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کے لیے ہے۔ انہوں نے فقیری کی زندگی بسر کی اور نہایت اچھی زندگی گزاری۔"

(تہذیب الکمال جلد 8 ص 190' تاریخ ابن عساکر جلد 5 ص 116)

بہرحال اس بات میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ سیدنا خالدؓ اور سیدنا عمرؓ دو ایسی

Marfat.com

عظیم الشان ہستیاں تھیں جن کی نظیر انسانوں میں بہت کم ملتی ہے۔ اگر یہ دونوں سلطنت کی تعمیر و ترقی اور سیاست و حکومت میں آخر تک ایک دوسرے کے ساتھ رہتے تو فتوحات کی رفتار اور بھی تیز اور سلطنت کا دائرہ اور بھی وسیع و عریض ہو جاتا۔

جیسا کہ عرض کیا گیا ہے کہ ہمارا یہ منصب نہیں ہے کہ صحابہ کرامؓ کا موازنہ کرتے پھریں اور ایک کو دوسرے کے مقابلہ میں کھڑا کرنے کی جسارت کریں۔ وہ اپنی پاکیزہ زندگیاں گزار کر اس حالت میں دنیا سے رخصت ہوئے کہ ان کے دلوں میں کسی کے بارہ میں کوئی بغض و کینہ نہ تھا۔ ہم ان کے خوشہ چین ہیں نہ کہ ان پر تنقید کرنے والے۔ کسی شخص کا تنقیدی جائزہ وہ شخص لے سکتا ہے جو ان سے زیادہ عالم' زیادہ سمجھ دار اور دین واخلاق میں ان کے برابر یا بلند تر ہو' بلکہ ہمارا فرض یہ ہے کہ جو لوگ صحابہ کرامؓ پر تنقید کرتے ہیں اور جو لوگ آزادی اظہار کا نام لے کر زہریلے تیر چلانا شروع کر دیتے ہیں' ان کی ہر حرکت کا نوٹس لیں۔ اللہ تعالیٰ سیدنا خالدؓ اور سیدنا عمرؓ دونوں پر اپنی رحمت کے پھول برسائے۔ وہ تقدیر کی غیر معمولی قوتوں میں سے دو قوتیں تھے۔ جب وہ قوتیں پھیلیں تو ایران و روم کی سلطنتیں تنگ ہوئیں۔ اس کے بعد یہ دونوں قوتیں آپس میں ٹکرائیں اور یہ بات ضروری ہوگئی کہ ان میں سے ایک قوت سمٹ کر دوسری کو پوری طرح پھیلنے کا رستہ دے دے۔ الحمدللہ! سیدنا خالد بن ولیدؓ نے سمٹنے والی قوت بننا منظور کر لیا۔ (اور یہی صحابہ کرامؓ کی ایک خصوصیت تھی) کہ تصادم کہیں دونوں قوتوں کو فنا نہ کر دے۔ اللہ کا شکر ہے کہ سمٹاؤ کی یہ گھڑی اس وقت آئی جب مسلمان عراق اور شام میں اپنے اقتدار اور اپنے قائم کیے ہوئے عدل و انصاف اور اپنی مستحکم سیاست کی طرف سے پوری طرح مطمئن ہو چکے تھے اور اب عرب کے علاوہ عراق و شام بھی ان کا اپنا مستقر ہو گیا تھا۔

============

Marfat.com

فضائل و کمالات

ویسے تو ہر صحابی بڑے سے بڑے ولیؒ سے افضل و اعلیٰ ہوتا ہے کیونکہ صحابہ کرامؓ اس مقدس گروہ کا نام ہے جو امت کے عام افراد و رجال کی طرح نہیں۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور امت کے درمیان ایک مقدس واسطہ ہونے کی وجہ سے ایک خاص مقام کے حامل ہیں۔ یہ مقام و امتیاز انہیں قرآن و سنت کی نصوص و تصریحات کا عطا کیا ہوا ہے اور تمام امت کا اس پر اجماع ہے۔ اسی وجہ سے علماء نے لکھا ہے کہ ذخیرہ حدیث میں اگر کوئی روایت صحابہ کرامؓ کے اس مقام اور اس شان کو مجروح کرتی ہو تو یا تو اس کی تاویل کی جائے گی یا پھر اس کو رد کر دیا جائے گا کیونکہ تاریخی روایات کی قرآن و سنت کی نصوص صریح کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں۔ قرآن حکیم نے صحابہ کرامؓ کو "خیر امت" کہا۔ "امتہ وسط" کا لقب دیا اور اپنی رضا کا سرٹیفکیٹ انہیں دیا۔

سیدنا خالد بن ولیدؓ جلیل القدر صحابہ کرامؓ میں سے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں "سیف اللہ من سیوف اللہ" کا لفظ دیا۔ اسی وجہ سے آپ کی پوری زندگی جنگ کے میدانوں میں گزری اس وجہ سے ذات نبوت سے خوشہ چینی کا کم موقع ملا۔ چنانچہ ان کا اپنا بیان ہے کہ جہاد کی مشغولیت کی وجہ سے میں تعلیم قرآن کے ایک بڑے حصے سے محروم رہا۔ (اصابہ جلد 2 ص 99' سیر اعلام النبلاء جلد 1 ص 375' المطالب العالیہ' لابن حجر عسقلانی حدیث نمبر 4041' مجمع الزوائد ہیثمی جلد 9 ص 350 و نسبہ الیٰ ابی یعلیٰ) لیکن پھر بھی علوم دین سے ان کا دامن یک قلم خالی نہیں تھا کیونکہ جب بھی وقت ملتا آپ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں اپنا وقت گزارتے۔ آپ کی تعلیمات سے بہرہ ور ہوتے۔ علوم نبوت کو سیکھنے۔ اور یاد رکھنے کی کوشش کرتے۔ اس

Marfat.com

طریقہ سے آپ نے علوم نبوت سے اپنے دامن کو بھر لیا تھا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مدینہ طیبہ میں جو جماعت صاحب علم وافتا تھی' ان میں سے ایک سیدنا خالد بن ولیدؓ بھی تھے۔ (اعلام الموقعین جلد 1 فصل اصحاب الفتویٰ من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم) لیکن چونکہ آپ فطری طور پر ایک فوجی اور سپاہی تھے' اس لیے مسند افتاء پر نہ بیٹھے۔ اسی وجہ سے تلاش وجستجو کے بعد ان کے فتاویٰ کی تعداد دو چار سے زیادہ نہیں نکلتی۔ (اعلام الموقعین جلد 1 ص) آپ اگرچہ جہاد میں دن رات مشغول رہے لیکن اس کے باوجود آپ نے احادیث کا کچھ حصہ محفوظ فرمالیا' اور جہاں تک ہو سکا اس کی اشاعت بھی کی چنانچہ سیدنا ابن عباسؓ، سیدنا جابر بن عبداللہؓ، سیدنا مقدام بن معدی کربؓ سیدنا قیس بن ابی حازمؓ، اشترنخعی' علقمہ بن قیس اور جبیر بن نضیر وغیرہ نے ان سے روایات کی ہیں۔ (تہذیب التہذیب جلد 2 ص 124) ان کی مروی روایات کی تعداد اٹھارہ ہے جن میں سے دو روایات متفق علیہ ہیں اور ایک میں بخاری منفرد ہیں۔

رضائے نبوت

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ تمام صحابہ کرامؓ کی زندگی کا مقصد اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا جوئی اور خوشنودی ہے۔ اس سے بڑھ کر ان کے لیے اور کوئی دولت نہ تھی۔ اس کے حصول کے لیے نہ صرف انہوں نے اپنے جذبات کو قربان کیا بلکہ اپنی جانیں بھی قربان کر دیں۔ سیدنا خالد بن ولیدؓ ایک مارشل اور فوجی آدمی ہونے کے ناطے اگرچہ ایک تند مزج آدمی تھے کیونکہ بعض دفعہ میدان جنگ میں لڑنے والا شخص کچھ درشت اور تند مزاج ہو جاتا ہے۔ ممکن ہے کہ سیدنا خالدؓ کے مزاج میں بھی یہ تندی اور درشتی اسی وجہ سے ہو لیکن یہ دیکھا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مقابلہ میں ان کی درشت مزاجی حلم وعفو اور بردباری میں تبدیل ہو جاتی تھی۔ چنانچہ مسند احمد کی روایت کے مطابق ایک مرتبہ ان کی اور سیدنا عمار بن یاسرؓ سے کسی معاملہ میں کچھ سخت کلامی ہوگئی۔ سیدنا عمارؓ بارگاہ نبوت میں جا کر فریادی ہوئے۔ جب وہ اپنی فریاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں کر رہے تھے تو اتفاقاً سیدنا خالدؓ شکایت سن کر برہم ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سیدنا عمارؓ کو برا بھلا

کہنا شروع کر دیا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم خاموش تھے۔ سیدنا عمارؓ نے آبدیدہ ہو کر بارگاہ نبوت میں عرض کی: "یا رسول اللہ! خالدؓ کی زیادتیوں کو ملاحظہ فرمائیں۔ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر اٹھا کر فرمایا: "خالد! سن جو شخص عمارؓ سے بغض و عداوت رکھتا ہے وہ اللہ تعالیٰ سے بغض و عناد رکھتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فقرہ پر سیدنا خالدؓ پر یہ اثر ہوا کہ وہ خود کہتے ہیں کہ جب میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور سے اٹھا تو عمارؓ کی رضا جوئی سے زیادہ اور کوئی چیز مجھے محبوب نہ تھی۔ چنانچہ میں نے ان کو مل کر راضی کر لیا' گویا اپنی اس سخت کلامی کی معذرت کر لی اور وہ خوش ہو گئے۔ (مسند احمد بن حنبل جلد 4 ص 189)

محبت نبویؐ

اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ سیدنا خالدؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے کتنی محبت تھی۔ چنانچہ ذات نبوت سے اسی محبت کی وجہ سے آپ کسی شخص کے منہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کی شان میں کسی قسم کی گستاخی برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ جو شخص ذات نبوت کے لیے اپنی جان قربان کرنے کے لیے مختلف میدانوں میں برسوں دشمنان نبوت سے لڑتا رہا وہ بھلا کسی کی زبان سے ان کے بارہ میں گستاخی کیسے برداشت کر سکتا ہے۔ وہ تو اس زبان کو گدی سے باہر نکال دے گا جو شان نبوت میں گستاخی کی مرتکب ہو۔ چنانچہ ایک مرتبہ آپ کے پاس مال غنیمت میں کچھ سونا اور مال آیا۔ آپؐ نے اس کو اہل نجد میں تقسیم کر دیا۔ مہاجرین اور انصار مدینہ کو شکایت ہوئی۔ چنانچہ انہوں نے کہا کہ آپؐ نے سب سونا نجدی سرداروں کو دے دیا اور ہم لوگوں کو یک قلم نظر انداز کر دیا۔ آپؐ نے انہیں یہ کہہ کر تسلی دی کہ میں نے تالیف قلب کے خیال سے انہیں یہ مال اور سونا دیا ہے۔ اس پر نجدیوں کے گروہ سے ایک شخص نے کہا: "محمد (ﷺ) خدا سے ڈر۔ یہ سن کر آپؐ نے فرمایا: "اگر میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہوں تو پھر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کون کرتا ہے؟" سیدنا خالدؓ نے جب اس نجدی کے منہ سے یہ جملہ سنا تو انہیں اس گستاخی پر سخت غصہ آیا اور اس کی گردن اڑانے کی اجازت طلب کی' لیکن آپؐ نے روک دیا۔ (بخاری جلد 2

Marfat.com

ص 1105)

ذات نبوتؐ سے عقیدت و احترام اور محبت ہی کا یہ اثر اور نتیجہ تھا کہ سیدنا خالدؓ ہر اس چیز سے جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے شرف انتساب ہو جاتا تھا۔ دنیا کی تمام چیزوں سے وہ انہیں زیادہ محبوب ہو جاتی تھی اور آپ کو اس سے ایک والہانہ عقیدت ہو جاتی تھی۔ چنانچہ آپ کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ موئے مبارک تھے جن کو آپ نے اپنی ٹوپی میں سلوایا ہوا تھا۔ آپ اس ٹوپی کو پہن کر میدان جنگ میں جاتے تھے۔ جنگ یرموک میں یہ ٹوپی کہیں گر گئی۔ سیدنا خالدؓ سخت پریشان ہوئے۔ آخر بڑی تلاش اور جستجو کے بعد وہ ٹوپی ملی اور آپ کی پریشانی دور ہوئی۔ یہ ٹوپی آپ کو دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب اور قیمتی تھی۔

(اصابہ جلد 2 ص 99)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آپ سے محبت اور آپ کی تعریف کرنا

جب سیدنا خالدؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر محبت تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ کو بھی آپ سے بہت محبت تھی اور آپؐ اکثر سیدنا خالدؓ کی جان فروشیوں اور قربانیوں کی بہت قدر کرتے تھے اور اکثر و بیشتر ان کی بہت تعریف و تحسین کرتے تھے۔ چنانچہ سیدنا خالدؓ ایمان لانے کے لیے جب مدینہ منورہ جا رہے تھے تو ھدہ کے مقام پر ان کی ملاقات سیدنا عمرو بن عاصؓ سے ہو گئی۔ انہوں نے سیدنا خالدؓ سے پوچھا: ”کہاں کا ارادہ ہے؟“ سیدنا خالدؓ نے جواب دیا:

دخل الناس فی الاسلام فلم یبق احدبه طعم

”لوگ اسلام میں داخل ہو گئے اور کوئی صاحب ذوق شخص باقی نہیں رہا جو اسلام میں داخل نہ ہوا ہو۔“ (بیہقی)

ان الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب صاحب ذوق لوگ اسلام میں داخل ہو رہے تھے تو سیدنا خالدؓ ہر روز اس پر غور و فکر کرتے تھے۔ چنانچہ جب مدینہ طیبہ پہنچ کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے تو خود فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جونہی مجھے دیکھا تو تبسم فرمایا۔ میں نے سلام عرض کیا۔ آپؐ نے نہایت خندہ پیشانی

Marfat.com

سے سلام کا جواب دیا۔ فرماتے ہیں کہ میں نے کلمہء شہادت پڑھا۔ آپؐ نے فرمایا: ''قریب ہو جاؤ۔'' پھر فرمایا:

''تمام تعریفیں اس ذات کے لیے ہیں جس نے تجھے اسلام کی توفیق ارزانی فرمائی۔ میں دیکھتا تھا کہ تو صاحب فہم و دانش ہے اور مجھے پوری پوری امید تھی کہ وہ عقل تجھ کو بھلائی کی طرف ضرور لائے گی۔''

پھر آپؐ نے سیدنا خالدؓ کے لیے یہ دعا فرمائی:

''اے اللہ! خالد بن ولیدؓ کی ان تمام خطاؤں کو معاف فرما دے جو اس نے اللہ کے راستہ سے روکنے کے لیے کی ہیں۔'' (البدایہ والنہایہ جلد 4 ص 240)

یہ سارے ارشادات جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا خالدؓ کے بارہ میں فرمائے ان سے آپؐ کی محبت کے جذبات ٹپکتے ہیں۔ اس کے علاوہ اور بھی کئی موقعوں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ کی قربانیوں اور کارناموں کا مدحیہ لہجہ میں اعتراف فرمایا۔ چنانچہ فتح مکہ کے موقع پر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق مسلمان مختلف سمتوں سے مکہ مکرمہ میں داخل ہو رہے تھے' ایک گھاٹی کی طرف سے سیدنا خالدؓ بھی نمودار ہوئے۔ اس وقت سیدنا ابو ہریرہؓ آپ کے ساتھ تھے۔ آپؐ نے انہیں فرمایا: ''دیکھو! وہ کون ہے؟'' انہوں نے عرض کیا: ''خالد بن ولیدؓ۔'' فرمایا: ''یہ خدا کا بندہ بھی کیا خوب ہے۔'' (مسند امام احمد بن حنبل جلد 2 ص 360) آپؐ سیدنا خالدؓ کی خود بھی قدر دانی اور تحسین فرماتے اور لوگوں کو بھی ان کا لحاظ رکھنے کی ہدایت فرماتے تھے۔ چنانچہ ایک موقع پر لوگوں سے فرمایا: ''خالدؓ کو تم لوگ کسی قسم کی تکلیف نہ دو کیونکہ وہ خدا کی تلوار ہیں جس کو اس نے کافروں پر سونتا ہوا ہے۔'' (اصابہ جلد 2 ص 99) ایک مرتبہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عمرؓ کو زکواۃ وصول کرنے کے لیے بھیجا' تو ابن جمیلؓ، خالدؓ اور سیدنا عباس بن عبدالمطلبؓ نے زکواۃ دینے سے انکار کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پتہ چلا تو آپؐ نے فرمایا: ''ابن جمیلؓ فقیر اور قلاش تھا۔ اللہ نے اس کو دولت مند کیا' یہ اس کا عوض ہے' لیکن خالد بن ولیدؓ پر تم لوگ زیادتی کرتے ہو۔ انہوں نے تو اپنا تمام سامان حرب اللہ تعالیٰ کی راہ میں وقف کر دیا۔ ان پر زکواۃ کیسی؟ رہا عباسؓ کا معاملہ اس کا میں ذمہ دار ہوں۔ کیا تم کو معلوم نہیں کہ چچا بجائے

Marfat.com

باپ کے ہے۔'' (ابو داؤد جلد 1 ص 163' مسلم جلد 1 ص 362' مصر)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیدنا خالدؓ سے اسی محبت اور مختلف مواقع پر ان کی تعریف و تحسین کی وجہ سے سیدنا ابو بکرؓ نے بھی مختلف مواقع پر (جب کہ سیدنا عمرؓ نے ان کی سخت مخالفت کی اور ان کو سپہ سالاری کے عہدہ سے معزول کرنے کو کہا) آپ کا دفاع کیا اور آپ کی اسلام کے لیے خدمات کا لحاظ کرتے ہوئے آپ کی غلطیوں کو درگزر کیا اور انہیں سپہ سالاری کے عہدہ سے معزول نہ کیا۔

حق و صداقت

جیسا کہ گزشتہ سطور میں ذکر کیا گیا ہے کہ آپ ایک مارشل اور فوجی نہاد ذہن کے آدمی تھے۔ جب سے آنکھ کھولی تھی اس وقت سے لے کر دم واپسیں تک میدان کارزار ان کا جولان گاہ رہا۔ اس وجہ سے مزاج میں ذرا سی شدت تھی' لیکن مزاج کی اس شدت اور تندی کے باوجود ہٹ دھرمی نہ تھی بلکہ حق بات کو فوراً قبول کرتے تھے اور دوسروں کے فضائل و محاسن کا بڑی فراخ دلی سے اعتراف کرتے تھے۔ چنانچہ معزولی کے وقت جو سلوک آپ سے کیا گیا وہ بھی دیدنی تھا۔ اتنا بڑا سپہ سالار جس نے پوری زندگی کبھی شکست کا منہ نہ دیکھا تھا لیکن جب معزول کیا گیا تو ٹوپی سر سے اتار لی گئی' عمامہ گردن میں باندھ دیا گیا اور مجمع عام کے سامنے یہ سب کچھ کیا گیا لیکن آپ نے دم نہیں مارا۔ اور پھر جب سیدنا ابو عبیدہ بن جراحؓ کو ان کی جگہ سپہ سالار مقرر کیا گیا تو آپ نے لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا: ''اب اس امت کا امین تم پر سپہ سالار مقرر کیا گیا ہے' لہٰذا اس کی اطاعت کی جائے۔ اور خود بھی ان کی اطاعت کی۔ (اصابہ جلد 2 ص 99)

اشاعت اسلام

اسلام کی اشاعت ہر مسلمان کا قرآن و سنت کی رو سے ایک دینی فریضہ ہے۔ اسی وجہ سے قرآن حکیم میں اس امت کو ''خیر امت'' کہا گیا۔ آپ نے ایمان لانے کے بعد پوری زندگی اس دینی فریضہ کو ادا کیا۔ چنانچہ فتح مکہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشاعت اسلام اور تبلیغ دین کے لیے جو سرایا بھیجے ان میں کئی ایک کی قیادت آپ کے سپرد کی گئی۔ چنانچہ بن جذیمہ اور بنو عبدالمدان بخرانی انہیں کی مساعی

Marfat.com

جمیلہ سے مشرف با سلام ہوئے۔ اہل یمن کے اسلام میں سیدنا علیؓ کے ساتھ ان کی کوششیں بھی شامل تھیں۔ فتنہ ارتداد میں زیادہ تر انہیں کی کوششیں شامل ہیں۔ چنانچہ طلیحہ اسدی کی جماعت بنو ہوازن' بنو سلیم اور بنو عامر وغیرہ انہیں کی کوششوں سے دوبارہ اسلام میں داخل ہوئے۔ اس کے علاوہ انفرادی طور پر بھی بعض لوگ آپ کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوئے۔ چنانچہ جنگ یرموک میں قیصر روم کے سفیر جارج نے انہی کی وجہ سے اسلام قبول کیا۔ (ملاحظہ ہو ابن خلدون جلد 2 باب بعوث مرتدین' ابن اثیر جلد 2 ص 316)

جہاد فی سبیل اللہ

سیدنا خالد بن ولیدؓ کی کتابِ زندگی کا سب سے اہم اور نمایاں باب جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ ان کی زندگی کا اکثر و بیشتر حصہ اسی میں گزرا جس کی تفصیل ہم نے گزشتہ صفحات میں دی ہے۔ شام اور عراق کی فتوحات ان کی شمشیر خارا شگاف کی مرہون منت ہیں۔ انہیں قربانیوں اور راہ خدا میں سر و بال دوش بنانے کی وجہ سے بارگاہ رسالت سے آپ کو "سیف اللہ" کا خطاب ملا۔ قریباً سوا سو لڑائیوں میں اپنی تلوار کے جوہر دکھائے۔ جسم پر ایک بالشت حصہ بھی ایسا نہ تھا جس پر تیروں یا تلواروں کے زخم نہ آئے ہوں۔ (اسد الغابہ جلد 2 ص 102) اکثر دفعہ ذوق جہاد میں فرمایا کرتے تھے کہ مجھے میدان جنگ کی سخت رات جس میں اپنے دشمنوں سے جنگ آزما ہوں' اس شب عروسی سے زیادہ مرغوب و محبوب ہے جس میں میری محبوبہ مجھ سے ہم آغوش ہو۔" (اصابہ جلد 2 ص 99) زندگی کے آخری ایام میں فرمایا کرتے تھے: "افسوس میری ساری زندگی میدان جنگ میں لڑتے ہوئے گزری اور آج میں بستر مرگ پر جانوروں کی طرح ایڑیاں رگڑ رگڑ کر جان دے رہا ہوں۔ (استیعاب جلد 1 ص 158) حق تعالیٰ شانہ نے آپ کو اس برکت سے نوازا تھا کہ جس طرف کا رخ کرتے کبھی ناکام و نامراد واپس نہ لوٹتے بلکہ فتح آپ کے قدم چومتی۔ خود فرماتے تھے کہ میں نے جس طرف کا بھی رخ کیا ہمیشہ فتح یاب اور کامیاب ہوا' اور کبھی ناکامی کا منہ نہ دیکھا۔" (صابہ جلد 2 ص 99) آپ کے اس قول کی صداقت پر آپ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ گواہ ہے۔ خود

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی شجاعت اور بہادری پر اس قدر اعتماد تھا کہ میدان جنگ میں جب علم ان کے ہاتھ میں آجاتا تو آپ مطمئن ہو جاتے۔ چنانچہ جنگ موتہ میں ایسا ہی ہوا۔ جب سیدنا زید بن حارثہؓ، سیدنا جعفر طیارؓ اور سیدنا عبداللہ بن رواحہؓ کی شہادت کے بعد علم آپ کے ہاتھ میں آیا تو آپ نے غائبانہ فرمایا کہ اب لڑائی کا تنور گرم ہوا۔ (طبقات ابن سعدق 2' جلد 4' تذکرہ خالد بن ولیدؓ) چونکہ آپ پیدائشی طور پر ایک سپاہی تھے اور سپاہ گری آپ کا آبائی پیشہ تھا' اس لیے ان کے پاس سامان حرب کافی مقدار میں تھا۔ جس کو انہوں نے اسلام لانے کے بعد اللہ تعالیٰ کے راستہ میں وقف کردیا تھا۔ (بخاری جلد 2 ص' اسد الغابہ جلد 2 ص 104' ابو داؤد جلد 1 ص 163) آپ کی اسی جہاد فی سبیل اللہ کی لگن کی وجہ سے آج آپ کا شمار اوّل ترین جرنیلوں میں ہوتا ہے۔

ازدواج و اولاد

آپ نے کتنی شادیاں کیں اس کا صحیح اندازہ تاریخ کی کتابوں میں نہیں۔ تین شادیوں کا ذکر تو ہم نے اپنی اس کتاب میں کیا ہے۔ اسی طرح اولاد کی تفصیل بھی کتابوں میں نہیں ملتی' لیکن یہ بات مسلمہ ہے کہ آپ کے لڑکوں پر بھی اپنے باپ کی شجاعت و بسالت اور جرات و شہادت کا خاصا پرتو پڑا تھا۔ چنانچہ مہاجر بن خالد بن ولیدؓ نے جنگ صفین میں سیدنا علیؓ کی جانب سے نہایت سرگرمی سے حصہ لیا اور اپنی بہادری کے جوہر دکھائے۔ سیدنا عاویہ بن ابی سفیانؓ کے عہد خلافت میں قسطنطنیہ کی مشہور جنگ میں فوج کے ایک جرنیل عبدالرحمٰن بن خالد بن ولیدؓ بھی تھے۔ آپ کی کنیت کتابوں میں ابو سلیمان لکھی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سلیمان نام کا بھی کوئی آپ کا صاحبزادہ تھا کیونکہ اس زمانہ میں کنیت عموماً بیٹے کے نام سے رکھی جاتی تھی' لیکن سلیمان نام کے کسی لڑکے کی کوئی تصریح کتابوں میں نہیں ملتی۔

☆ ☆ ☆ ☆
☆ ☆ ☆
☆ ☆
☆

Marfat.com

سیدنا خالد بن ولیدؓ

ایک ایسا جرنیل جس نے تمام زندگی کبھی شکست کا منہ نہیں دیکھا

حکیم محمود احمد ظفر

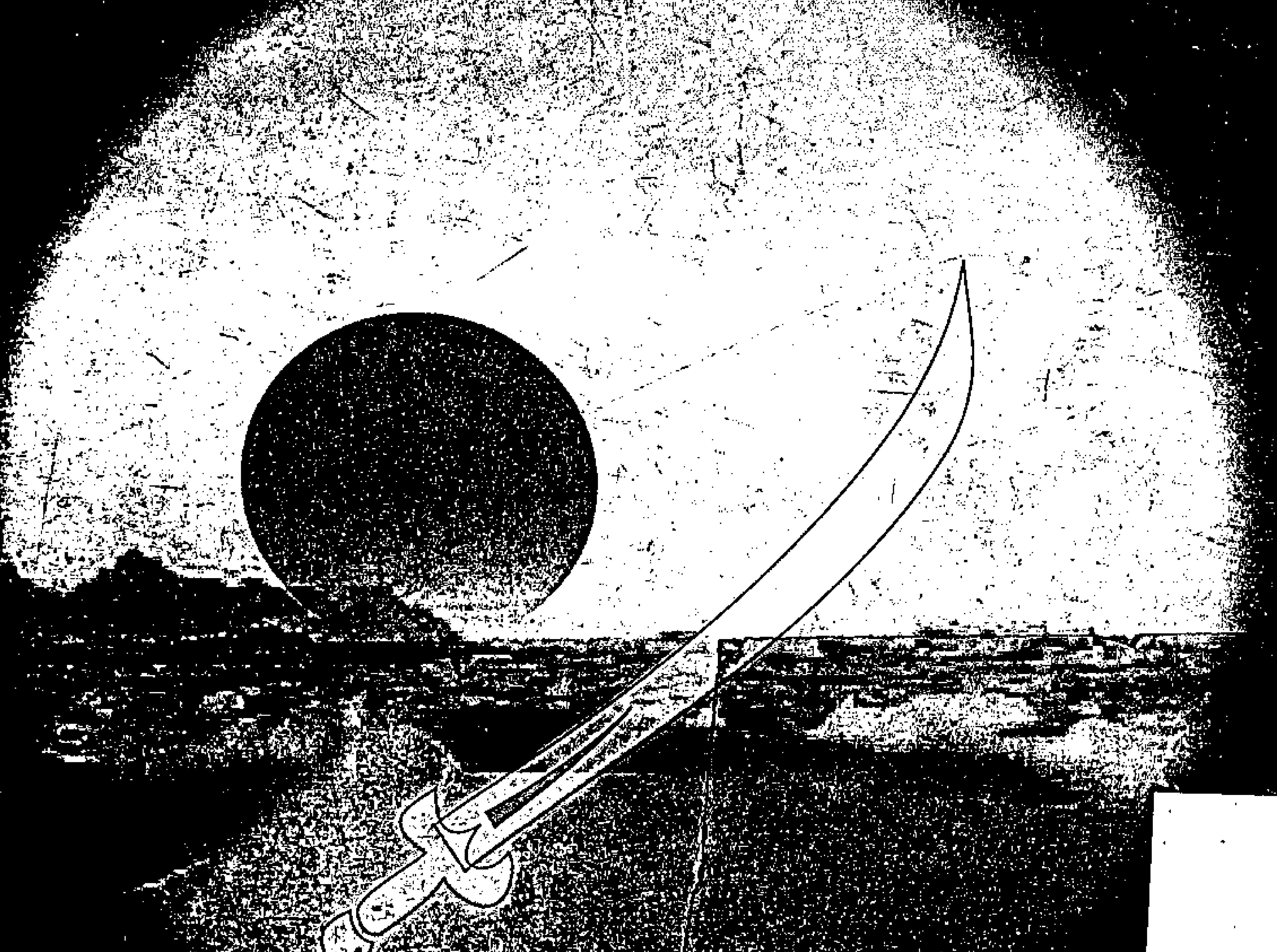

Marfat.com